سلسلۂ مطبوعاتِ کتابخانۂ ریاست رامپور — نمبر ۱

مکاتیبِ غالب

نجم الدوله دبیر الملك میرزا اسد الله خان بہادر نظام جنگِ دهلوی متخلص به
غالب کے اون عرایض و خطوط کا مجموعه جو نواب فردوس مکان،
نواب خلد آشیان (طَابَ ثَراهُمَا) یا دیگر وابستگانِ
دربار کی خدمت مین لکھے گئے تھے

باضافۂ
مقدمه و حواشی از

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتابخانۂ ریاست رامپور

حسب الحکم فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم

مطبعۂ قیّمه - بمبئی
(مالکان: شرف الدین الکتبی واولاده)
۱۹۳۷

طبعِ اول ۱۹۳۷ع

فہرستِ مضامین

(فہرست تصاویر پشت پر)

فہرستِ تصاویر

مقابل صفحہ



باسمه

تقـریب

سنه ۱۸۵۷ع کے « رستخیزِ بیجا » سے هندوستان کی جو ریاستین محفوظ رهین ، اون مین روهیلکهنڈ کی واحد اسلامی ریاست « مصطفی آباد » عرف رامپور مشرقی علم و ادب کی سر پرستی کے اعتبار سے ممتاز ترین درجه کی مالك هے.

یه ریاست بارهوین صدی هجری مین جانباز روهیلون کی مردانه کاریون کی بدولت قائم هوئی ، اور چند سال کے اندر اپنے خوش بخت فرمانروا نواب سید علی محمد خان بهادر کے اقبال کی تائید سے روهیلکهنڈ کے طول و عرض پر چها گئی . لیکن ابهی اسکی بنیاد کا حقـه استوار نهونے پائی تهی ، که ۱۱۶۲ ه (۱۷۴۹ ع) مین نواب سید علی محمـد خان بهـادر کا انتقال هوگیا . حافظ رحمت خان بهادر نے دیگر روهیله سردارون کے مشوره سے اونکے فرزندِ سوم نواب سـید سعد الله خان بهادر کو ، جو ابهی صغیر السن تهـے ، تخت نشین کردیا . سلطنتِ اودھ روهیلون کے روز افزون اقتدار و تسلط کو خطره کی نگاه سے دیکهتی تهی . اوسنے اس نازك وقت سے فائده اوٹهـایا ، اور اپنی متواتر چند سال کی جارحانه مخالفت سے روهیلکهنڈ کی طویل و عریض سلطنت کو ریاست رامپور کی مختصر چار دیواری مین محصور هونے پر مجبور کردیا .

اس پرآشوب عهـد مین حکومتِ انگلشیه کے زیرِ حمایت نواب سـید فیض الله خان بهـادر عرش منزل مسندِ آبائی پر متمکن هوـے . آپ مین وه تمام صفاتِ حسنه ، جو ایك معدلت گستر حکمران کا طرّهٔ امتیاز شمار کیجاتی هین ، بوجهِ اتم موجود تهین . اسلئے آپ نے اپنی دانشِ شـاهانه سے کام لیکر روهیـلون کی منتشر قوت کو یکجا کیا ، تعلیم و تربیتِ رعایا کیلئے عربك کالج

(مدرسۂ عالیه) قائم کرکے ملا حسن فرنگی محلی اور بعد ازان بحرالعلوم مولانا عـــبد العلی لکھنوی کو اوسکا پرنسپل مقرر فرمایا، اور جوڈیشل ڈپارٹمنٹ (محکمۂ قضا) کیلئے «فتاوای فیض الله خانی» مرتب کرایا. لیکن ابھی عروجِ ستارۂ اقبال کی امیدِ مردہ پوری طرح زندہ ہونے پائی تھی کہ ذیحجه سنه ١٢٠٨ ھ (١٧٩٤ ع) مین نواب عرش منزل نے قضا کی.

روھیلون نے آپ کے فرزندِ اکبر نواب سید محمد علیخان بہادر کو اپنا حکمران تسلیم کیا. مگر یه نیا دور ایك افسوسناك حادثه کے باعث بہت جلد ختم ھو گیا، اور محرم سنه ١٢٠٩ ھ (١٧٩٤ ع) مین بجائے آپ کے نواب عرش منزل کے فرزندِ دوم نواب سید غلام محمد خان بہادر مسند نشین ھوئے. حکومتِ اودھ روھیلون کی مجتمعه قوت کو پھر خائفانه نظرون سے دیکھنے لگی تھی. اوس نے اس معامله مین بیجا مداخلت کی، اور نواب سید محمد علیخان بہادر کا خون بہا طاب کرنے کے بہانے سے رامپور پر فوج کشی کردی. سوءِ اتفاق سے روھیلون کو شکست ھوگئی. نواب سید احمد علیخان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر، جو ابھی خورد سال تھے، صاحبزاده سید نصرالله خان بہادر کی سرپرستی مین والی بنائے گئے، اور نواب سید غلام محمد خان بہادر اور اونکی اولاد رامپور سے باھر رھنے پر مجبور ھوئی. لیکن

خدا شری برانگیزد که خیرِ ما دران باشد

ان حضرات کی ظاھری محرومیِ تخت و تاج انکی آینده عظمت و شہرت کا سبب بنگئی.

سنه ١٢٥٦ ھ (١٨٤٠ ع) مین نواب سید احمد علیخان بہادر فوت ھوے، اور اونکی اکلوتی صاحبزادی شمسه تاجدار بیگم صاحبه کی حکومت تسلیم کرنے سے روھیله سردارون نے انکار کردیا. حکومتِ انگلشیه کے تدبر نے نواب سید غلام محمد خان بہادر کے خلف الرشید نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت

آرامگاہ کو اس وراثتِ آبائی کا حقدار قرار دیا .

نواب جنت آرامگاہ نے سنِ شعور کو پہنچکر حکومتِ انگلشــیہ کو شرفِ خدمت بخشا تھا ، اور اپنی کاردانی وقابلیتِ انتظامی کی بدولت ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ کی عزت افزائی فرماچکے تھے . آپ نے زمامِ حکومت ھاتھ مین لیکر سب سے پہلے ریاست کی تنظیمِ جدید کیطرف توجہ مبذول فرمائی ، اور فوج ، پولیس ، اور محکمۂ مال کیلئے نئے قوانین و ضوابط مقرر فرماکر روھیلون کے غیر منظم جرگہ کو آئینی ریاست کے قالب مین ڈھالدیا .

انتظامی امور سے فارغ ھوکر نواب جنت آرامگاہ نے سرپرستیِ علم و ادب کی طرف قدم اوٹھایا . مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، ملك الشعرا مہدی علیخان ذکی مرادآبادی ، حکیم احمـد خان فاخر رامپوری اور دیگر علما و ادبا مختلف کتابون کی تالیف و ترجمہ پر مامور ھوـے . لیکن یہ پودا پروان چڑھنے نہ پایا تھا کہ سنہ ۱۲۷۱ ھ (۱۸۵۵ ع) مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی .

آپ کے بعد نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے تاجِ ریاست زیبِ سر فرمایا . آپ نواب جنت آرامگاہ کی تخت نشینی سے قبل دھلی مین قیـام پزیر ھـوـے تھے ، اور مولانا فضلِ حق خیرآبادی ، مفتی صــدر الدین خان آزردہ ، اور میرزا اسد اللہ خان غالب سے علومِ عربی و فارسی کی تحصیل فرما چکے تھے . آپ کی تخت نشینی کے دو سال بعد ھنــدوستان نے حکومتِ انگلشیہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا . نواب فردوس مکان نے اس موقع پر حکومت کی حمایت و ھمدردی مین بیش بہا خدمات انجام دین ، اور غدر فرو ھو جانے پر آفت رسیدہ علما ، شعرا ، ادبا اور دیگر اھلِ ھنر کیلئے اپنے سایۂ عاطفت و پرورش کو وسیع فرمادیا .

نواب فردوس مکان کے دامنِ جود و سخا مین پناہ لینے والے حضرات کی طویل فہرست مین ، مفتی محمـد سعد اللہ مرادآبادی ، میرزا اسد اللہ خان

غالب دهلوی ، منشی مظفر علیخان اسیر لکھنوی ، منشی امیر احمد امیر مینائی ، صاحبعالم میرزا رحیم الدین بہادر حیا دهلوی ، شیخ علی بخش بیمار ، میر عوض علی عدیل ملیح‌آبادی خوش نویسِ نستعلیق ، اور منشی انبا پرشاد لکھنوی داستانگو وہ ممتاز ہستیاں ہین جن سے اربابِ علم و ادب بخوبی واقف ہین ۔

لیکن ان تمام صاحبانِ فضل و کمال مین نجم الدولہ دبیرالملك میرزا اسد اللہ خان بہادر غالب دهلوی کو یہ خصوصیت حاصل تھی ، کہ آغازِ سنہ ۵۷ ع مین مولانا فضل حق خیرآبادی کی وساطت سے نواب فردوس مکان نے انہین فنِ سخن مین اپنا مشیرِ خاص مقرر فرمایا تھا ۔ ابتداءً نواب فردوس مکان وقتی عطیات سے میرزا صاحب کی امداد فرماتے رہتے تھے ۔ لیکن غدر کے بعد انکی پنشن بند ہوگئی تو نوابصاحب نے جولائی سنہ ۵۹ ع سے سو روپیہ ماہوار تنخواہ جاری فرمادی تھی ، جو انکے انتقال کے بعد نواب خلد آشیان کے خزانہ سے ملتی رہی ، اور میرزا صاحب کی وفات پر اونکے متبنیٰ حسین علیخان شادان کے وظیفہ کی شکل مین تبدیل ہوگئی ۔

اس رشتہ کی بدولت سنہ ۱۸۵۷ ع سے سنہ ۱۸۶۹ ع تك دربارِ رامپور اور میرزا غالب کے درمیان سلسلۂ مراسلت جاری رہا ۔ اس مراسلت کا معتد بہ حصہ محکمۂ عالیۂ دارالانشا (پولیٹیکل ریکارڈس آفس) رامپور، مین محفوظ تھا ۔ سنہ ۱۹۳۵ ع مین احقر نے ، اعلیٰ حضرت بندگانِ حضور پرنور کپتان ہز ہائنس عالیجاہ ، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیہ ، مخلص الدولہ ناصر الملك امیر الامرا نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ ، کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ، فرمانروای رامپور دام اقبالہم و ملکہم کی توجہِ ہمایون اس نادر و نایاب ذخیرہ کی اشاعت کیطرف مبذول کرنے کی جرات کی ۔

بندگانِ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ گرامی اپنے آبایِ کرام کیطرح سرپرستیِ علوم و آداب مین عموماً ، اور پرورشِ زبانِ اردو مین خصوصاً اقران و اماثل

مین ممتاز ہے. بنابرین حکمِ عالی نافذ ہوا کہ اس مجموعہ کو باحسنِ وجوہ مرتب کرکے افادۂ اربابِ ذوق کیلئے شایع کردیا جائے.

مین نے مولوی امتیازعلی عرشی (ناظمِ کتب خانۂ رامپور) کو، جن مین علمی قابلیت، ذوقِ سلیم، اور علم و ادب کی عملی خدمت کے جذبات جمع ہین، اور مجھے ان سے آیندہ کیلئے بہت بلند اور خوش آیند توقعات ہین، اس ادبی خدمت کے سرانجام پر مامور کیا، اور وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات اور مشورے دیتا رہا. انکی مسلسل دو سال کی سعی و جانفشانی کے بعد آج یہ مجموعہ اس قابل ہوا ہے، کہ اعلیٰ حضرت شہریارِ رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے حضور مین اس گزارش کیساتھ پیش کیا جاسکے، کہ

لایق نبود قطرہ بدریا بردن　　خار و خسِ صحرا بگلستان بردن
اما چہ کنم کہ رسمِ موری باشد　　پایِ ملخی پیشِ سلیمان بردن

التجا ہے کہ یہ حقیر کوشش شرفِ قبولیت سے مفتخر کیجائے، کہ یہی اسکی قبولیتِ عامہ کا پیش خیمہ ہوگا.

خدا سرکار کی عمر دراز کرے، اور جاہ و جلال و اقبال زیادہ فرمائے، تاکہ اس مبارک عہد مین اہم سے اہم اور زیادہ سے زیادہ علمی خدمات انجام پائین. آمین.

رنگ محل پیلس. رامپور اسٹیٹ.
۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۷ع.

بشیر حسین زیدی
چیف منسٹر رامپور اسٹیٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمده و نستعینه و نصلی علی رسوله الکریم

تمہید

سنه ۱۹۳۵ع مین جنابِ معلی القاب عالیمرتبت سید بشیر حسین صاحب بہادر زیدی، چیف منسٹر ریاست رامپور، نے حقیر عرشی کو حکم دیا، که بندگانِ اعلی حضرت ہز ہائنس کپتان عالیجاه، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیه، مخلص الدوله ناصرالملك امیرالامرا، نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ فرمانروایِ رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے ایمایِ ہمایون کے مطابق، میرزا اسد الله خان بہادر غالب دهلوی کے مکاتیب، جو موصوف نے نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان (طاب ثراهما) یا دیگر وابستگانِ دربار کے نام لکھے تھے، اور عرصه سے محکمۂ عالیۂ دارالانشا مین محفوظ تھے، ضروری حواشی اور ایك سیر حاصل مقدمه کیساتھ مرتب کرون.

میری علمی بے بضاعتی اس بارِ گران کی کسی طرح متحمل نه تھی، اور دامنِ همت اس شرفِ بے پایان کے احاطه سے کوتاه نظر آتا تھا. مگر بمقتضایِ

من درین رتبه از کجا؟ لیکن ☆ مور پروردۂ سلیمان است

بتعمیلِ حکم ترتیبِ مکاتیب کا کام شروع کیا، اور مسلسل دو سال کی شب و روز کی محنت کے بعد اس مجموعه کی ترتیب کے فریضه سے سبکدوش هوا. مجھے اسکا اعتراف هے که میرزا غالب کے سہلِ ممتنع مکتوبات پر حواشی

کا اضافہ ریشمی لباس مین ٹاٹ کا پیوند لگانا، اور اونکی انشا پر اظہارِ رای آفتاب کو دنیا سے روشناس بنانا ہے۔ تاہم اسکی قبولیت کا خواستگار، اور یہ سوچکر کہ قبولیت کے لئے نازِ خوبی سے زیادہ نیازِ خلوص کی ضرورت ہے، جو میرا واحد سرمایۂ حیات ہے، اپنی مراد کے حصول کا امیدوار ہون۔

دیباچہ کی ضرورت

میرزا غالب مرحوم کے سوانحِ حیات اور کلامِ نظم و نثر کا انداز و مرتبہ سمجھنے کیلئے خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی «یادگارِ غالب» مولانا غلام رسول مہر کی «غالب» اور مسٹر محمد اکرام، ایم، اے، کی تازہ ترین کتاب «غالب نامہ» عصرِ حاضر کی وہ مایۂ ناز تصنیفات ہین، جنکے بعد اس مضمون پر کسی مطوّل یا مختصر تالیف کی ضرورت عرصہ تک محسوس نہین کیجائیگی. اسلئے کہ ان حضرات نے اندرونی و بیرونی شہادتون پر اپنے بیانات کی بنیاد استوار کی ہے، جسکے باعث انکا مطالعہ کرنیوالا میرزا صاحب کی مادی و فکری دنیا مین باریاب ہونیکا شرف حاصل کرلیتا ہے، اور یہی ایک شاعر و مفکّر کے خیالات سمجھنے کا بلند ترین درجہ ہے۔ لیکن باایںہمہ میرے لئے ناگزیر ہے کہ میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور انشایِ اردو کی خصوصیات پر خامہ فرسائی کرون۔

اولاً اسلئے کہ ضروری مواد دستیاب نہونیکے باعث مذکورۂ بالا تصنیفات میرزا صاحب کے تعلقاتِ رامپور پر، جو اونکی آخری زندگی کا اہم باب ہے، کماحقہ روشنی ڈالنے سے قاصر نظر آتی ہین:

ثانیاً اسلئے کہ ان تالیفات کا دائرہ میرزا صاحب کی ساری کائناتِ ادب کو محیط ہے، جسکے سبب سے ان مین خاص انشایِ اردو سے سیر حاصل بحث نہین کیگئی ہے۔ حالانکہ یہ صنفِ ادب اونکی خصوصیتِ خاصہ تسلیم کیگئی ہے، جس مین ہندوستان کا کوئی ادیب، بغیرِ استثنا، آجتک شرکت

کی جرات نہین کرسکا ھے.

ثالثاً اسلئے کہ خود میرزا غالب نے ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین عرض کیا تھا، کہ میری یہ آرزو ھے کہ ولیِ نعمت کو اپنی ساری روداد سنا دون، تا کہ کسیطرح کا پردہ درمیان نرھے. میرزا صاحب کے الفاظ یہ ھین:

«ہر آئینہ در دل چنان گزشت، کہ درین بارید انسان سخن سرای توان گشت، کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان و حجابی درمیان نماند.» (۱)

دیباچہ کی مباحث

لیکن میرزا صاحب کے سوانح لکھتے وقت اس امر کا لحاظ رکھا گیا ھے، کہ صرف وھی واقعات بیان کیے جائین جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب مین دربارِ رامپور یا وابستگانِ دربار کو تحریر کیے تھے اور عام حالات سے، جو اردوی معلی یا عودِ ہندی وغیرہ مین مذکور ھین، قطعاً بحث نکیجائے. البتہ تعلقاتِ رامپور کی بنا میرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریرون پر رکھی گئی ھے. کیونکہ اس موضوع سے کسی بزرگ نے تفصیلی بحث نہین کی تھی.

میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے بعد اونکی انشایِ اردو کے انداز، اور اوسکے اجزا کی خصوصیات سے علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث کیگئی ھے، اور کوشش کی ھے کہ حتی الامکان زیرِ نظر مکاتیب سے مثالین مہیا کیجائین. لیکن اردوی معلی اور عودِ ہندی کو بھی ہر جگہ پیشِ نگاہ رکھا ھے، اور نئی امثلہ کیساتھ ساتھ قدیم نظائر بھی درج کی ھین. اس ضمن مین بعض ایسی چیزین بھی زیرِ بحث آئی ھین، جنکا تعلق انشا سے زیادہ میرزا صاحب کے عادات و خصائل یا عام حالات سے تھا. لیکن، جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ھے، دیباچۂ ھذا مین عنوانِ سرگزشت کے ماتحت صرف وھی حالات

(۱) مکاتیب ص ۱۱.

لکھے گئے هین، جنکا ذکر اس مجموعه کے مکاتیب مین هوا هے، دیگر تمام عام حالات نظر انداز کردئیے گئے هین۔ ایسی صورت مین یهی مناسب نظر آیا که ان مباحث کو انشا کے ساتھ بیان کیا جائے۔ چونکه ان کا انشا سے بهی کافی تعلق هے، اسلئے امید هے که مطالعه کیوقت بے محل معلوم نه هونگے۔

ماخذ دیباچه و حواشی

حواشی اور دیباچه کی ترتیب مین جن کتابون سے امداد حاصل کیگئی هے، اونکے اسما اور سنینِ طباعت حسبِ ذیل هین:

(١) - اردوی معلی، طبع اول، اکمل المطابع دهلی سنه ١٢٨٥ ھ (١٨٦٩ ع)۔
(٢) - ایضاً، طبعِ لاهور سنه ١٩٢٦ ع۔
(٣) - عودِ هندی، طبعِ اول، مطبعِ مجتبائی میرٹھ ١٠ رجب سنه ١٢٨٥ ھ۔
(٤) - کلیاتِ نظمِ فارسی، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنه ١٢٧٩ھ (١٨٦٣ع)۔
(٥) - کلیاتِ نثرِ فارسی، طبعِ دوم، مطبعِ نولکشور سنه ١٨٧١ ع۔
(٦) - قاطعِ برهان، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنه ١٢٧٨ ھ (١٨٦٢ ع)۔
(٧) - ابرِ گهر بار، طبعِ اول، اکمل المطابع دهلی سنه ١٢٨٠ ھ۔
(٨) - دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی، مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ١٩٢٢ع۔
(٩) - یادگارِ غالب، مطبوعهٔ نامی پریس کانپور سنه ١٨٩٧ ع۔
(١٠) - غالب، مصنفهٔ مولانا مهر، طبعِ لاهور سنه ١٩٣٦ ع۔
(١١) - خزانهٔ عامره، مصنفهٔ آزادِ بلگرامی، مطبوعهٔ نولکشور پریس کانپور سنه ١٨٧١ ع۔
(١٢) - انتخابِ یادگار، مصنفهٔ امیرِ مینائی، مطبوعهٔ رامپور سنه ١٢٩٠ ھ۔
(١٣) - اخبار الصنادید، مطبوعهٔ نولکشور پریس لکهنو سنه ١٩١٨ع۔
(١٤) - تذکرهٔ کاملانِ رامپور، مطبوعهٔ همدرد پریس دهلی سنه ١٩٢٩ ع۔
(١٥) - انشایِ نورِ چشم، مطبوعهٔ نظامی پریس کانپور سنه ١٢٩١ ھ۔

(۱۶) - ڈکشنری آف انڈین بیا گرفی ، مصنفۂ بکلینڈ بزبانِ انگریزی مطبوعۂ سنہ ۱۹۰۶ ع (اس کتاب سے صرف انگریز حکام کے حالات ماخوذ ہین) .

(۱۷) - اورینٹل بیا گرفیکل ڈکشنری ، مصنفۂ بیل بزبانِ انگریزی ، مطبوعۂ سنہ ۱۸۹٤ ع .

ان مطبوعہ کتابون کے علاوہ حسبِ ذیل قلمی کتابین بھی زیرِ مطالعہ رہی ہین :

(۱) - تاریخِ محمدی ، مصنفۂ محمدِ حارثیِ بدخشی ، نسخۂ مولف .

(۲) - تاریخِ لطیف ، مصنفۂ مولوی مہدیعلیخان رامپوری ، نسخۂ مولف .

(۳) - تشریح السنین ، مصنفۂ محمد بشیر الدین کاکوروی ، نسخۂ مولف .

تصاویر

کتاب مین نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان اور میرزا غالب کی تصویرین اور موخرالذکر کے ایك خط کا فوٹو شامل ہے .

نواب فردوس مکان کی تصویر اونکے کلیاتِ اردو کے آغاز کی قلمی تصویر کا عکس ہے . یہ تصویر نوابصاحب کے درباری مصور محمد جان کی بنائی ہوئی ہے ، اور اصلِ کتاب مین رنگ آمیز ہے . تصویر کے چارون طرف کشمیری طلاکاری مرزا محمد حسن کشمیری کے قلم کی رہینِ منت ہے . مرزا محمد حسن دربارِ رامپور کے متوسلین مین تھے ، اور یہان کی قدردانی کی بدولت اپنے وطن کو خیرباد کہکر رامپور مین قیام پزیر ہوگئے تھے . انکے اَخلاف ابتك کتب خانہ کے اسٹاف مین موجود ہین .

نواب خلد آشیان کی قلمی تصویر ، جسکا عکس شایع کیا جارہا ہے ، کسی نامعلوم پینٹر کی بنائی ہوئی ہے . لیکن یہ بھی ندرتِ فن کا اعلی نمونہ ہے ، اور اصلاً رنگ آمیز ہے .

میرزا غالب کی تصویر اوس قلمی تصویر کا عکس ہے ، جو اونکی زندگی مین کلیاتِ نظمِ فارسی کے پہلے ایڈیشن مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو (۱۸۶۳ ع) مین شایع ہوئی تھی . یہ ایڈیشن اب نایاب ہے . اسلئے مناسب خیال کیا

گیا که بجائے عام تصاویر کے، جنکی تاریخی حیثیت مشتبه هے، اوس تصویر کا عکس پیش کیا جائے، جو خود میرزا صاحب شایع کراچکے هین.

میرزا صاحب کا رسم تحریر پیش کرنیکے لئے وه خط منتخب کیا گیا هے، جو اون کے تعلقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند هے: اس سے بیك وقت معلوم هوسکے گا که میرزا صاحب کا رسمِ خط کیسا تھا، اور رامپور سے اونکے تعلقات کس سنه مین شروع هوے.

شکریه

میرا فرض هے که جناب سید شوکت علیصاحب ڈپٹی سیکریٹری دار الانشا اور حکیم انوارالحسن صاحب محافظ دفترِ دارالانشا کا شکریه ادا کرون. ان حضرات نے اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصه صرف کرکے، امثله کی تلاش مین مجھے امداد بهم پهنچائی هے. اسیطرح میسرز شرف الدین اینڈ سنس مالکانِ مطبع قیمه، بمبئی، کا شکریه بھی میرے ذمه واجب هے. ان اصحاب نے طباعت کے سلسله مین هر قسم کے فنّی مشورے دیئے، اور تغیر و تبدل الفاظ و فقرات کی انتهائی فراخ حوصلگی سے تعمیل کی. آخر مین مین سرکار کی درازیِ عمر و ترقیِ جاه و جلال کی دعا پر تمهید ختم کرتا هون.

از دستِ گدایِ بینوا ناید هیچ ٭ جز آنکه بصدقِ دل دعائی بکند

احقر

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتبخانه

کتبخانه، قلعهٔ معلی، ریاست رامپور.

١٥ مارچ سنه ١٩٣٧ ع.

شبیہ مبارک نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب مدظلہ



غالب نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسد اللہم و ہم اسد اللہیم

سرگزشتِ غالب

آتشِ غدر سرد ہو جانیکے بعد میرزا غالب نے نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایک عریضہ لکھا تھا، جسکا یہان سے جواب نہین گیا. میرزا صاحب نے خیال کیا کہ غالباً میری رودادِ غــدر سے واقف نہونے کے باعث سرکار کو شبہ ہے کہ مین بھی باغیون کا شریکِ کار رہا ہون، اور اس بنا پر از راہِ احتیاط مراسلت سے احتراز فرمایا ہے. اس شبہہ کے ازالہ کیلئے ۱٤ جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع کو انھون نے دوسرا عریضہ ارسال کیا، اور اوس مین اپنے انگریزی روابط، حقیقتِ تعلقِ قلعہ، اور ایامِ غدر مین اپنی گوشہ گیری کے تذکرہ سے پہلے سرکار کو لکھا:

« در زمان چیرہ دستی کور نمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ یام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روائی وسلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت، نامہ در یام روان داشتہ شد، ونا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد. ہرآئینہ در دل چنان گزشت کہ درین بارید انسان سخن سرای توان گشت کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان وحجابی درمیان نماند.»(۱)

میرزا صاحب کی اس توجیہ کے پیش نظر مین نے بھی یہی مناسب خیال کیا کہ کم از کم وہ حالات، جو خود میرزا صاحب اس عریضہ یا دیگر عرایض و مکاتیبِ رامپور کے ذریعــہ نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان، یا وابستگانِ دربار کے علم مین لانا ضروری سمجھتے تھے، آغازِ مکاتیب مین شامل کردون، تاکہ اس مجموعہ کے مطالعــہ کرنیوالے کی نگاہ سے بھی وہ حجاب دور ہوجائے، جو مکتوب الیہم کے درمیان سے اوٹھایا گیا تھا.

(۱) مکاتیب، ص ۱۱

نام تخلص اور القاب شاہی

میرزا صاحب کا نام « اسد اللہ خان » تخلص « غالب » اور شاہی لقب « نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ » تھا ۔ عریضۂ نمبر ۱۳ کے آخر مین نام ، نمبر ۷ اور ۱۱ کے خاتمہ مین نام اور تخلص ، اور نمبر ۱ کے زیرین گوشہ کی مہر مین نام مع القابِ شاہی مذکور ہے ۔ (۱)

عرف

عرایض مین میرزا صاحب کا عرف کہین مذکور نہین ۔ لیکن سرکاری جوابات کے مسودون کے آغاز مین ہمیشہ « بنامِ میرزا نوشہ صاحب » درج ہوتا ہے ۔ نیز قصیدۂ « همانا اگر گوهرِ جان فرستم » کے لفافہ کی پشت پر بھی میر منشی صاحب نے یہی نام لکھا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب کا عرف « مرزا نوشہ » تھا ۔ (۲)

تاریخ پیدایش

عریضہ نمبر ۷ مین میرزا صاحب لکھتے ہین :

« از سر آغاز سال یکهزار و هشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود .... » (۳)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۰۶ ع مین میرزا صاحب کی عمر کا دسوان سال تھا ۔ گویا وہ سنہ ۱۷۹۷ع مین پیدا ہوے تھے ۔ اردوی معلی اور عودِ ہندی مین ۸ رجب سنہ ۱۲۱۲ ھ تاریخِ پیدایش بتائی گئی ہے ، (٤) جو سنہ ۱۷۹۷ع کے مطابق ہے ۔ اسلئے اس انگریزی سنہ کو صحیح سالِ پیدایش شمار کرنا چاہیے ۔

نسبی خاندان — چچا

میرزا صاحب نصر اللہ بیگخان بہادر کے بھتیجے تھے ۔ نصر اللہ بیگخان چار سو سوارون کے رسالہ کے افسر تھے ، اور جنرل لارڈ لیک بہادر کی

(۱) مکاتیب ، ص ۲۰ و ١٤ و ۱۸ و ٤ (۲) ایضاً ، ص ٦ حاشیہ نمبر ۱ (۳) ایضاً ، ص ۱۱
(٤) اردوی معلی ، ص ۳۹۹ و عود ہندی ، ص ٦۹

معیت مین حکومتِ انگریزی کی گرانقدر فوجی خدمات انجام دیچکے تھے ، جسکے صلہ مین پرگنۂ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر مین عطا ہوا تھا . سنہ ۱۸۰٦ ع مین نصراللہ بیگ خان بہادر کا یکایك انتقال ہوگیا . گورنمنٹ نے جاگیر واپس لیکر اونکے ورثا کی پنشن مقرر کردی ، جو ابتداءِ ریاستِ فیروزپور جھرکہ کے خزانہ سے اور بعد ازان غدر تك خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہوتی رہی . یہ تمام تفصیل میرزا صاحب نے عریضۂ نمبر ۷ مین تحریر کی ھے . فرماتے ھین :

« حالی رای جہان آرای باد کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم . و از سر آغاز سال یکہزار وھشت صد و شش کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود ، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصر اللہ بیگخان بہادر ، کہ باجمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہادر در فتح ہندوستان کو ششہای نمایان کردہ ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر یافتہ ، وھم دران عہد بمرگ ناگاہ از جہان رفتہ بود ، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر ومنظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بہادر در وجہ معاش من منجملۂ زر استمراری سرکاری ، کہ بذمۂ احمد بخش خان بہر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . » (۱)

حقیقی بھائی

ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی میرزا یوسف خان کا بھی تذکرہ کیا ھے . فرماتے ھین :

« بہر حال دو امر ہنوز مبہم ھین . ایك اس انگریزی تحریر کا حال ، اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت . » (۲)

میرزا یوسف خان نے ۲۹ صفر سنہ ۱۲۷٤ ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ ع کو بحالتِ دیوانگی دلی مین انتقال کیا . (۳)

سببی خاندان — بی بی

میرزا صاحب کی بی بی امراؤ بیگم نواب الٰہی بخش خان معروف کی بیٹی تھین . یہ ۷ رجب سنہ ۱۲۲۵ ھ (۱۸۱۰ ع) کو میرزا صاحب کے عقد مین آئین ، اور اونکی وفات کے چند ماہ بعد تك زندہ رھین . نواب فردوس

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ۲۷ (۳) کلیات نثر فارسی ، ص ۳۹۹

مکان کی مزاج پرسی کرتے ہوے میرزا صاحب نے انکے متعلق لکھا ھے :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع ہوا ھی ، عالم الغیب گواہ ھی کہ مجھپر اور میری بی بی پر ... کیا گزر رھی ھی . » (۱)

میرزا صاحب کے انتقال کے بعد امراؤ بیگم نے اپنی مالی مصیبت کا سارا کچا چٹھا لکھکر کمشنرِ دھلی سے درخواست کی تھی کہ میرزا صاحب کی پنشن حسین علیخان پسرِ متبنی کے اور میرے نام منتقل کردیجائے. لیکن ڈپٹی کمشنر کی ھمدردانہ رپورٹ کے باوجود کمشنرِ دھلی نے جواب دیا کہ متبنی بیٹے کے نام پنشن کسیطرح جاری نہین ھوسکتی. البتہ بیوہ کچہری مین حاضر ھو تو اوسکے نام دس روپیہ ماھوار وظیفہ مقرر کردیا جائیگا. اس باغیرت بی بی نے کچہری کی حاضری کو گوارا نہ کیا، اور دس روپیہ ماھوار کے وظیفہ سے انکار کردیا.

حسین علیخان نے ۱۲ جون سنہ ۱۸۶۹ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین ایك عریضہ ارسال کیا تھا. اوس مین میرزا صاحب کے قرض کی ادائگی کی درخواست، اور اپنے حاضر نہوسکنے کے عذر کے بعد، بیگم صاحبۂ غالب کی درخواستِ پنشن کے بارے مین لکھتے ھین :

« پنشن سرکار انگریزی کی یہ صورت ہوئی، کہ ھنگام ثبوت و تحقیق مفلسی و بیمقدوری و قرضداری ڈپٹی کمشنر صاحب ذ رپورٹ اچھی کی. اوسپر صاحب کمشنر بہادر نی حکم دیا کہ پسر متبنی کی پنشن نہین ھوسکتی. ھان زوجہ کیواسطی مبلغ دس روپیہ تجویز ھونگی. جناب دادی صاحبہ ذ دس روپیہ نامنظور کیے. یہ امید بھی جاتی رھی. » (۲)

اس عرضی کے آخر مین بیگم صاحبہ نے لکھا ھے :

« از جانب امراؤ بیگم. بعد کورنش بتوحد مضمون عرضی ھذا بہ گزارش ھی. کمترینہ اول بعمر ھفتادسالہ حرکت و نقل مکان سی معذور. اور سوائی اوسکی صدمۂ انتقال شوھر اور ھجوم قرض خواھان می اور معیشت آیندہ سی مجبور. با این ھمہ بسبب عدت کی خانہ سی باھر نہین نکلسکتی. بدین وجوہ مانع حضوری ھی. اور سوای در دولت کی کوئی ملجا و ماوا نظر نہین آتا. حضور کو دستگیری مجھ بیکسہ عاجزہ کی واجب ھی. اور یہ ارادہ ھی کہ بعد انقضای مدت عدت خدمت مین حاضرھون، اور وھین انفاس بقیہ کو گزارون. اب نان شبینہ کو محتاج ھون.

(۱) مکاتیب، ص ۴۰ (۲) مثل نمبر ۱۷۹، صیغۂ احباب، عہد نواب خلد آشیان، محافظخانۂ دارالانشا

چارہ اسکا بجز بندگان عالی کی ممکن نہین ۔ رحم فرمائیے اور خبرگیری کیجیے، کہ بدعا گوئی دولت ابد مدت مشغول رہون ۔ »

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۶ھ (اگست سنہ ۱۸۶۹ع) کو بیگم صاحبہ نے نواب خلد آشیان کو پھر لکھا:

«جنابعالی! جس روز سے مرزا اسد اللہ خان غالب نے وفات پائی ہے، تو یہ عاجزہ بیوہ اسقدر مصائب مین گرفتار ہے، کہ تحریر سے باہر ہے ۔ اول تو یہ مصیبت ہے کہ مرزا صاحب مرحوم آٹھ سو روپیہ کی قرضدار مرے ۔ دوسری مصیبت یہ کہ پنشن انگریزی مسدود ہوئی ۔ تیسری یہ کہ تنخواہ سو روپیہ ماہوار، جو آپ از راہ قدر دانی کی مرزا مرحوم کو ارسال فرماتے تھے، وہ بھی یک لخت موقوف ہوئی ۔ ابتک قرض لیکر اوقات بسری کی ۔ اب قرض بھی نہین ملتا ۔ نوبت فاقہ کشی کی پہنچی ۔ اس حالت حیرانی اور پریشانی مین پھر یہی خیال آیا، کہ اللہ تعالی نے ہمارا وسیلہ پرورش اور اوقات گزاری کا اس دنیا مین آپکی ذات بابرکات کو بنایا ہے، اور سوائے آپکی ذات بابرکات کے دوسرا کوئی نظر نہ آیا ۔ لاچار برخوردار حسین علیخان کو آپکے قدمون پر ڈالا ۔ آپنے بسبب شرفا پروری اور اقتضای مروت اور فتوت کے اوسقدر اوپر حال برخوردار کے عنایت فرمائی ہے، کہ بیان سے باہر ہے ۔ اب دعاگو کی یہ تمنا ہے کہ ایسی پرورش مجھ ضعیفہ کی ہوجائے، کہ مرزا مرحوم حق عباد سے بری ہوجائین، کہ یہ سخت عذاب ہے ۔ اگر حضور صورت ادای قرض فرمادین تو کمال ثواب عظیم ہوگا ۔ اور اگر دفعۃ صورت ادای قرض مناسب رای بیضا ضیا کی نہو، تو یہ تنخواہ ششماہ کی بحساب فی ماہ صد روپیہ بالفعل مجھ بیوہ کو عنایت ہوجائے ۔ باقی ٦ ماہ اور بحساب مذکورۂ بالا مرحمت فرمائیے، تاکہ مین بیوہ قرض مرزا صاحب کا ادا کردون ۔ اور ظاہرا یقین ہے کہ زندگی میری بھی اسی میعاد مین پوری ہوجائیگی ۔ ...... اور پنشن میری دس روپیہ انگریز کرتا ہے، بشرط اینکہ کچہری مین حاضر ہون ۔ اور جانا میرا کچہری مین ہرگز نہوگا ۔ گو فاقون سے مر جاؤن ۔ کیا مین اپنے باپ اور چچا اور شوہر کا نام روشن کرون ۔ اور جو عزت اور ریاست میری چچا کی اور حرمت میری والد کی اور شوہر کی آگے خاص و عام کے تھی حضور پر سب روشن ہے ۔ » (۱)

اس عریضہ پر بھی سرکار نے کوئی حکم نہ دیا ۔ تو ۲٤ جمادی الاول سنہ ۱۲۸٦ھ کو بیگم صاحبہ نے مکرر درخواست پرورش پیش کی ۔ اسکا مضمون تقریباً سابق درخواست کے مطابق ہے، اسلئے اعادہ مناسب معلوم نہین ہوتا ۔ البتہ اس عرضی کے لفافہ پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہے:

(۱) مثل نمبر ۲٥٤، صیغۂ احباب، عہد نواب خلد آشیان، محافظخانۂ دارالانشا ۔

«پیش نموده شد . حکم نفاذ یافت که درین خصوص به نواب مرزا خان فهمایش و هدایت بعمل آمده . ۹ ستمبر سنه ۱۸۶۹ع .»

اس تاریخ کے بعد صرف ایك اور درخواست کا پتہ چلتا ھے ، جو شعبان مین بھیجی گئی تھی . لیکن مثل مین اوسکا لفافہ شامل ھے . اصل عرضی موجود نہین . اسکے بعد امراؤ بیگم کا تذکرہ نہین ملتا . اس سے یہ خیال ھوتا ھے کہ اونکی یہ پیشینگوئی کہ «مین اسی ششماھی مین فوت ھوجاؤنگی» درست نکلی . اور وہ سنہ ۱۲۸٦ ھ ھی مین فوت ھوگئین .

بی بی کے چچا اور بھائی

نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ و جاگیردارِ لوھارو میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی چچا اور میرزا صاحب کے چچیا سسر تھے . انھون نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے لڑکے نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور کا رئیس بنا دیا تھا ، اور خود گوشہ گیر ھوگئے تھے . نواب شمس الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کے الزام مین پھانسی دیدیگئی . میرزا صاحب نے اپنی سرگزشت مین ان دونون کا ذکر کیا ھے ، اور اوسی مین نواب شمس الدین احمد خان کے قتل کی طرف بھی اشارہ کر گئے ھین . فرماتے ھین :

«بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بہادردروجہ معاش من منجملۂ زراستمراری سرکاری ، کہ بذمۂ نواب احمدبخش خان بہر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفرکردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجہ مقرری از خزانۂ کلکٹری دھلی صورت پزیرفت .» (۱)

نواب احمد بخش خان نے سنہ ۱۸۲۷ ع مین اور نواب شمس الدین احمد خان نے سنہ ۱۸۳۵ ع مین اس دارِ فانی سے کوچ کیا .

بی بی کے پوتے — باقر علی خان

امراؤ بیگم کے سات اولادین ھوئین ، لیکن ان مین سے کسی نے پندرہ ماہ

(۱) مکاتیب ، ص ۱۲

سے زیادہ عمر نہین پائی. ان میان بی بی نے زین العابدین خان عارف کو، جو امراؤ بیگم کے حقیقی بھانجے تھے، منہ بولا بیٹا بنالیا. یہ دو خورد سال بچے چھوڑکر جوانی مین انتقال کرگئے. ان دونون مین بڑے باقر علیخان تھے، جو والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تك اپنی دادی بنیادی بیگم کے هان رہے اور اونکے بعد میرزا صاحب کے پاس چلے آئے. میرزا صاحب نے انکی پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اور جب جوان ہوگئے تو ڈھائی ہزار روپیہ لگاکر نواب ضیاءالدین خان بہادر کی صاحبزادی سے شادی کردی. نواب خلد آشیان کو انکی شادی اور اوسکے اخراجات کے بارے مین لکھا ہے:

«باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدین خان کے هان هوئی. اونهون نے کهانے جوڑے کے دوهزار روپیه دیے. اورمیری زوجه نے پانسو روپے کا زیور لگاکر پچیس سو روپے صرف کیے.» (۱)

باقر علیخان نے سنه ۱۲۹۳ ه (۱۸۷٦ ع) کو انتقال کیا.

حسین علیخان

عارف کے چھوٹے لڑکے حسین علیخان کو میرزا صاحب نے عارف کی جگه متبنی کر لیا تھا. چنانچه نواب فردوس مکان کی مزاج پرسی کے پہلے خط مین انکو اپنا فرزند لکھا ہے. فرماتے هین:

«جب سے حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سے مسموع هوا هے عالم الغیب گواه هے که مجھپر..... اور میری فرزند حسین علی خان پر کیا گزر رهی هے.» (۲)

نواب خلد آشیان کی خدمت مین انکے متعلق میرزا صاحب نے بار بار تحریرین لکھی هین. چنانچہ سب سے پہلے ۱۹ اگست سنه ۱۸٦۷ ع کو انکی منگنی کے بارے مین لکھا:

«آپکو غلام زرخرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی هوگئی. اور اپنے کنبے مین هوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے. اور رجب کا مہینا قرار پایا. اب میری بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپکے هاتھ هے.» (۳)

سرکار نے جواباً تحریر فرمایا که آپکی تحریر مجمل ہے. خلاصهٔ مکنونِ خاطر

(۱) مکاتیب، ص ۹۷ (۲) ایضاً، ص ٤٠ (۳) ایضاً، ص ۹۵

تحریر فرمائیے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ٥ ستمبر کو لکھا:

« مجملا یہ کہ مین در دولت کا گدای خاك نشین اور وہ آپ کا غلام۔ تفصیل یہ کہ میری پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میری گھر مین زیور زرینہ و سیمینہ کا نام و نشان نہین۔ ہت اودھار قرض کوئی دیتا نہین۔ آپ روپیہ عنایت فرمائین، تا یہ کام سر انجام پاؤ، اور بوڑھی فقیر کی برادری مین شرم رہجاؤ۔ دوسری بات یہ کہ سو روپیئی آپکی سرکار سی بطریق خیرات اور باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا سرکار انگریزی سی بعوض جاگیر پاتا ہون۔ عالم الغیب جانتا ہی کہ اس مین میرا بڑی مشکل سی گزارا ہوتا ہی۔ بہو کو کہان سی کھلاؤنگا؟ حسین علیخان کی کچھ تنخواہ مقرر ہوجائی۔ لیکن توقیع تنخواہ اوسکی نام جاری نہو۔ بلکہ اوسکی زوجہ حسن جہان بیگم بنت اکبر علیخان کی نام وہ تنخواہ مقرر ہو۔ اور اوسکی مہری رسید سی ملا کری۔ زر مصرف شادی کی مقدار اور تنخواہ کی مقدار جو خداوند کی ہمت اور اس کنگال اپاہج کی قسمت۔» (۱)

سرکار نے ارقام فرمایا کہ آپ مصارف کی مقدار لکھیے۔ اسکے بعد حکمِ مناسب دیا جاسکیگا۔ مابدولت کو بر بنایِ موانست و اتحادِ قدیمہ آپ کی خوشنودیِ خاطر مدِ نظر ہے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۳ ستمبر کو تحریر کیا:

« حضرت نی غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایہ پر پہنچایا کہ شاہان عجم مین سلطان سنجر نی اور شاہان ہند مین شاہجہان نی ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی ہوگی۔ باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدینخان کی ہان ہوئی۔ اونھون نی کھانی جوڑی کی دو ہزار روپیہ دیئی۔ اور میری زوجہ نی پانسو روپیی کا زیور لگا کر پچیس سو روپیی صرف کیی۔ حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنی خاندان کا ہی۔ لیکن امیر نہین۔ نوکری پیشہ ہی۔ اب یہ مین کیونکر عرض کرون کہ مجھی کیا دو۔ سائل ہون۔ یہ رسم نہین کہ سائل مقدار سوال عرض کری۔ حال مصارف شادی خاندان لکھدیا ہی۔ دو ڈھائی ہزار مین شادی اچھی ہوجائیگی۔ لیکن یہ بھی ساتھ عرض کرتا ہی کہ میرا حق خدمت اتنا نہین کہ اسقدر مانگ سکون۔ جو کچھ دوگی اوس مین شادی کردونگا۔» (۲)

اس عریضہ کا سرکار کیجانب سے کوئی جواب نگیا، اور رجب مین شادی ملتوی ہوگئی۔ میرزا صاحب نے ۲ رمضان سنہ ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸٦۷ ع کو یاددھانی کرتے ہوئے لکھا:

«ماہ صیام مین سلاطین و امرا خیرات کرتی ہین۔ اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغی مین ہوجائی، اور اس بوڑھی اپاہج فقیر کو روپیہ ملجائی تو اس مہینی مین تیاری ہو رہی، اور

(۱) مکاتیب، ص ۹٥ (۲) ایضاً، ص ۹۷

شوال مین رسم نکاح عمل مین آئی . اور چونکہ اس ماہ مبارک مین در فیض باز اور سال انگریزی کا بھی آغاز ھی ، وہ پچیس روپیہ مہینا جو زبان مبارک سی نکلا ھی ، جنوری سنہ ۱۸۶۸ سی بنام حسین علیخان مذکور جاری ہوجائی ، تو مجھی گویا دونون جہان ملگئی . » (۱)

لیکن اس عریضہ کا جواب بھی صیغۂ التوا مین رہا ، اور ذیقعدہ آپہنچا . میرزا صاحب نے ۹ مارچ سنہ ۱۸۶۸ع کو لکھا :

« مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کی مہینی مین قرار پائی تھی . عطیۂ حضور کی نہ پہنچنی کی سبب ملتوی رہی . آج جو ذیقعدہ کی ۱۵ ھی ، ۱۵ دن یہ اورمہینا ذی الحجہ کا . اگر اسی ذیقعدہ کی مہینی مین کچھ حضرت عطا فرمائینگی ، تو آخر ذی الحجہ تك نکاح ہوجائیگا . خدا کری ! خداوند کی ضمیر مین یہ بھی گزری ، کہ غالب جب بہو بیاہ لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سی کھلائیگا . غرض اس سی یہ کہ حسین علیخان کی تنخواہ جاری ہوجائی . حضرت ! کوئی ایسا نہین کہ جو میری مطالب حضور مین عرض کرتا رہی اور مجھی باربار لکھتی ہوی شرم آتی ھی . » (۲)

سرکار نے یہ درخواست منظور فرمالی ، اور آمدِ زمستان تك شادی سے فراغت کی امید ہوگئی . نواب مرزا خان داغ دھلوی ، اور حکیم مظفر حسین خان بہادر لکھنوی نے علی الترتیب میرزا صاحب کو قبولیتِ التماس کی اطلاع دی . اسکی توثیق نیز مکرر یاد دھانی کی خاطر میرزا صاحب نے ۱۳ اگست سنہ ۱۸۶۸ع کو لکھا :

« تین التماسین سابق پیش ہوئی تھین . سو اب پہلی برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سی اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر کی خط سی اون خواھشون کی منظور و مقبول ہونیکی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦٨ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ہوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ہوجایگی ، اور اوسکیواسطی اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ہوجایگی . » (۳)

اس عرصہ مین حسین علیخان کی سسرال سے شادی کا تقاضا شروع ہوگیا . میرزا صاحب نے مجبور ہوکر ۷ ستمبر کو ولیِ نعمت کی خدمت مین عرض کیا :

« پیر و مرشد ! حسین علیخان کی سسرال والون کا بڑا تقاضا ھی . زندگی مشکل ہوگئی ھی . بطریق « شیئا للہ » سوال مختصر یہ ھی کہ جو حضرت کی مزاج مین آوی وہ عطا کیجی ، اور حسین علیخان کی نام جداگانہ تنخواہ مقرر کردیجی . لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین . » (٤)

سرکار نے ابھی اسکا جواب ارقام نہین فرمایا تھا کہ اس عرصہ مین

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۵ (٤) ایضاً ، ص ۱۰٦

میرزا صاحب پر قرضخواہون کا سخت تقاضا ہونے لگا، اور شادی کی خوشی کے حصول سے قبل قرض کے غم کا رفع کرنا ضروری ہوگیا. ادایگیِ قرض کی سبیل صرف عطیۂ سرکارِ رامپور تھا. بنابرین ۱۶ نومبر کو میرزا صاحب نے بحالتِ اضطرار لکھا:

"حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی، کہ ایکی تنخواہ مین سی ٥٤ روپئی بچی. ٦٣ روپئی کا چٹھا ماہوار کا سو سہ ماھہ دینا. مجملا آٹھ سو روپئی ہون تو میری آبرو بچتی ھی. ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی. اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال. کبھی نکہونگا. آٹھ سو روپئی مجکو اور دیجی. شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائی، تو غنیمت ھی." (۱)

میرزا صاحب مرتے دم تك اپنے اس عہد پر قائم رہے. آخری عریضہ مین بھی، جو ۱۰ جنوری سنہ ۱۸٦۹ ع کو تحریر کیا تھا(۲)، حسین علیخان کی شادی کا ذکر نہین کیا، اور یہ ارمان ساتھ لیکر دنیا سے رخصت ہوگئے.

حسین علیخان نے انکے انتقال کے ایك مہینے بعد ۱۷ مارچ سنہ ٦۹ ع کو اپنے تقررِ تنخواہ کی درخواست بھیجی. بعد ازان ۱۲ جون کے عریضہ مین پھر اپنی خواہشِ وظیفہ کا اعادہ کیا، اور یہ بھی عرض کیا کہ فدوی بیمار ھے، اسلئے حاضرِ خدمت نہین ہوسکتا. انشاء اللہ صحت کے بعد قدمبوسی کی سعادت حاصل کریگا.

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸٦ ھ (اگست سنہ ۱۸٦۹ ع) کو بیگم غالب نے سرکار کو جو عریضہ لکھا ھے اوس سے معلوم ہوتا ھے کہ اوسوقت حسین علیخان ملازم ہوچکے تھے. لیکن ابھی انکی شادی نہین ہوئی تھی. ۲۱ فروری سنہ ۱۸۷۰ ع کو حسین علیخان نے رامپور سے دلی واپس جاکر منشی سیلچند صاحب کو ایك خط لکھا ھے. اوس سے معلوم ہوتا ھے کہ حسین علیخان اگست سنہ ٦۹ ع کے بعد رامپور آئے، اور فروری سنہ ۷۰ ع مین میرزا صاحب کی برسی کی فاتحہ کیلئے رخصت لیکر دلی گئے. وہان سسرال والون

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۷ (۲) ایضاً، ص ۱۰۸

نے شادی کا تقاضا کیا. ان کی تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماہوار مقرر ہوئی تھی، اور ابھی ٦ ماہ ملازمت پر گزرے تھے، اسلئے کچھ پس انداز بھی نہونے پایا تھا. لہذا بذریعۂ عریضۂ جداگانہ سرکار سے درخواست کی کہ مصارفِ شادی عطا فرماکر بندہ کی پرورش فرمائیے، اور منشی صاحب سے خواہش کی کہ اس کام مین آپ کوشش کرین. «یقین تو ہے کہ حضور دام اقباله بس رحم فرماکر کچھ عنایت فرمائینگے. آگے مقدر.»

اسکے بعد امثله مین شادی سے متعلق کوئی تحریر نہین. اسلئے قیاس یه ہے کہ حسین علیخان کو امداد ملگئی، اور سنه ۷۰ع مین انکی شادی کی تقریب انجام پائی.

تعلیم — عربی و فارسی

میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی. لیکن زبانِ فارسی سے فطری دلچسپی تھی. خوش قسمتی سے عنفوانِ شباب مین ایك ایرانی نژاد بزرگ ملا عبد الصمد آگرہ وارد ہوا، اور دو سال تك انکے مکان پر مقیم رہا. یه اصلاً زرتشتی تھا، اور فلسفۂ و حکمت مین دستگاہِ کامل رکھتا تھا. میرزا صاحب نے اوس سے زبانِ فارسی کے حقایق و دقایق سیکھے، اور اسطرح اپنی بواسطه تحصیلِ ادبِ فارسی کو پایۂ تکمیل تك پہنچالیا. چنانچه ایك عریضه مین فرماتے ہین:

«بدو فطرت سی میری طبیعت کو زبان فارسی سی ایك لگاؤ تھا. چاھتا تھا، که فرہنگون سی بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملی. باری مراد بر آئی، اور اکابر پارس مین سی ایك بزرگ یہان وارد ھوا، اور اکبرآباد مین فقیر کی مکان پر دو برس رھا، اور مین نی اوس سی حقایق و دقایق زبان پارسی کی معلوم کیئی. اب مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنه حاصل ھی. مگر دعوی اجتہاد نہین ھی. بحث کا طریقه یاد نہین.» (۱)

قاطعِ برھان سے معلوم ھوتا ھے کہ ملا عبد الصمد سنه ۱۲۲٦ ھ (۱۸۱۱ ع) مین آگرہ وارد ھوا تھا(۲).

---

(۱) مکاتیب، ص ۸۲ (۲) قاطع برھان، ص ۷

طب

میرزا صاحب نے ایک عریضہ مین اپنے طبی تجربہ کا بھی ذکر کیا ہے. جو غالباً قدرے کتبِ طب کے از خود مطالعہ سے اور زیادہ تر ایامِ امراض کی طوالت اور کثرتِ استعمالِ ادویہ سے حاصل ہوا تھا. فرماتے ہین :

«مین طبیب نہین مگر تجربہ کار ہون. ستر برس کا آدمی ہوشیار ہون.» (۱)

اسکے بعد مختلف ادویات تجویز کی ہین، اور بعض اشیا سے پرہیز کی ہدایت کی ہے.

علم نجوم

نواب فردوس مکان کے جشنِ غسلِ صحت کی تہنیت مین میرزا صاحب نے جو فارسی تہنیت نامہ لکھا ہے اوس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھین علمِ نجوم مین بھی دخل تھا. اس مکتوب مین از روی نجوم ثابت کیا گیا ہے کہ مرضِ سرطان سے سرکار کی صحتیابی ایسی مبارك ساعت مین واقع ہوئی ہے کہ اسکے اثرات کے ماتحت عرصۂ دراز تك سرکار مہلك امراض کے حملون سے محفوظ رہین گے. (۲)

وطن اور سکونت دھلی

میرزا صاحب کا وطن اکبرآباد (آگرہ) ہے. چنانچہ اپنے ایرانی استاد کے ذکر مین نواب خلد آشیان کو لکھا ہے :

«اکابر پارس مین سی ایك بزرگ یہان وارد ہوا، اور اکبرآباد مین فقیر کی مکان پر دو برس رہا.» (۳)

لیکن شادی کے بعد دلی مین آرہے تھے. یکم ستمبر سنہ ۱۸۶۶ع کو لکھتے ہین :

«مین باون ترپن برس سی یہان رھتا ہون.» (٤)

اس حساب سے اونکا دلی مین قیام سنہ ۱۸۱۳ ع یا سنہ ۱۸۱٤ ع سے ہونا چاہیے. میرزا صاحب نے دلی مین ذاتی مکان کبھی نہ بنایا. ہمیشہ کرایہ کے مکانات مین رہے. ان مین سے دو کا ذکر ایك عریضہ مین کیا ہے. فرماتے ہین :

(۱) مکاتیب، ص ٦۲ (۲) ایضاً، ص ٤٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۷۷

«دبیران خاص بر عنوان نامه‌های پیشین نشان کلبۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۂ بلیمار می مانم.» (۱)

مسکن کی حالات

جس عہد مین میرزا صاحب دلی تشریف لائے وہ اگرچہ دلی کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، لیکن آثارِ شگفتگی و آبادانی ہر طرف ہویدا تھے. غدر سنہ ۵۷ع نے اس شہر کی بچی کھچی دولت لوٹکر نیا سکہ چلایا. عمارات گراکر سڑکین بچھائی گئین. شہر اوجاڑ کر قبرستان آباد کیے گیے، اور اہلِ ہنر کو شہربدر کرکے فوج کا شہر مین پڑاؤ ڈالا گیا. ایکبار نواب فردوس مکان کو چوب چینی کی ضرورت پیش آئی. دلی اطبا اور عطارون کا مخزن تھا، اسلئے سرکار نے میرزا صاحب سے فرمایش کی. اسکے جواب مین ۲٦ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ع کو میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

«دلی اب شہر نہین. چھاؤنی ھی. کنپ ھی. نہ قلعہ، نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا.» (۲)

۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین کاتبون کے فقدان کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین:

«شہر سراسر ویران ھی. کاتب کہان؟» (۳)

خشک سالی

سنہ ٦۵ع مین دلی بارانِ رحمت کے فیض سے محروم رہی. جولائی بھری برسات کا مہینا ہے، لیکن اس زمانہ مین شہر کے اندر لو چلتی رہی. ۲۳ جولائی کو میرزا صاحب نے دلی کی محرومی کا رونا رویا ہے. فرماتے ہین:

«یہان خلق کو مینھ درکار ھی، اور ھوا شرارہ بار ھی. دھوپ کی تیزی سی آدمی کی تیور اور پہاڑ کی پتھر جل جاتی ہین. پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ھجوم جہان تہان. جز اعضای انسان، کہ وہ پسینی مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی ھی یا مطلق ہوا نہین.» (٤)

۱۱ ماہ اگست کو پھر لکھتے ہین:

«یہان مینھ اسیقدر برسا ھی کہ جسکی پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ھاتھ دھو لین.» (۵)

---

(۱) مکاتیب، ص ۱٤ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) ایضاً، ص ۸۰ (٤) ایضاً، ص ۵۵ (۵) ایضاً، ۵٦

برسات

لیکن آیندہ سال بارش نے سنہ ۶۵ع کی کمیِ باران کی تلافی کی، اور شہر مین اسقدر پانی برسا کہ گزشتہ باون ترپن برس سے ایسا نہ برسا تھا. یکم ستمبر سنہ ۱۸۶۶ع کو میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«برسات ایسی ہوئی ھی کہ مین باون ترپن برس سی یہان رھتا ہون. عرش آرامگاہ اکبر شاہ کی عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی یا امسال نظر آئی ھی.» (۱)

عقائد

میرزا صاحب کے ایک عریضہ سے اونکے عقائدِ اسلامی پر بھی روشنی پڑتی ھے. فرماتے ھین:

«اگرچہ فاسق و فاجر ہون، مگر وحدانیت خدا اور نبوت خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ہون.» (۲)

اخلاق و عادات

میرزا صاحب کے اخلاق و عادات اوس عہد کے شرفا کے اخلاق و عادات کا نمونہ تھے. لغو گوئی سے پرہیز، جھوٹ اور تکلف سے نفرت، احباب کی تکلیف سے رنج، خوشی سے راحت، چھوٹون پر مہربانی، اور بزرگون کی خیرخواھی، اونکا شعار تھا.

صدق و سداد

ایکبار نواب فردوس مکان کی جانب سے مراسلت مین تاخیر ہوئی. میرزا صاحب نے ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ع کو لکھا:

«فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھی. چند روز سی تفقد و التفات قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ہون. اگر غلط ھی میرا گمان تو بشرف اطلاع مشرف فرمائیے. اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ھی تو متوقع ہون کہ عتاب کی سبب سی آگہی پاؤن.» (۳)

لغو گوئی سی نفرت

۲۲ جولائی سنہ ۱۸۶۱ع کو ایک سفارش کے سلسلہ مین تحریر کرتے ھین:

«لازم کرلیا ھی کہ بیہودہ گزارش نکرون اور کبھی کسی کی سپارش نکرون.» (٤)

(۱) مکاتیب، ص ۷۷ (۲) ایضاً، ص ۸٤ (۳) ایضاً، ص ۳٤ (٤) ایضاً، ص ۳۱



قسم سی

جھوٹی قسم کھانے کے بارے مین لکھتے هین:

«خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا.» (۱)

رنج پر رنج

نواب فردوس مکان کی والدۂ ماجدہ کا انتقال هوا تو اونکی تعزیت مین ۲۸ مارچ سنہ ۵۹ ع کو تحریر کیا:

«کیا کہون کیا غم و اندوہ کا هجوم هوا. حضرت کی غمگین هونیکا تصورکرکر اور زیادہ مغموم هوا.» (۲)

سنہ ۱۸۶۵ ع مین نواب خلد آشیان کی بیاهتا بیگم فوت هوئین تو ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو لکھا:

«چاهتا هون کہ کچھ لکھون. مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون. لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون. آپکی قدمون کی قسم! دل نی قبول نکیا.» (۳)

خوشی سی خوشی

سنہ ۵۹ ع مین نواب فردوس مکان کو بصلۂ خدماتِ غدر علاقۂ جدید عطا هوا. اسکی تہنیت مین لکھتے هین:

«یہ چار بالش عمارت اور کاشی‌پور کا ضمیمۂ ملك موروثی هونا پہلی آپکو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپکی اولاد و اخوان و انصار کو اور سبکو بعد غالب دعاگوی گوشہ نشین کو مبارك هو.» (٤)

خیرخواهی

جون سنہ ۶۵ ع مین نواب خلد آشیان کو از راہِ خیرخواهی تحریر کیا ہے:

«پیر و مرشد! از راہ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. ..... حضرت کی جد امجد کو احمد شاہ درانی نی مخاطب بہ مخلص الدولہ فرمایا. حضرت اگر مناسب جانین تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمس الملك و بہرام جنگ» جناب ملکۂ معظمہ سی بذریعۂ گورمنٹ اپنی واسطی لین.» (٥)

قدما کا اعتراف

میرزا صاحب شعرایِ قدیم کے فنّی مرتبہ اور اونکے کلام سے استشہاد

(۱) مکاتیب، ص ٨٤ (۲) ایضاً، ص ۱۸ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ۲۳ (٥) ایضاً، ص ٥٤

کو تسلیم کرتے تھے. چنانچہ اسبارے مین نواب خلد آشیان کو صراحتاً لکھا ہے کہ:

«فقیر اشعار قدما کا معتقد. اون لوگون کی کلام کا عاشق.» (۱)

نیز خلیفہ احمد علیصاحب رامپوری کو دورِ متاخرین کے گلِ شگفتہ مولانا عرفی شیرازی کے متعلق لکھتے ہین:

«قواعد زبان فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ہی. ..... عرفی کی زبان سی جو نکلجائی وہ سند ہی. ہماری واسطی وہ ایک قاعدۂ محکم ہی. وہ مطاع ہی اور ہم اوسکی مقلد اور مطیع ہین.» (۲)

ہندی شعرا اور فرہنگ نویسون کا انکار

لیکن ہندی شعرایِ فارسی گو اور ہندی فرہنگ نویسون کے قائل نہ تھے. اونکا خیال تھا، کہ یہ حضرات اہلِ زبان کا کلام پڑھکر اپنے قیاس سے اوسکے محاورات و الفاظ کے معنی قائم کرتے ہین. اور یہ ضروری نہین کہ ہر جگہ اونکا قیاس صحیح نکلے، بنابرین بارہا اون سے غلطیان سرزد ہوئی ہین. اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان کو لکھا ہے:

«میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین. ہند انکا مولد. ماخذ انکا اشعار قدما. ہادی انکا انکا قیاس. ٹیکچند اور سیالکوٹیمل انکی پیرو. سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی.» (۳)

اس عریضہ کے جواب الجواب مین لکھتے ہین:

«شعرای ہند کی کلام مین جو غلطیان نظر آتی ہین، یا ہندی فرہنگ لکھنی والون کی بیان مین جو نادرستی اور باہم جو اونکی عقول مین اختلاف ہین، اوس مین مین کلام نہین کرتا. اپنی تحقیق کو مانی ہوئی ہون.» (٤)

بی تکلفی

اپنے مخلص احباب اور محسنون سے میرزا صاحب تکلف برتنا ناسزا جانتے تھے. نواب فردوس مکان سے انکا تعلق سراسر اخلاص پر مبنی تھا. اسلئے اگر روپیہ کی ضرورت آپڑتی تو میرزا صاحب بلا تکلف سرکار سے مانگ لیا

(۱) مکاتیب، ص ۸۳ (۲) ایضاً، ص ۱۱۹ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۸٤

کرتے تھے۔ اپنے اس رویہ کو ایك خط مین ظاہر بھی کردیا ہے۔ فرماتے ہین:

« جو آپ بن مانگی دین اوسکو لینے مین مجھی انکار نہین۔ اور جب مجھی حاجت آپڑی تو آپ سی مانگنی مین عار نہین۔ » (۱)

قرض سی نفرت

اگرچہ میرزا صاحب عمر بھر مقروض رہے، لیکن اونہین طبعاً قرضداری سے نفرت تھی۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ اس مصیبت کا سامنا نہو، مگر ایك متموّل اور ذیعزت خاندان کا فرد ہونے کے سبب اخراجات زیادہ تھے۔ اسلئے اونکی رامپور اور سرکارِ انگریزی کی ماہوار آمدنی، ایکسو باسٹھ روپیے آٹھ آنے، ضروری اخراجات کو ناکافی ہوتی، اور تقریباً ہر مہینے قرض لینا پڑتا۔ سرکارِ رامپور اونکا ملجا و ماوا تھی۔ جب قرض خواہون کا تقاضا سخت ہوجاتا تو ادائگیِ قرض کیلئے روپیہ کا سوال پیش کردیتے، اور یہان کی امداد سے بارِگران سے سبکدوشی حاصل کرتے۔ اس سلسلہ کی جسقدر تحریرین اس مجموعہ مین پائی جاتی ہین، اون سے صاف عیان ہے کہ میرزا صاحب قرض کا بار بہت محسوس کیا کرتے، اور چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس بلا سے نجات حاصل ہوجائے۔ چنانچہ سب سے پہلی تحریر مین، جو ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کی ہے، لکھتے ہین:

« بارگران غم سی پست ہوگیا ہون۔ آگی تنگدست تھا۔ اب تہی دست ہوگیا ہون۔ جلد میری خبر لیجی، اور کچھ بھجوادیجی۔ » (۲)

اسکے بعد ۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو پھر لکھا ہے:

« سو روپیہ کی ہنڈوی ... پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا، اور صرف ہوگیا، اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سی نکہون تو کس سی کہون۔ اس مشاہرۂ مقرری سی علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیجدیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سی کہ اُس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو۔ » (۳)

۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۵ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین تحریر کیا ہے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۶ (۲) ایضاً، ص ۱۶ (۳) ایضاً، ص ۲٤ و ۲۵

«ان دنون مین متفرقات کی قرضدار سرگرم تقاضا بلکه آمادۂ شور و غوغا تھی ۔ دو سو روپیه کی ھنڈوی صراحی آب حیات ھوگئی ۔ دام مرگ سی نجات ھوگئی ۔» (۱)

ایکبار رامپور سے تنخواہ کی روانگی مین دیر ھوگئی تھی ۔ میرزا صاحب کو قرضخواھون کی رقمین ادا کرنی ھونگی ، اسلئے ۱۰ اگست سنه ۱۸٦٦ع کو سرکار کی خدمت مین لکھا :

«میرا حال یہ کہ انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ھی ۔ حضور کی عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا ھی ۔ عالم الغیب جانتا ھی جسطرح گزرتی ھی ۔ چار سو ساڑھی چار سو کا قرض باقی ھی ۔ اب کوئی قرض بھی نہین دیتا ۔» (۲)

۱۳ اگست سنه مذکور کو پھر لکھتے ھین :

«غم نی بشمول بڑھاپی کی پست ومضمحل کردیا ھی ۔ حضرت کی قدمون کی قسم ! نه حواس درست نه رای صحیح ۔ برسون سی مکروھات مین مبتلا رھتی رھتی اب طاقت تحمل کی نرھی ۔ خدا جانی کیا ھوتا ھی کیا سمجھتا ھون ۔ کیا کرنا چاھیی کیا کرتا ھون ۔ کل آخر روز میر منشی حضور کا خط آیا ۔ جون کی تنخواہ کی رسید نه پہنچنی کی اطلاع پائی ۔ تہیدستی و قرض کی رنج مین خسته و آزردہ بیٹھا تھا ۔ اوسی وقت عرضی لکھی ۔ اگرچه ڈاک کا وقت نه تھا ، مگر بھیجدی ۔» (۳)

٦ اکتوبر سنه ٦٦ع کے عریضه مین میرزا صاحب نے راحت کا انحصار قرض کی ادائیگی مین بتایا ھے ۔ تحریر کرتے ھین :

«حضور ملك ومال جسکو جسقدر چاھین عطا کرسکتی ھین ۔ مین آپ سی صرف راحت مانگتا ھون ۔ اور راحت منحصر اس مین ھی که قرض باقماندہ ادا ھوجائی ، اور آیندہ قرض لینی کی حاجت نه پڑی ۔» (٤)

سرکار نے میرزا صاحب کا قرض ادا فرمادیا تو ۸ جنوری سنه ٦٧ع کو اوسکے شکریه مین لکھتے ھین :

«حضرت کی تصدق سی قرض ادا ھوگیا ۔ تنخواہ نی قسط سی اور مین نی رنج سی رھائی پائی ۔» (٥)

اگست سنه ۱۸٦۸ع مین میرزا صاحب کے قرض کی ادائیگی کا سرکار نے پھر وعدہ فرمایا ۔ اس وعدہ سے میرزا صاحب کو جو مسرت ھوئی ، اوسکا اندازہ ان الفاظ سے بخوبی ھوتا ھے :

«تین التماسین سابق پیش ھوئی تھین ... اون خواھشون کی منظور ومقبول ھونی کی نوید پائی ۔ انشا۔

(۱) مکاتیب ، ص ٦۲ (۲) ایضاً ، ص ۷٥ (۳) ایضاً ، ص ۷٦ (٤) ایضاً ، ۸۱ (٥) ایضاً ، ص ۸۹

اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ٦٨ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض... ادا ہوجایگا۔» (١)

١٦ نومبر سنہ ٦٨ع کو پھر لکھا:

«حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی کہ ابکی تنخواہ مین سی ٥٤ روپیہ بچی۔ ... مجملا آٹھ سو روپیۂ ہون تو میری آبرو بچتی ھی۔ ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی۔ اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال۔ کبھی نکہونگا۔ آٹھ سو روپیہ مجکو اور دیجی۔ شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائی تو غنیمت ھی۔ ... مختصر یہ کہ اب میری جان اور میری آبرو آپکی ھاتھ ھی۔ مگر حضور جو عطا فرمانا ھی جلد ارشاد ھو۔» (٢)

١٧ دسمبر کو میرزا صاحب نے یاد دھانی کی، اور پھر آخری خط مین اپنے اضطراب کو ان الفاظ سے ظاھر کیا:

«حضور قرضخواھون نی بہت عاجز کر رکھا ھی۔ بس میرا یہی کام ھی کہ یاد دلادون۔ آگی حضرت مالک ھین۔»(٣)

لیکن ابھی یہان سے رقم پہنچنے نپائی تھی کہ میرزا صاحب کا انتقال ھوگیا۔

امراض اور ضعف پیری

میرزا صاحب نے سب سے پہلے عریضۂ نمبر ١٤ مورخۂ یکم اکتوبر سنہ ١٨٥٩ع مین عوارضِ جسمانی کا ذکر کیا ھے۔ لیکن وہ ضعف پیری تک محدود ھے۔ فرماتے ھین:

«خدمت گزار ھون اور دعا و ثنا میرا کام ھی۔ بڑھاپی نی کھودیا۔ جز نفسی چند مجھ مین کچھ باقی نہین۔» (٤)

قولنج

امراض کا شکوہ ١١ نومبر سنہ ٦١ع سے شروع ھوتا ھے۔ اس زمانہ مین میرزا صاحب ابتداءً دردِ قولنج اور بعد ازان بخار مین مبتلا ھوے، اور ایک ماہ تک ان امراض کی مصیبت جھیلتے رھے۔ فرماتے ھین:

«دعاگو ایک مہینا بھر سی بیمار ھی۔ ابتدا وھی قولنج دوری۔ بسبب استعمال ادویۂ حارہ، کہ اس مرض مین اوس سی گزیر نہین، تپ نی آگھیرا۔ کئی باریان بھگتین۔ اب دو باریان ٹلگئی ھین۔ لیکن طاقت بالکل سلب ھوگئی ھی۔ اور ضعف دماغ نی قریب بہلاکت پہنچا دیا ھی۔ بالفعل آب سیب کا استعمال ھی۔» (٥)

---

(١) مکاتیب، ص ١٠٥ (٢) ایضاً، ص ١٠٧ (٣) ایضاً، ص ١٠٨ (٤) ایضاً، ص ٢٠ (٥) ایضاً، ص ٣٣

امراض مختلفه کا هجوم

نواب خلد آشیان کی دعوتِ قدومِ رامپور کے جواب مین امراضِ مختلفه اور صعوبتِ سفرِ تابستان کا عذر کرتے هوے لکھتے هین :

«وه آگ برس رهی هو که طیور کی پر جل رهو هین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر.» (۱)

٢٣ جولائی کو پھر تحریر کیا هے :

«پانی جگر گداز، هوا جانستان، امراض مختلفه کا هجوم جهان تهان.» (٢)

نیم مرده

سنه ١٨٦٥ ع مین نواب سکندر زمانی بیگم صاحبه کا انتقال هوا. ایسے موقع پر میرزا صاحب کو بزبان فارسی و عبارتِ بلیغ تعزیت نامه لکھنا چاهیے تھا. لیکن بڑھاپا اور ضعف مانع آیا، اور انهون نے ١٨ ستمبر سنه مذکور کو از راهِ معذرت لکھا :

«اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون وه سراسر طبع کی خلاف.» (٣)

کوفتهٔ و رنجور

رامپور کے دوسرے سفر سے واپس هوتے هوے میرزا صاحب مراد آباد پہنچکر بیمار هوگئے تھے. نواب خلد آشیان نے مزاج پرسی کی تو اسکے جواب مین ٢١ جنوری سنه ٦٦ ع کو رودادِ سفر بیان کرکے لکھتے هین :

«ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیساکه اس سفر سی پهلی تھا.» (٤)

نیمجان هون

سفر کی صعوبت اور عرضِ راه کی بیماری نے میرزا صاحب کی رهی سهی صحت برباد کردی، اور یه اپنے آپکو نیمجان سمجھنے لگے. چنانچه ٢٩ مارچ کو لکھتے هین :

«اپنا حال اس سی زیاده کیا لکھون که آگی ناتوان تھا، اور اب نیمجان هون. برخوردار نواب مرزا خان اپنی مشاهده کی مطابق جو میری حقیقت عرض کری وه مسموع و مقبول هو.» (٥)

---

(۱) مکاتیب، ص ٥٤ (٢) ایضاً، ص ٥٥ (٣) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ٦٨ (٥) ایضاً، ص ٦٩

حواس درست نہین

امراض اور مالی دقتون نے میرزا صاحب کے احساسات پر بہی کافی اثراندازی کی ۔ چنانچہ ۱۱ اگست سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا ھے :

« غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کردیا ھی ۔ حضرت کے قدمون کی قسم ! نہ حواس درست ، نہ رای صحیح ۔ برسون سے مکروہات مین مبتلا رھتے رھتے اب طاقت تحمل کی نرھی ۔ خدا جانے کیا ھوتا ھی ، کیا سمجھتا ہون ۔ کیا کرنا چاھیے ، کیا کرتا ہون ۔ » (۱)

ضعف بصر اور رعشہ

۱۸ ستمبر سنہ ٦٦ ع کو چند نئے امراض کی شکایت کرتے ہوئے تحریر کیا ھے :

« خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاہل ھی ۔ بصارت مین فتور ۔ ھاتھ مین رعشہ ۔ حواس مختل ۔ » (۲)

امراض قدیم بڑھگئے

اس کے ٦ ماہ بعد ۱۳ مارچ سنہ ٦٧ ع کو لکھتے ھین :

« اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین ۔ امراض قدیم بڑھگئے ۔ دوران سر ، اور رعشہ ، اور ضعف بصر ، تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین ۔ قلم نہین بناسکتا ۔ لڑکون سے بنوالیتا ھون ۔ برسون کی بات نہین رھی ۔ ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رھگئی ھی ۔ » (۳)

فرض محال

اسکے ایک مہینے بعــــد ١٤ اپریل سنہ ٦٧ ع کو نمایش باغ بینظیر کی شرکت کی آرزو کرتے ھوے تحریر کرتے ھین :-

« نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ھــون ، اور خون جگر کھاتا ھــون ، کہ ھائے مین وھان نہین ! بالاخانے پر رھتا ھون ۔ اوتر نہین سکتا ۔ ماناکہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا ۔ کہار چلے ، راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا ۔ کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی ۔ پالکی قفس اور مین طائر اسیر ۔ وہ بھی بے پر و بال ۔ نہ چل سکون ۔ نہ پھر سکون ۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون یہ سب بطریق فرض محال ھی ۔ ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھی ۔ » (٤)

اب دم نہین

رفتہ رفتہ ماہ و سال کے سفر کیساتھ ساتھ میرزا صاحب کے اعضا بھی

(۱) مکاتیب ، ص ٧٦ (۲) ایضاً ، ص ۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۹۱ (٤) ایضاً ، ص ۹۲

فرسودہ وناتوان ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۷ ع تک یہ نوبت پہنچی کہ اونہون نے منشی سیلچند صاحب کو صاف صاف لکھدیا:

«بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین۔ نہ طاقت باقی ہے۔ نہ حواس درست ہین۔ ..... لکھا کچھ چاہتا ہون۔ لکھ کچھ جاتا ہون۔ بس ابتو یہ نوبت پہنچی ہے کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسون مرا۔» (۱)

وفات اور مدفن

آخر کار وہ دن بھی آ گیا، جسکی میرزا صاحب کو برسون سے آرزو تھی، اور ۱۵ فروری سنہ ۱۸۶۹ ع مطابق ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انکی خواہش تھی کہ بعدِ مرگ رامپور مین دفن کیا جاؤن۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو حسین مرزا صاحب کو لکھا تھا:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا۔» (۲)

قضا وقدر نے یہ تمنا پوری نہونے دی، اور میرزا صاحب شاہ نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے احاطے مین مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔



(۱) مکاتیب، ص ۱۱۵ (۲) اردوی معلی، ص ۳۴۹

تصانیف

میرزا صاحب نے زیرِ نظر عریضون مین اپنی متعدد تصنیفات کا تذکرہ کیا ھے۔ ان مین سے اکثر مشہور ھین اور کئی کئی بار طبع بھی ھوچکی ھین۔ لیکن بعض کے حالات سے ارباب علم ابھی تک آگاہ نہین۔ اسلئے مناسب معلوم ھوتا ھے کہ ان سب کا اجمالی ذکر کردیا جائے۔

تاریخ سلاطین تیموریہ

۱۴ جنوری سنہ ۵۸ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین:

«از هفت هشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه .... می پرداختم.» (۱)

واقعہ یہ ھے کہ سنہ ۱۸۵۰ع مین شاہِ ظفر نے میرزا صاحب کو تاریخ نویسی کی خدمت پر بمشاھرۂ پچاس روپیہ ماھوار مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خان بہادر تواریخ سے حالات اقتباس کرکے میرزا کو دیا کرین، اور میرزا صاحب اپنے اندازِ خاص مین ان واقعات کو تحریر کرین۔ میرزا صاحب نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا، اور یہ تجویز قرار پائی، کہ کتاب دو حصون مین تقسیم کیجائے۔ پہلا حصہ ابتدای آفرینش سے امیر تیمورِ گورگان تک بالاختصار اور تیمور سے ھمایون تک قدرے تفصیل کیساتھ مرتب کیا جائے۔ دوسرے مین جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ تک کے واقعات ھون۔ میرزا صاحب نے حصۂ اول کا نام «مہرِ نیمروز» اور ثانی کا «ماہِ نیم ماہ» رکھا۔ حصۂ اول کے متعلق ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو میرزا صاحب نے منشی جواھر سنگھ جوھر کو لکھا ھے:

(۱) مکاتیب، ص ۱۲

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیه بدست هیرا سنگهه روان داشته ایم، و هنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از هیرا سنگهه باز پرس کنند.» (۱)

اس سے معلوم هوتا هے که سال ڈیڑه سال کے اندر هی «مهر نیمروز» تمام هو چکی تهی. لیکن سنه ۱۲۷۱ ھ تك زیورِ طباعت سے آراسته نهو سکی(۲)، جسکی وجه یه هو گی که اگر میرزا صاحب فوراً حضورِ شاه مین کتاب پیش کردیتے تو حصۂ دوم کا تقاضا شروع هو جاتا، جسکیواسطے یه اسقدر جلد تیار نه تهے.

بهر حال مطبوعه کتاب بادشاه کے روبرو سنه ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) مین پیش هوئی. چاهئے تها که میرزا صاحب حصۂ ثانی کی ترتیب شروع کردیتے. لیکن ایسا نهین هوا، حتی که سنه ۵۷ع نے بساطِ حکومت اولٹدی، اور «ماهِ نیم ماه» شرمندۂ طلوع نهو سکا. بظاهر اسکی ایك اهم وجه میرزا صاحب کی جدید طرزِ انشا بهی هے، جو بادشاه تو بادشاه اوس عهد کے کسی ادیب کو بهی پسندیده نه تهی. ورنه ناممکن تها که سنه ۵٤ع سے سنه ۵۷ ع تك بادشاه تقاضا نکرتے، یا مهلت عطا کردیتے اور قبلِ اتمامِ کتاب جلاوطن هو جاتے تو میرزا صاحب اپنے خطوط مین یه نه لکهتے که مین نے حصۂ ثانی کی ترتیب کا آغاز کردیا تها، لیکن اوسکو انجام تك اسلئے نهین پهنچایا که اب اوسکا قدردان دلی سے رخصت هو گیا تها. یه بهی ممکن هے که چونکه اسی سال شیخ ابراهیم ذوق کا انتقال هوا اور میرزا صاحب به تنخواهِ موجوده استادِ شه قرار پائے، اسلئے اونهون نے خلافِ دانشمندی سمجها هو که ایك تنخواه کے عوض دو خدمتین انجام دین. والله أعلم.

دیوان اردو

میرزا صاحب نے ۵ ذی الحجه سنه ۱۲۷۳ ھ کے عریضه مین اسکا اسطرح ذکر کیا هے:

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰ (۲) ایضاً، ص ۳۷٤

«مجکو غم یہ ھی کہ غزلہای اصلاحی اور دیوان اردو کی رسید مین نہ پائی ..... دیوان کی رسید ... ایسی ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیگا ، اور اوسکو تاکید کیجیگا کہ اسکو بھیجدی .» (۱)

منشی شیونرائن اکبرآبادی کو اس نسخہ کے بارے مین لکھتے ھین :

«اب تم سنو . دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا . مگر ھان مین نی غدر سی پہلی لکھوا کر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور بھیجدیا تھا .» (۲)

اس بیان سے بظاھر یہ مترشح ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے مئی سنہ ۵۷ع سے قبل دیوانِ اردو رامپور بھیجا . لیکن دراصل نسخۂ مذکور عریضہ نمبر ۵ کے جواب کی تاریخ ۹ مئی اور تاریخِ آشوبِ غدر ۱۱ مئی کے درمیان کسی تاریخ کو بھیجا گیا تھا . چونکہ وہ تاریخ غدر سے قبل تھی اسلئے میرزا صاحب نے مجملاً «غدر سے پہلے» کہا ھے .

میرزا صاحب کو اسکی رسید نومبر سنہ ۵۸ ع تك موصول نہوسکی . جب ماہِ مذکور مین انہون نے «دستنبو» کی ایك جلد تحفۃً ارسال کی اور نواب صاحب نے جواب مین لکھا کہ عدیم الفرصتی کے سبب دیوان اور دستنبو ملاحظہ سے نگزرا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر کو لکھا :

«اس قرینی سی کہ بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا ریختہ کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا .» (۳)

اس نسخہ کی مفصل کیفیت صفحۂ ۱۰ کے حاشیہ مین ملاحظہ ھو .

دستنبو

میرزا صاحب نے «آغازِ یازدھم مئی سنہ ۱۸۵۷ ع سے ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۵۸ ع تك رودادِ شہر اور اپنی سرگزشت یعنی پندرہ مہینے کا حال نثر مین لکھا ... اور التزام اسکا کیا ... کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسیِ قدیم لکھی جائے ، اور کوئی لفظِ عربی نہ آئے»(۴) . اور منشی شیو نراین کے مطبع واقعِ اکبرآباد (آگرہ) مین طبع کراکے ایك نسخہ نواب فردوس

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰ (۲) اردوی معلی ، ص ۳۸۱ (۳) مکاتیب ، ص ۱۸ (۴) اردوی معلی ، ص ۴۹ و — مکاتیب غالب

مکان کو ارسال کیا۔ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع کو اسکی رسید کے متعلق لکھتے ھین:

«اس قرینی سی کہ بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا، ریختہ کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا۔ دیوان کی دیکھنی ندیکھنی مین آپ کو اختیار ھی۔ مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ھی اسکا دیکھنا ضرور درکار ھی۔ فارسی قدیم اور پھر حسن معنی اور صنعت الفاظ۔ با این ھمہ ھر امر کی احتیاط اور ھر بات کا لحاظ۔ جنابعالی! طرفہ معاملہ ھی۔ خدا کا شکر ھی اور اپنی قسمت کا گلہ ھی۔ خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کی جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین۔ قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین۔ یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھی۔ گویا بن کھائی جینا ھی۔ کہتی ھین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملیگا۔ دیکھئی کیا نیا گل کھلیگا۔ پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ھوگیا ھی۔ کہ اب قلمرو ھندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ھوگیا ھی۔ مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ھون، اور وزرای ملکۂ دارا دربان کی دو سارتیفکٹ پاچکا ھون۔ اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاھی، تو اسی کتاب موسوم بہ «دستنبو» مین دیکھا چاھئی۔» (۱)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع سے قبل کتاب طبع ھو چکی تھی۔ اس کتاب کی طباعت مین میرزا صاحب نے جسقدر اہتمام اور کوشش کی ھے اوسکی داستان سے اردوی معلی اور عودِ ہندی کے صفحے کے صفحے پُر ھین۔ ان خطوط کا ضروری اقتباس مولانا مہر کی کتاب کے صفحات ۳۲۶ - ۳۳٤ مین ملاحظہ ھو۔

کلیات فارسی

کلیاتِ فارسی کا نسخہ میرزا صاحب نے مارچ سنہ ۱۸٦۱ ع مین نذر کیا تھا۔ یہ نسخہ خاندانِ لوھارو کے ایک بزرگ نواب فخر الدین خان مرحوم کے قلم کا لکھا ھوا ھے۔ ۷ اپریل سنہ ٦۱ ع کو اسکے بارے مین میرزا صاحب تحریر کرتے ھین:

«کلیات فارسی کی پہنچنی سی اور اس نذر کی مقبول ھونی سی مجکو بہت خوشی حاصل ھوئی۔» (۲)

۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲ ھ (١٤ مئی سنہ ۱۸٦۵ ع) کو پھر اسکا ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۵ (۲) ایضاً، ص ۲۸

«دو قصیدۂ مدحیہ میری دیوان فارسی مین مرقوم اور وہ دیوان حضرت کی کتابخانی مین موجود ھو .» (۱)

بعد ازان ۱۸ جون سنہ ٦٥ ع کو پھر لکھتے ھین :

«اب عرض یہ ھو کہ حسب الحکم حضور کی یہ قصیدہ میری دیوان فارسی مین ، جو کتابخانی مین موجود ھو ، درج کیا جائی .» (۲)

نسخہ کی مزید تفصیل ص ۲۸ کے حاشیہ نمبر ۲ مین درج ہے .

نامۂ غالب

میرزا صاحب نے سنہ ۱۸٦۰ ع مین فرهنگِ برهانِ قاطع کے اغلاط پر مشتمل ایک رسالہ مسمی بہ «قاطعِ برهان» لکھکر نواب فردوس مکان کی امداد سے شایع کیا تھا. اسکے جواب مین هندوستان کے متعدد اهلِ علم نے رسایل لکھے . ان حضرات مین سے ایک مرزا رحیم بیگ تھے . انھون نے «ساطعِ برهان» رسالہ تصنیف کیا ، اور اوسمین میرزا صاحب کو بہت جلی کٹی باتین سنائین . میرزا صاحب نے اسکا جواب الجواب لکھا ، اور اوسکے پانچ نسخے نواب مرزا خان داغ دهلوی کے توسط سے نواب خلد آشیان کی خدمت مین نذر گزرانکر ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٥ ع کو نوابصاحب کو لکھا :

«ایک عبارت کا ایک جزو بطریق خط ایک انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھو . پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھو . پانچ رسالی وہ میریطرف سی نذر گزرانینگی . حضرت قبول نذر کو میرا عز و شرف جانین گی .» (۳)

اس سے ظاهر هوتا ہے کہ رسالۂ مذکورہ شروع اگست سنہ ٦٥ مین شایع هوا تھا.

انتخاب دیوان اردو

نواب خلد آشیان اساتذۂ فارسی و اردو کے منتخبہ اشعار کی ایک بیاض مرتب فرمانا چاهتے تھے . اسکے لئے میرزا صاحب کے چیدہ چیدہ اشعار کی بھی ضرورت تھی . لهذا اونھون نے ۲۵ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کو میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ اپنے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب روانا فرمائیے ، تا کہ

(۱) مکاتیب ، ص ۵۳ (۲) ایضاً ، ص ۵۳ (۳) ایضاً ، ص ۵۷

مجموعۂ مذکور مین شامل کیا جائے۔ میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو جواباً تحریر کیا :

«اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا هی ۔ ....: بعد اتمام تحریر نذر کیا جائیگا ۔ » (۱)

۱۸ ستمبر کو پھر تحریر کیا :

«خاطر اقدس مین نگزری که غالب تعمیل احکام مین کاهل هی ۔ بصارت مین فتور ۔ هاتھ مین رعشه ۔ حواس مختل ۔ ناچار کاتب کی تلاش کی ۔ شهر سراسر ویران هی ۔ کاتب کهان ؟ باری ایك دوست نی کاتب نشان دیا ۔ اردو کا دیوان اشعار پر صاد کرکی اوسکو حواله کیا ۔ کل وه اجزای منقوله آئی ۔ آج بطریق پارسل مع اس عرضی کی ارسال کیی ۔ خط کاتب کا مجکو پسند نهین آیا ۔ حضرت کو کیونکر پسند آئیگا ۔ اغلاط اتنی تهی که مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی ۔ » (۲)

۲٤ ستمبر کو سه باره اردو دیوان کا اسطرح ذکر کیا هے :

«اردو دیوان کا انتخاب بهیج چکا هون ۔ یقین هی که حضرت کی نظر انور سی گزر گیا هو ۔ » (۳)

انتخاب دیوان فارسی

اسی سلسله مین میرزا صاحب نے اپنی فارسی غزلون کا انتخاب بھی روانا کیا تھا ۔ ۱۰ ستمبر کے خط مین اسکے متعلق فرماتے هین :

«فارسی دیوان کا شیرازه کھولکر چند شخصون کی حوالی کیا هی ۔ » (٤)

۱۸ ستمبر کے عریضه مین دیوان اردو کے ارسال کی اطلاع کے بعد لکھتے هین :

«فارسی کی کلیات کا شیرازه کھولکر اجزا اوسکو احباب پر تقسیم کردیئی هین ۔ جابجا اشعار پر صاد کردیئی هین ۔ وه بهی میری انتخاب کی مطابق نقل هو رهی هین ۔ بعد اتمام وه بهی پیشکش کرونگا ۔ » (۵)

میرزا صاحب نے یه انتخاب ۲٤ ستمبر کو روانا کر کے بطریقِ اطلاع سرکار کو لکھا :

«آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریق پارسل اس عرضی کیساتھ بهیجتا هون ۔ ... اس درویش نی صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بهیجا هی ۔ قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابهی نهین بهیجا ۔ اگر حکم هو تو وه بهی بهیجون ۔ » (٦)

لیکن اغلب یه هے که سرکار نے ان اصنافِ نظم کا انتخاب طلب نهین فرمایا ۔ ان دونون نسخون کے متعلق ص ۷۹ کا حاشیه نمبر ۱ ملاحظه کیجیے ۔

(۱و٤) مکاتیب ، ص ۷۹ (۲و۵) ایضاً ، ص ۸۰ (۳و٦) ایضاً ، ص ۸۱

تلامـــذه

میرزا صاحب کے شاگردون کی تعـداد خاصی ھے. لیکن مکاتیب مین صرف چنــد اصحـاب کا ذکر آیا ھے. ان مین سے باقرعلیخـان اور حسین علیخان سببی خاندان کے عنوان کے ماتحت مـذکور ھوچکے. بقیـه اصحـاب حسبِ ذیل ھین.

نیر

نواب ضیاء الدین خان بہادر نـیّر و رخشان ابن نواب احمـد بخش خانؔ بہـادر والیِ فیروزپور جھرکه و لوھارو میرزا صاحب کے ارشـدِ تلامـذه مین تھے. نواب خلد آشیان نے ۲۵ اگست سنه ۶۶ ع کے فرمان مین میرزا صاحب سے ارشاد فرمایا تھا که بھـائی ضیاء الدین خانصاحب کے کلام کا انتخاب بھی بھجوائیے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو لکھا :

« بھـائی ضیاءالدین خان کا مجموعـهٔ نظم و نثر فارسی و اردو سراسر دیکھا ھوا میرا، جو اونکی کتابخانی مین تھا، غدر مین لٹگیا. بعد غدر ذوق شعر باطل اور دل افسرده ھوگیا. دو تین غزلین فارسی و ھندی جو لکھی ھین اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا. » (۱)

۲۴ ستمبر کو انتخـابِ دیوانِ فارسی کیساتھ جو عریضـــه بھیجا تھا اوسمین ضیاءالدین خان بہادر کے بارے مین تحریر کیا ھے :

« بھائی ضیاءالدین خان بہـادر نی جو اوراق میری پاس بھیجی ھین وه بھی اس پارسل مین رکھدیئی ھین. حضرت اس غریب کا مجموعهٔ نظم و نثر غدر مین لٹگیا. بعد غدر جو کچھ کہا ھے وه یہی ھی، جو پہنچتا ھی. » (۲)

نواب ضیاءالدین خان بہادر کیلئے ص ۷۹ کا حاشیه نمبر ۲ ملاحظه ھو.

ناظم

میرزا صاحب کے دوسرے قابلِ فخر شاگرد، جنکا مکاتیب مین اسلئے

(۱) مکاتیب، ص ۷۹ (۲) ایضاً، ص ۸۲

بارها ذکر آیا ھے کہ ابتـــدائی ٤٢ عرایض اون کے نام ِ نامی سے معنون ھین ، نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان ناظم تخلص ھین . چونکہ دیباچہ مین موصوف الذکر کی شاگردی سے بالتفصیل بحث کیگئی ھے ، نیز اونکے سوانح پر ایك مختصر نوٹ مکاتیب کے آغاز مین درج ھے ، اسلئے یہان صرف ذکر پر اکتفا کیا جاتا ھے .

نواب خلد آشیان

نواب ســید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان بھی میرزا صاحب کے زمرۂ تلامـــذہ کے رخشندہ گوھر ھین . آپ نے ٢٧ اگست ٦٦ ع کو ایك فارسی نثر میرزا صاحب کو بغرضِ اصلاح بھیجی تھی ، اور گرامی نامۂ مورخۂ ٢ اکتوبر مین تحریر فرمایا تھا :

« مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . » (١)

بعض وجوہ سے یہ رشـــتہ پایدار ثابت نہ ھوا ، اور غالباً صرف ایك نثر پر میرزا صاحب اصلاح دیسکے . مکاتیبِ ھـــذا کی بڑی تعـــداد آپ کی خدمتِ اقدس مین لکھی گئی ھے . چونکہ آپ کے نام کے عرایض کے شروع مین سوانحِ حیات پر مشتمل ایك نوٹ اضافـــہ کردیا گیا ھے ، اسلئے یہـان تفصیل کی حاجت نہین .

---

(١) مکاتیب ، ص ٨٢ ، حاشیہ نمبر ١ .

لوازمات امارت

شاگرد پیشه

ایك عریضه مین میرزا صاحب نے اپنے ملازمون کا بهی اجمالی ذکر کیا هے . فرماتے هین :

«حضور کی عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا هے . عالم الغیب جانتا هے جسطرح گزرتی هے .» (۱)

اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کے ملازمون کی تعداد خاصی تهی، اور یه که وه اس غربت مین بهی لوازماتِ امارت کے پابند تهے . ان خدمتگارون مین سے بعض کا تذکره میرزا صاحب کے دوسرے سفرِ رامپور کے ضمن مین آئیگا .

مختار کار

میرزا صاحب نے روسا کیطرح مالی اور دیگر دفتری کاروبار کے انصرام کیلئے مختار کار بهی رکھ چهوڑا تها . یه قوم کا بنیا اور ساهوکاری پیشه تها . بسا اوقات اسی سے میرزا صاحب قرض بهی لیا کرتے، اور اسی کے هاتھ سرکارِ رامپور کی فرستاده هنڈوی فروخت کر ڈالتے تهے .

۱۳ اگست سنه ۱۸٦٦ ع کے عریضه مین میرزا صاحب نے پهلی بار اسکا ذکر کیا هے . فرماتے هین :

«آج آخر روز توقیع وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا . هنڈوی مختار کار کو دی اور یه عرضی لکهنے بیٹها .» (۲)

بعد ازان ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۸ ع کو منشی سیلچند کے نام کے مکتوب مین لکهتے هین :

«اگلے مهینے یعنی اگست سنه ۱۸٦۸ کی تنخواه کی هنڈوی جو تم نے بهیجی تهی اوسکا روپیه ابتك نهین پٹا . مین تو جسدن هنڈوی آتی هے اوسیدن یا دوسری دن اپنے مختار کار کے هاتھ، که وه بهی مهاجن هے، بیچ ڈالتا هون . مگر اوس مختار کو جسکے هان هنڈوی آئی هے اوسنے روپیه ابتك نهین دیا .» (۳)

---

(۱) مکاتیب، ص ۷۵ (۲) ایضاً، ص ۷٦ (۳) ایضاً، ص ۱۱٦

انگریزی تعلقات

دیرینہ نمکخوار

حکومتِ انگلشیہ سے میرزا صاحب کے تعلق کا آغاز اونکے چچا نصراللہ بیگ خان بہادر کے توسط سے ہوتا ہے. نصراللہ بیگ خان بہادر انگریزی فوج مین رسالدار، اور پرگنۂ سونك سونسا کے جاگیردار تھے. میرزا صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد چچا کی سرپرستی مین پرورش پا رہے تھے کہ سنہ ۱۸۰۶ ع مین، جبکہ انکی عمر ہنوز دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی، نصراللہ بیگخان بہادر کا انتقال ہوگیا. لارڈ لیك بہادر نے دیرینہ خدمات کا لحاظ کرکے جاگیر کے عوض اونکے متعلقین کی پنشن مقرر کرادی، اور اسطرح میرزا صاحب انگریزون کے وظیفہ خوار بنگئے. یہ پنشن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ، برادرِ نسبتیِ نصراللہ بیگخان بہادر، کے خزانہ سے ملتی تھی. لیکن اونکے جانشین، نواب شمس‌الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کرانے کے الزام مین پھانسی دیدیگئی، اور فیروزپور کی جاگیر ضبط ہوگئی، تو میرزا صاحب اور دیگر ورثایِ نصر اللہ بیگخان کی پنشن خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہونے لگی اور اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع تك میرزا صاحب کو ملتی رہی.

میرزا صاحب اپنی اس «دیرینہ نمکخواری» کے متعلق نواب فردوس مکان کو تحریر کرتے ہین:

«حالی رای جہان آرای باد، کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم. و از سر آغاز سال یکہزار و ہشتصد و شش، کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصراللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہادر در فتح ہندوستان کوششہای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر

یافته ، و هم دران عهد برگ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمان جرنیل لارڈ لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملۂ زر استمراری سرکاری ، که بذمۂ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانۂ کلکٹری دهلی صورت پزیرفت . چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام . » (۱)

دربار اور خلعت

پنشنخوار کی حیثیت سے میرزا صاحب اهم شخصیت کے مالك نه تھے . اونہین ساڑھے سات سو روپیے سالانه یا ساڑھے باسٹھ روپیه ماهوار کا معمولی وظیفه ملتا تھا . نواب خلد آشیان کو ۵ ستمبر سنه ۶۷ ع کے عریضه مین لکھا ھے :

« باسٹھ روپئے آٹھ آنے مهینا انگریزی سرکار سی بعوض جاگیر پاتا هون . » (۲)

در اصل اونکا حقیقی اعزاز یه تھا که گورنر جنرل کے دربار مین داهنی صف مین دسوین کرسی اور سات پارچے مع جیغه ، سرپیچ و مالای مروارید خلعت پاتے تھے . نواب فردوس مکان کو یه تفصیل لکھتے هوے فرماتے هین :

« مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاست دودمانی کا رکھتا هون . معاش اگرچه قلیل هی ، مگر عزت زیاده پاتا هون . گورمنٹ کی دربار مین داهنی صف مین دسوان نمبر اور سات پارچی اور جیغه ، سر پیچ ، مالای مروارید خلعت مقرر هی . » (۳)

غدر اور قصور خدمت

سرکار انگریزی سے میرزا صاحب کے تعلقات مئی سنه ۵۷ ع تك خوشگوار تھے . جب دهلی اور دیگر اطرافِ ملك مین انگریزون کے خلاف فوج اور رعایا نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ، اور شاہِ ظفر مطلق العنان حکمران قرار دیے گئے ، تو میرزا صاحب کیلئے بجز گوشه گیری کوئی چارۂ کار نرها . کیونکه اگر اپنی محسن سرکار کا ساتھ دیتے ، تو باغی گھر بار لوٹ لیجاتے ، اور اهلِ قلعه کی کھلم کھلا حمایت کرتے ، تو بصورتِ ناکامی انگریزون کی طرف سے بدسلوکی کا خوف تھا . نصیب کی تائید سے میرزا صاحب کی تدبیر کارگر هوئی ، اور وه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ۹۶ (۳) ایضاً ، ص ۲۱

شہر دھلی کے اندر باغیون کیساتھ «بباطن بیگانه و بظاہر آشنا» ایام گزاری کرتے رھے . تا آنکه انگریزی فوج نے دوبارہ شہر فتح کیا ، اور اون اشخاص کی دار و گیر شروع ہوئی ، جنھون نے باغیون کی جنبه داری کی تھی . اھلِ شہر نے انگریزی سپاہ کے داخلِ شہر ہوتے ھی بھاگنا شروع کردیا ، لیکن میرزا صاحب اپنی جگه سے نه ھلے . شہر مین تحقیقات شروع ہوئی . مخبرون نے اطلاعین بہم پہنچاکر باغیون کی تلاش مین گورنمنٹ کی مدد کی ، مگر باوجودِ تعلقِ قلعه میرزا صاحب کے دامنِ وفاداری پر دھبه نه آیا . حکام کو میرزا صاحب کے قیامِ دھلی کی اطلاع ہوئی ، مگر اونھون نے اس سے دلچسپی نلی . خود میرزا صاحب نے کسی حاکم سے اسلئے ملنا مناسب نه جانا که موجوده اصحاب مین اونکا کوئی شناسا نه تھا . نتیجه یه ہوا که کچھ عرصه کیلئے انکے تعلقاتِ انگریزی منقطع ہوگئے . دورانِ بغاوت مین نواب فردوس مکان نے انگریزون کی بڑی امداد کی تھی . میرزا صاحب اس حقیقت سے واقف تھے . جب غدر کی آگ بجھ گئی ، تو انھون نے از راہِ مصلحت ۱۴ جنوری سنه ۱۸۵۸ع کو اپنی ساری روداد نوابصاحب کو لکھی ، اور آخر مین عرض کیا :

« راستی اینکه درین فتنه و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام . لیکن مقام شکر است که به تقدیم نرسیدن خدمت از راه بیدستگاهیست و ذریعهٔ اخلاص و خلوص همان بیگناهیست . » (۱)

بعد ازان ۷ نومبر سنه ۵۸ع کو تحریر کیا ھے :

«خدا کا شکر یه که باوجود تعلق کسیطرح کی جرم کا به نسبت میری احتمال بھی نہین . » (۲)

اسی سلسله مین ۷ نومبر سنه ۵۹ع کو لکھتے ھین :

«ابتک مین اپنی کو یه بھی نہین سمجھا که بیگناه ہون یا گناهگار . مقبول ہون یا مردود . مانا که کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو دستور قدیم کو برهم ماری . » (۳)

مسدودی دربار و خلعت و پنشن

میرزا صاحب نے ایامِ غدر مین جو رویه اختیار کیا تھا اوسکی بنا پر

(۱) مکاتیب ، ص ۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۲

حکومتِ انگلشیہ کی نظر مین مجرم ثابت نہوے کہ سزا دیجاتی، لیکن کسی خاص خدمت کے انجام ندینے کے سبب اس کے بھی مستحق خیال نہ کیے گئے کہ پنشن، دربار اور خلعت بحال رکھا جائے. چنانچہ یہ تینون اعزاز بند ہوگئے. نواب فردوس مکان کو ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کے عریضہ مین دربار و خلعت کے ذکر کے بعد لکھا ھے:

«لاڑد ھاردنگ صاحب کے عہد تک پایا. لاڑد دلھوسی یہان آئے نہین. اب یہ نواب معلی القاب آتے ھین. زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین. بڑے میری مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب. وہ بھی چیف سکرتر نرھے. لفٹنٹ گورنر ھوگئے. وہ سکرتر رھتے تو مجھے کچھ غم نہ تھا.» (۱)

پنشن کی مسدودی کے بارے مین ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے محولۂ بالا عریضہ مین لکھتے ھین:

«چنانکہ تا انجام اپریل سنہ ۱۸۵۷ از کلکتری دھلی یافتہ ام. و از مئی خود آشکار است کہ حال چیست.» (۲)

اسکے بعد ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو تحریر کرتے ھین:

«جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جیناھے.» (۳)

پنشن کی بحالی کی کوشش

غالباً مئی سنہ ۱۸۰۶ ع سے اپریل سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو خاندانی وظیفہ ملتا رھا. مئی مین غدر ھوگیا اور چند ماہ تک اھلِ دھلی اور گورنمنٹ کے تعلقات منقطع رھے. فتحِ دھلی کے بعد جنوری سنہ ۵۸ ع تک میرزا صاحب نے اسلئے تجدیدِ راہ و رسم کی سعی نکی، کہ شناسا حاکمون مین سے اب کوئی نہ رھا تھا، اور نئے حکام سے ملاقات کی تقریب کوئی خدمت ھونی چاھیے تھی، جو از راہِ احتیاط انھون نے انجام نہین دی تھی. چنانچہ ۱۴ جنوری سنہ ۵۸ ع کے عریضہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا ھے:

(۱) مکاتیب، ص ۲۲ (۲) ایضاً، ص ۱۲ (۳) ایضاً، ص ۱۵

«از سر آغاز سال ۱۸۰۶ ... بعوض جاگیر عم حقیق نسبي خود ... مشت زری ... در وجه معاش من .... قرار یافت .... چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کالکتری دهلی یافته ام . و از مئی خود آشکار است که حال چیست . ... می بایست که خود سلسله جنبان گشتمی . و با حکام پیوستمی . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقه معرفتی ندارم . و معهذا موقع و محل آن نمی نگرم که نامه نویسم ، و خواهش ملاقات بیان آورم . راستی اینکه درین فتنهٔ و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام . » (۱)

لیکن معلوم هوتا هے که ۱٤ جنوری اور ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کے درمیان هی مین بحالیِ پنشن کی سلسله جنبانی شروع کردی تهی . اسلئے که نواب فردوس مکان کی بالواسطه دعوتِ رامپور کے جواب مین صاحبزاده سید زین العابدین خان بہادر کو ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کو لکھتے هین :

« مین نے اپنی پنسن کی باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تهی . وهان سی صاحب کمشنر شهر کی وه درخواست حواله هوئی . صاحب کمشنر دهلی نے صاحب کلکٹر شهر سی کیفیت طلب کی هی . پس اگر وه کیفیت پنسن کی هی تو یهان کی کالکٹری کا دفتر اگر نہین رها نه رهی . رینوبوڑد کی دفتر اور لفٹنٹ گورنری آگره اور نواب گورنر جنرل کلکته کی دفتر اس پنسن کی کیفیت سی خالی نہین هین . اور اگر میری کیفیت مطلوب هی ، تو میرا بیجرم اور بری اور الگ هونا فساد سی از روی دفتر قلعه و اظهار مخبرین ظاهر هی . بهر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کالکٹر سی طلب کرکر چیف کمشنر کی ساتھ پنجاب کو گئی هین . دیکھی کب آوین ، اور بعد ملاحظهٔ کیفیت کیا حکم دین . » (۲)

مداحون مین نام

اس عرصه مین میرزا صاحب نے مداحانِ حکومتِ انگلشیه مین اپنا نام درج کراکے وزرایِ ملکهٔ معظمه کے دو سارٹیفکٹ حاصل کرلئے تهے . لیکن اسکے باوجود نومبر سنه ۵۸ع تك پنشن جاری نہوئی ، اور جب شہر مین یه افواه مشهور هوئی که جنوری سنه ۱۸۵۹ ع مین پنشندارون کو روپیه ملیگا ، تو ۷ نومبر سنه ۵۸ع کو میرزا صاحب نے از راهِ شکایت نواب فردوس مکان کو لکھا :

« قسمت کا گله یه که عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بهی نہین . یه نومبر سنه ۱۸۵۸ انیسوان مہینا هی . گویا بن کھائی جینا هی . کہتی هین که جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیه ملیگا .

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱-۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۰

دیکھئی کیا نیا گل کھلیگا . پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ھی ، کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ھی . مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون . اور وزرای ملکۂ دارادربان کی دو سارتی فکٹ پا چکا ہون . » (۱)

اسکے جواب مین نوابصاحب نے لکھا کہ آپ رامپور تشریف لے آئیے . میرزا صاحب نے ۳ دسمبر کو جواباً تحریر کیا :

«میری حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھی ، مین وہان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ھی . اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن . سنا جاتا ھی ، اور یقین بھی آتا ھی ، کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی . جسکو روپیہ ملنا ھی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا ھی اوسکو جواب ملجائی . » (۲)

عرضی کی روداد

جنوری سنہ ۵۹ ع پر دو مہینہ اور گزرگئے ، مگر ہنوز مقدمۂ پنشن فیصل نہوا . سرکار نے ۱۳ اپریل کو پھر دعوتِ آمدِ رامپور دی ، تو میرزا صاحب نے امیدِ وصولیابیِ پنشن کا گیت گاتے ہوے لکھا :

«مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھی ، اور ہنوز صدرکو روانا نہین ہوئی . نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری کواغذ طلب کئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی . وہان سی کلکتہ کو بھیجی جائینگی . پھر وہان سی حکم منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا . » (۳)

راہ چارہ مسدود

جب مہینے پر مہینا گزرنے لگا ، اور پنشن کا تصفیہ نہوا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع کو مجبوراً لکھا :

«ابتک مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گناہگار . مقبول ہون یا مردود . مانا کہ کوئی خیرخواہی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو دستور قدیم کو برہم ماری . بہر حال راہ چارہ مسدود اور دکھ موجود . عرفی خوب کہتا ھی :

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ   زند بفرقم و گوید کہ ھان سری میخار . » (٤)

نواب فردوس مکان کی سفارش

نواب فردوس مکان اپنے استاد کی پریشانی سے کماحقہ واقف تھے . آپ نے از راہِ نوازش اکثر انگریز حکام سے اسلئے میرزا صاحب کی تعریف کی

(۱) مکاتیب ، ص ۱۵   (۲) ایضاً ، ص ۱٦   (۳) ایضاً ، ص ۱۹   (٤) ایضاً ، ص ۲۲

که انکے سابقه مدارج بحال هوجائین . اور جب میرزا صاحب کا یاسنامه مورخهٔ ۷ نومبر سنه ۵۹ع مطالعه فرمایا تو تسکینِ خاطر کیلئے لکھا :

« مشفقا! هنگام ملاقات کے اکثر صاحبان ذیشان سے تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپکا عمل مین آیا هے . الله تعالی کے فضل اور قدر دانی سرکار دولتمدار سے یقین واثق هے که جو مدارج شریف آپکے قدیم سے هین، پیشگاه گورنمنٹ سے بهی اوسی مطابق ظهور مین آویگا . کسواسطے که اهالی سرکار ابد قرار قدردان و قدر شناس هین . » (۱)

اقبال کی تائید

سرکار کی سفارش بارآور هوئی ، اور پنشنداروں کا نقشه بعدِ صدور حکم صدر سے واپس آگیا . میرزا صاحب نے ۱۲ اپریل سنه ۶۰ع کو ان الفاظ مین سرکار کو اطلاع دی :

« عالم دو هین . ایک عالم شهادت ، ایک عالم غیب . جسطرح عالم شهادت مین آپ میری دستگیری کررهے هین ، عالم غیب مین آپکا اقبال مجکو مدد پهنچا رها هے . تفصیل اس اجمال کی یه که وه نقشا پنسنداروں کا جو یہان سے صدر کو گیا تها ، وه اب صدر سے بعد صدور حکم آگیا . حکم به نسبت هر واحد کے مختلف هے . تقلیل بهت هے . سو روپیه مهینے والیکو پچهتر بهی هین اور پچیس بهی هین اور دس بهی هین . اب فرمائیے میریواسطے کیا احتمال گزرتا هے . یاس کلی هے . لیکن واقعه یه هوا هے که سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم . طرفه یه که میری نام کے ساتھ ایک انگریزی تحریر هے ، که جسکے دیکهنے سے یه معلوم هوتا هے که گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع هے . حکام کے عمله مین اور وکلا اور اهل شهر مین یه مشهور هے که وه تحریر ولایت سے آئی هے . بهر حال دو امر هنوز مبهم هین . ایک اس انگریزی تحریر کا حال اور دوسری میری بهائی کی پنسن کی حقیقت . سو یه دونون امر چند روز مین معلوم هوجائینگی . اور جو معلوم هوگا وه عرض کیا جائیگا . » (۲)

خداساز بات

میرزا صاحب نے ٤ مئی سنه ۶۰ع کو زرِ پنشن وصول کرلیا . اهلِ دهلی نے اس اجرا کو نواب فردوس مکان کی سعی و کوشش کا نتیجه قرار دیا . میرزا صاحب ان مراتب سے سب سے زیاده آگاه تهے ، اور جنوری سنه ۶۰ع مین رامپور آتے وقت بعض احباب کو یه لکھ بهی چکے تهے که

(۱) مکاتیب ، ص ۲۳ ، حاشیه نمبر ۲ (۲) ایضاً ، ص ۳۶

اس سفر کا مقصد یہ ھے کہ نوابصاحب کے ذریعہ گورنمنٹ سے میری صفائی ھوجائے. لیکن اسکے باوجود جب یوسف مرزا صاحب نے لکھا کہ خواجہ جان کی زبانی معلوم ھوا ھے کہ والیِ رامپور کی کوشش سے آپکی پنشن جاری ھوگئی، تو اسکے جواب مین میرزا صاحب نے اجرایِ پنشن کو مسبب الأسباب کی طرف منسوب کرتے ھوئے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض کیا. فرماتے ھین:

«خواجہ جان جھوٹ بولتا ھی. والی رامپور کو اس پنسن کی اجرا مین کچھ دخل نہین. یہ کام خدا ساز ھی بعلی بن ابیطالب علیہ السلام.» (۱)

بحالی دربار و خلعت کی کوشش

اوپر عرض کیا جاچکا ھے، کہ میرزا صاحب گورنر جنرل کے دربار مین خلعتِ ہفت پارچہ اور سہ رقومِ جواہر لارڈ ہارڈنگ صاحب کے وقت تک حاصل کرتے رھے. لارڈ ڈلھوسی نے دلی آکر دربار نہین کیا. اسلئے سنہ ۱۸۴۸ع سے غدر سنہ ۵۷ ع تک میرزا صاحب کو شرکتِ دربار اور حصولِ خلعت کا کوئی موقع میسر نہ آیا. غدر کے بعد بعذرِ اشتباہ پنشن بند ھوئی تو دربار و خلعت کی امید بھی جاتی رھی. لیکن اجرایِ پنشن کے بعد میرزا صاحب نے بحالیِ دربار کی درخواست کی، جسپر عرصہ تک تحقیقات ھوتی رھی.

گورنر کا دربار اور خلعت

سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ع کو(۲) سر رابرٹ منٹگمری لفٹنٹ گورنر پنجاب نے دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب کو بھی شرکت کا حکم ملا. یہ اوس روز نہ گئے: دوسرے دن گورنر نے یاد کیا، تو خیامِ

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳۱

(۲) مولانا مہر نی «غالب» صفحۂ ۲۳۹ اور ۲۴۱ پر لکھا ھی کہ مارچ سنہ ۱۸۶۲ ع مین دربار و خلعت بحال ھوی. یہ رای درست نہین ھی. دراصل یہ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ع کا واقعہ ھی. کیونکہ نواب فردوس مکان اور میرزا صاحب کی مراسلت کا ھر خط مورخہ ھی. اور جن خطون مین زیر بحث مسئلہ کا ذکر آیا ھی وہ سنہ ۱۸۶۲ ع کی نہین، بلکہ سنہ ۱۸۶۳ ع کی تحریر شدہ ھین. غالباً اردوی معلی کی مطبوعہ نسخہ کی غلطی طباعت سی مہر صاحب کو یہ غلط فہمی پیدا ھوئی. نیز اردوی معلی ص ۱۱۲ پر میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب کی تاریخ ٤ فروری بھی غلط ھی. اسکو ٤ مارچ ھونا چاھی.

گورنری مین حاضر هوے. صاحب نے خلعت دیا اور فرمایا که گورنر جنرل بہادر کا دربار انبالے مین هونیوالا هے. آپ وهان بھی تشریف لیجائیے، اور دربار مین شریك هوکر خلعتِ معمولی حاصل کیجیے. میرزا صاحب نے غالباً ۴ مارچ کو سرکار سے زادِ راہ کیلئے عطیه کی درخواست کی. ۱۱ کو سرکار نے ۲۰۰ روپیه بھیجے. ۱۶ مارچ کو میرزا صاحب روپیه کی رسید کیساتھ نواب فردوس مکان کو لکھتے هین:

«اب سنیئے اپنی دعاگو کی داستان. منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے خلعت عطا کیا، اور فرمایا که هم تمھین مژده دیتے هین که نواب گورنر جنرل بہادر نے اپنے دفتر مین تمهاری دربار اور خلعت کی بدستور بحال رهنے کا حکم لکھوا دیا. مین نے عرض کیا که مین انبالے جاؤن؟ فرمایا البته انبالے جانا هوگا.

بعد جناب نوابصاحب کے جانیکے شهر مین شهرت هوئی که دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع هین. گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا. آپ خط اپنا دے آیا. زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا. پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا. چنانچه لفافه بلحاظ گرانی وزن رهنے دیتا هون. اور خط بجنسه حضرت کو بھیجتا هون. کل سے ایك اور خبر اوڑی هے که نصیب اعدا لاڈ صاحب کی طبیعت ناساز هوگئی هے. انبالے مین دربار نکرینگے، اور شمله کو چلے جائینگے. اب مین دو وجه سے بین السفر والسکون متردد هون. پہلی وجه خاص اور دوسری وجه عام. دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا هے، اور سو مهاجن کے هان ڈاك اور خرچ راہ کیواسطے رهنے دیے هین. تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا. جو حکم آئیگا، آپ سے عرض کرکے اوسکی تعمیل کرونگا.» (۱)

گورنر جنرل کے دربار مین نجاسکے

نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کے عریضۂ مورخۂ ۱۶ مارچ کے جواب مین کمشنر صاحب کے خط کا جسقدر مضمون دوهرایا هے (۲) اوس سے معلوم هوتا هے که صاحب نے یهی لکھا تھا که آپ انبالے نجائین. اتفاقاً اسی زمانه مین میرزا صاحب کے پھنسیان بھی نکل آئین. اسلئے مجبوراً خود انبالے جانیکے بجائے اپنا قصیده، جو معمولی نذر تھی، بطریقِ ڈاك بھیجکر شکریه کے جوابی فرمان پر قناعت کرلی. اور ۴ اگست سنه ۱۸۶۳ع کو نواب فردوس مکان کو تحریر کیا:

(۱) مکاتیب، ص ۳۵ (۲) ایضاً، ص ۳۷، حاشیه نمبر ۱

«جب انبالی میرا جانا نہوا تو مین نے قصیدۂ مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریق ڈاک جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نواب معلی القاب کی نظر سے گزرانین. اور یہ دستور قدیم تھا کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکام ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافق معمول قصیدہ بھیجا، یقین ہی کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سے لشکر کو گیا. صدائی برنخاست. نا امید ہوکر بیٹھرہا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسم تحریر خطوط نرہی تو دربار و خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاک مین آیا. وہی افشانی کاغذ. وہی القاب. جی چاہتا تھا کہ اصل خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.» (۱)

لیکن اسکے بعد زندگی بھر میرزا صاحب کو گورنر جنرل کے دربار کی شرکت کا موقع نملا، اور یہ آرزو بھی دوسری بہت سی آرزوون کیساتھ پیوندِ خاک ہوگئی.

گورنر کا دوسرا دربار اور خلعت

سر ڈانل میکلوڈ گورنرِ پنجاب نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶٦ع کو دلی مین دربار کیا. میرزا صاحب اس مین شریك اور «خلعتِ ہفت پارچہ وسہ رقمِ جواہر» سے مشرف ہوے. رامپور اس زمانہ مین نواب خلد آشیان کی زیرِ حکومت تھا. دربار کے دوسرے دن میرزا صاحب نے سرکار کو لکھا:

«حضرت کی توجہ باطنی، جو ہمیشہ میری مصلح حال اور افزایش عز و وقار کی کفیل ہی، بعد ادای شکر الہی، اوسکا سپاس بجا لاتا ہون. پیش از غدر گورمنٹ کی دربار مین ۷ پارچے اور جیغہ، سرپیچ، مالای مروارید، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین. بعد غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا، لیکن خلعت موقوف ہوگیا. نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا کل ۱۲ پر چار بجی دربار تھا. حکم سب دربار داروں کو پہنچ گیا تھا. مین نواب مہدیعلیخانصاحب کو رخصت کرکی گھر آیا. دو گھنٹی کی بعد دربار مین گیا. خیال یہی کہ ملاقات ہوگی. ایك رباعی کاغذ مذہب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا. کلمات عنایت سنکر چلا آؤنگا. نہ مجھی کچھ احتمال. نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم. باری بروقت ملاقات تعظیم معمولی اور مصافحہ کرکی لاڑد صاحب نے کھڑی کھڑی جیغہ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا، اور فرمایا «یہ ہم نے آپکی واسطی رکھا تھا». مالای مروارید میر منشی نے گلی مین ڈالدی. ... مین اس عطیہ کو آپکی بخشش معنوی سمجھتا ہون.» (۲)

یہ میرزا صاحب کا آخری دربار اور خلعت تھا. اسکے بعد فروری سنہ ٦۹ع تک کسی دربار کی شرکت کا ذکر نہین ملتا.

---

(۱) مکاتیب، ص ۳۷ (۲) ایضاً، ص ۸۷

بہادر شاہِ ظفر سی تعلقات

تاریخ نویسی

دلی کے لال قلعه سے میرزا صاحب کے تعلقات ذاتی تھے. لیکن پہلے صرف مختلف تقریبون مین آمد و رفت رہا کرتی تھی. شاہِ ظفر کے عہد مین رشتۂ ملازمت بھی پیدا ہوگیا اور سلاطینِ تیموریه کی تاریخ نویسی سپرد ہوئی. نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین:

«پیوند تعلق با بہادر شاہ جز آن نبود که از هفت هشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه..... می پرداختم.»[1]

یه عریضه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨ع کو لکھا گیا تھا. اس حساب سے اونکے تعلقِ خدمت کا آغاز سنه ١٨٤٩ع یا سنه ١٨٥٠ع سے ہونا چاهیے. خواجه حالی مرحوم نے اس واقعه کا سال متعین کرتے ہوے صرف سنه هجری ١٢٦٦ لکھا ہے[2]، جو ١٧ نومبر سنه ١٨٤٩ع سے شروع ہوکر ٥ نومبر سنه ١٨٥٠ع پر ختم ہوتا ہے. مولانا مہر فرماتے ہین که میرزا صاحب کو قلعه کی پہلی تنخواه جون سنه ١٨٥٠ سے ملی[3]. اس حساب سے میرزا صاحب کے تخمینی سنینِ تعلقِ قلعه مین سے سنه ١٨٥٠ع درست ہوگا.

اصلاح اشعار

میرزا صاحب کی ملازمت کو ٤ سال ہوے تھے که شیخ ابراهیم ذوق، استادِ شاہِ ظفر، کا انتقال ہوگیا. بادشاہ نے اصلاحِ اشعار کی خدمت بھی میرزا صاحب کے سپرد کردی. میرزا صاحب نے محولۂ بالا عریضه مین اسکا بھی ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

«و از دو سه سال باصلاح اشعار شہریار می پرداختم.»

(١) مکاتیب، ص ١٢ (٢) یادگار غالب، ص ٣٣ (٣) غالب، ص ١٣٩

اس تخمینه کی رو سے تعلقِ استادی سنه ١٨٥٤ ع یا ١٨٥٥ ع مین شروع هوا. خواجه صاحب نے یهان بهی سنه هجری ١٢٧١ پر اکتفا کی هے[1]، جو ٢٤ ستمبر سنه ١٨٥٤ ع سے شروع هو کر ١٣ ستمبر سنه ١٨٥٥ ع پر ختم هوتا هے. قاموس المشاهیر سے معلوم هوتا هے که ذوق نے ٢٤ صفر سنه ١٢٧١ ه کو انتقال کیا[2]، جو ١٦ ماهِ اکتوبر سنه ١٨٥٤ ع کے مطابق هے. لهذا سنه ١٨٥٤ ع سالِ تعلقِ استادی هونا چاهیے.

خطاب شاهی

بهادر شاه نے میرزا صاحب کو «نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ» خطاب عطا فرمایا تها. مکاتیب کے متن مین اس کا مذکور نهین. لیکن عریضهٔ اول مورخهٔ ٢٨ جنوری سنه ٥٧ ع کے آخر مین مهر کے اندر پورا منقوش هے. مهر مین سنه ١٢٦٧ ه سال کنده هے، جو سنه ١٨٥٠ ع کے مطابق هے. اس سے معلوم هوتا هے که ملازمتِ شاهی کے موقع پر تقررِ تنخواه کیساته خطاب بهی عطا هوا تها[3].



(١) یادگار غالب، ص ٣٥ (٢) قاموس المشاهیر، ج ١، ص ٢٤٧ (٣) یادگار غالب، ص ٣٣ سی بهی اسکی تایید هوتی هے. اسلئے سال ملازمت هی کو عطای خطاب کا سال شمار کرنا چاهیے.

تعلقاتِ رامپور

ریاستون سے تعلق کی نوعیت

میرزا صاحب کو اپنی عالی نسبی پر ہمیشہ فخر رہا . وہ اوس زمانہ مین بھی، جبکہ سر پر مصائب کے بادل منڈلا رہے تھے، اور ہر چہار طرف نفسی نفسی کا عالم تھا، اپنی نسبی انفرادیت کے گیت گاتے رہے، اور «زادشم و افراسیاب» کو نہ بھولے .

لیکن سنہ ۱۸۴۷ ع مین ایک ایسا روح فرسا واقعہ پیش آیا، کہ کچھ عرصہ کیلئے اونکے ہوش پراگندہ ہوگئے . اوس عہد کے روسا چوسر و شطرنج کے ذریعہ وقت گزاری کیا کرتے تھے . میرزا صاحب کا خاندان بھی امارت کے ان لوازمات سے عاری نہ تھا . اسلئے یہ بھی چوسر کے دلدادہ ہوگئے تھے . مگر کھیل مین سرگرمی پیدا کرنے کیلئے بازی لگاکر کھیلا کرتے . کوتوالِ شہر نے از راہِ عداوت جوے کا مقدمہ قائم کرکے مجسٹریٹ کی عدالت مین چالان کردیا، اور ولیعہدِ ہندستان کی سفارش کے باوجود میرزا صاحب کو ٦ ماہ کی سزا ہوگئی . تین مہینے کے بعد اوسی مجسٹریٹ کی رپورٹ پر انہین رہا کردیا گیا . لیکن اس غیر شریفانہ برتاؤ سے انکی حسِ غیرت سخت مجروح ہوئی، خود اپنی نظر مین شرافتِ خاندان پر دھبہ آگیا، اور یہ اپنے آپکو روسای ہندوستان سے ملنے جلنے کے قابل شمار کرنے سے احتراز کرنے لگے .

سنہ ۱۸۵۲ ع مین ریاست جیپور سے اتفاقاً رابطہ پیدا ہوا . میرزا تفتہ نے اسکی تفصیلات دریافت کرتے ہوے لکھا کہ میرا بھی خیال رہے . اسکے جواب مین جمعہ دھم دسمبر سنہ مذکورہ کو میرزا صاحب نے لکھا :

«جیپور کا امر محض اتفاقی ھی۔ بی قصد و بی فکر درپیش آیا ھی۔ ھوسنا کانہ ادھر متوجہ ھوا ھون۔ بوڑھا ھوگیا ھون۔ بہرا ھوگیا ھون۔ سرکار انگریزی مین بہت بڑا پایہ رکھتا تھا۔ رئیسزادون مین گنا جاتا تھا۔ پورا خلعت پاتا تھا۔ اب بدنام ھوگیا ھون۔ بہت بڑا دھبہ لگ گیا ھی۔ کسی ریاست مین دخل نہین کرسکتا تھا۔ مگر ھان استاد یا پیر یا مداح بنکر راہ و رسم پیدا کرون۔ کچھ آپ فائدہ اوٹھاؤن۔ کچھ اپنی کسی عزیز کو وھان داخل کردون۔ دیکھو کیا صورت پیدا ھوتی ھی؟» (١)

چونکہ استاد یا پیر بنکر ملنے مین ان کا درجہ کم از کم والیِ ریاست کے مساوی ھوجانا یقینی تھا، اور بصورتِ مداحی ممدوح سے مساوی برتاؤ کی آرزو نہین پیدا ھوتی، اسلئے ان صورتون مین میرزا صاحب کو اپنے اخلاقی دھبے کے احساس کا خطرہ نہ تھا، اور اب وہ ھر ریاست سے اسی قسم کے تعلقات کے خواھان تھے۔

رامپور سی ابتدائی تعلق

نواب سید غلام محمد خان بہادر (نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ) کے صاحبزادے اپنے والدِ ماجد کی تخت سے دستبرداری کے بعد حکومتِ انگلشیہ کی زیرِ حمایت رامپور سے باھر اقامت گزین ھونے پر مجبور ھوے تھے، اور سابقہ تعلقات کی بنا پر دارالسلطنتِ دھلی کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ میرزا صاحب جس زمانہ مین دلی تشریف لائے یہ خاندان وھان فروکش تھا۔ چونکہ یہ حضرات صاحبِ علم و فضل تھے، اسلئے انسے میرزا صاحب کے روابطِ خلوص و اتحاد پیدا ھوگئے۔

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے ان روابط کا تذکرہ کیا ھے۔ فرماتے ھین:

«ھمدرین کنج، کہ مسکن منست، شنیدہ ام کہ والاشان زین العابدین خان بہادر بشہر آمدہ اند۔ نیازمندی من با مرحومی نواب عبداللہ خان بہادر، و مہرورزی من با اصغر علیخان مرحوم، و محبت و خلت من با نواب عبدالرحمن خان بہادر مغفور کجا دیدہ اند، و آن مدارج کی در نظر دارند، کہ ایشان را در ضمیر میگزشت کہ گدای گوشہ نشین را باید دید۔» (٢)

نواب فردوس مکان کی شاگردی

نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے سنِ شعور مین قدم

(١) اردوی معلی، ص ١١٣ (٢) مکاتیب، ص ١٣

رکھکر اپنی خاندانی روایات کے ماتحت طلبِ علم کے راستہ پر گامزنی کی. دلی کے اساتذہ مین، مفتی صدرالدین خان آزردہ اور مولوی فضل حق خیر آبادی عربی مین، اور میرزا صاحب فارسی مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے. ان سب سے خاندانِ رامپور کی دوستی تھی. اسلئے نواب فردوس مکان کی تعلیم انہی حضرات کے سپرد کیگئی، اور حسن اتفاق سے میرزا صاحب ایک ایسے طالبِ علم کے استاد قرار پائے، جسکو قضا و قدر ریاست رامپور کا تاج و تخت سونپنے والی تھی.

اس تعلق کیطرف میرزا صاحب نے اپنے پہلے عریضہ مین اشارہ بھی کیا ھے. فرماتے ھین:

«دران روزگار رنگین تر از نوبهار، که به فر فرخندگی وجود مسعود و ساده با سپهر ساده دم از برابری زد، نگاشتن و روان داشتن قطعهٔ تاریخ جلوس به توانائی آن دانائی و روان آسائی آن شناسائی صورت پزیرفت.» (۱)

زمانهٔ شاگردی

میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کی اس شاگردی کا متعدد مواقع پر تذکرہ کیا ھے. لیکن کسی جگہ سالِ شاگردی نہین لکھا. خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو صرف اتنا لکھا ھے کہ

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور ... میری آشنای قدیم ھین.» (۲)

میرزا تفتہ کو قدرے صراحت کیساتھ لکھا ھے. لیکن یہان بھی تخمینہ کی حد سے آگے قدم نہین رکھا. فرماتے ھین:

«نواب یوسف علیخان بہادرتیس بتیس برس کی میری دوست...... ھین.» (۳)

اردوی معلی کے نسخۂ مطبوعہ کی رو سے یہ خط سنہ ۱۸۶۲ ع مین لکھا گیا تھا. لیکن اس مین میرزا صاحب نے رامپور کے پہلے سفر کی روداد لکھی ھے، جو سنہ ٦۰ ع مین کیا گیا تھا، اسلئے اسکو سنہ ۱۸٦۰ ع کا نوشتہ ھونا چاھیے. اور سنہ ٦۰ ع مین دوستی پر ۳۰ یا ۳۲ سال گزرنے کے یہ معنی ھین کہ سنہ ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ ع مین یہ رشتہ پیدا ھوا. نواب فردوس مکان سنہ ۱۸۱٦ ع مین

(۱) مکاتیب، ص ۳ (۲) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۳) ایضاً، ص ٤٥

متولد ہوے ، اور سنہ ۱۸٤۰ ع مین اپنے والدِ ماجد کی تخت نشینی پر رامپور تشریف لائے تھے . بنابرین سنہ ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ ع مین اونکو میرزا صاحب کا دوست نہین کہا جاسکتا . البتہ شاگرد ہونا بعید از قیاس نہین . اسلئے کہ اسوقت انکی عمر ۱۲ یا ۱٤ سال کی ہوگی، جو طلبِ علم کا موزون تر زمانہ ہے .

نواب جنت آرامگاہ کی مداحی

سنہ ۱۸٤۰ ع مین نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاہ وارثِ تختِ رامپور قرار پائے . نواب سید عبداللہ خان بہادر برادرِ خورد نواب جنت آرامگاہ نے ، جو میرزا صاحب کے بہت گہرے دوست اور اوسوقت میرٹھ کے صدر الصدور تھے ، سابقہ تعلقات کی بنا پر میرزا صاحب سے نواب جنت آرامگاہ کی مدح مین قصیدہ لکھنے کی فرمایش کی . میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوے لکھا :

«خدام بلند مقام ، کہ سرانجام قصیدہ بقصد نام آوری ازغالب بینوا چشم داشتہ اند ، مگرآن فرسودہ روان افسردہ دل را ، کہ ہنوز نمردہ است ، زندہ پنداشتہ اند؟ ... کاش کشایش این کار چون صنعت نقاشی و گلدستہ بندی تنہا بکوشش دست وبازو صورت بستی ، تاچشم از خستگی دل پوشیدمی و فرمان پزیرانہ در پردازش کار کوشیدمی . چکنم چون سر این رشتہ در دست دل است . تا دل بر جای نباشد ، زبان سخن سرای نباشد . دیدہ وران صاحبدل دانند ، کہ چہ قدرہا دیدہ و دل بہم آمیختہ شود ، تا نقشی بدین شگرفی کہ بالغ نظران پسندند ، انگیختہ شود . این دل شکستۂ بہم نہ پیوستہ ، کہ در سینۂ من و ہمانا دشمن دیرینۂ منست ، زنہار بکار سخن گستری نیاید ، و معنی آفرینی را نشاید ... اگر دانند ، کہ فلانی با این ہمہ پریشانی سخن گفتن میتواند ، و من نیز دانم کہ میتوانم ، در مدح بندگان سپہر آستان امیر المسلمین قبلۂ دنیا و دین سرور سلطان نشان نواب محمد سعید خان بہادر بالقابہ چرا سخن نرانم ؟ تا اگر درین گیتی لعل و گہر سود نہ بردہ باشم ، خود دران گیتی دین و ایمان زیان نکردہ باشم . امید کہ در بارۂ گرایش بدین ستایش نظماً او نثراً نامہ نگار را از اموات شمارند ، و بدعای سلامت ایمان ، کہ حسن خجستگی انجام ہمان تواند بود ، یاد آرند .» (۱)

لیکن میرزا صاحب نے سنہ ۱۸٤۰ ع مین جس کام کے سر انجام نپانے کا عذر کیا تھا ، چند سال کے بعد قدرت اون سے وہی کام لینے والی تھی . بیشك انسان آیندہ واقعات کے علم سے قطعاً محروم رکھا گیا ہے ! !

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۱۹

اس مراسلت کے پندرا سال بعد اپریل سنہ ۱۸۵۵ ع مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی ، اور نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان تخت نشین ہوے . میرزا صاحب نے قدیم رابطہ کو مدِ نظر رکھتے ہوے قطعۂ تاریخِ جلوس ارسال کیا.(۱) لیکن معلوم ہوتا ہے کہ دربارِ رامپور سے اسکا کوئی جواب نہ گیا ، اور تقریباً دو سال تك تجدیدِ تعلقات کی یہ کوشش بارآور نہوئی .

حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خیرآبادی رامپور مین فروکش تھے . اونھون نے حق دوستی ادا کیا ، اور وقتاً فوقتاً سرکار کے روبرو میرزا صاحب کی اسقدر تعریف و توصیف کی ، کہ سرکار انکے کلام کے مشتاق ہوگئے . جب حالات سازگار نظر آئے ، تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمتِ مبارك مین « نامۂ بندگی » اور قصیدۂ مدحیہ ارسال کرین . مولانا کا نامۂ گرامی میرزا صاحب کو ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۵۷ ع کو موصول ہوا . ۲۸ جنوری کو انھون نے بتعمیلِ ارشاد نواب فردوس مکان کی خدمت مین پہلا عریضہ ارسال کیا . اسکے جواب مین سرکار نے ٥ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرضِ اصلاح بھیجے اور اونکے ساتھ تحریر فرمایا :

«نمیقۂ انیقۂ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولویصاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمہ کش عیون وصول نشاط شمول گردیدہ ، باطلاع خیریتہا سرمایۂ سرور نامحصور افزودہ ، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد .» (۲)

اس فرمان نے میرزا صاحب مین نیا ولولہ پیدا کیا ، اور انھون نے ۱۱ فروری کو سرکار کی مدح مین قصیدۂ مدحیہ نظم کرکے بذریعۂ ڈاك ارسال کیا . اسکی ایك نقل میرزا صاحب نے مولانا کی خدمت مین بھی بھیجی تھی، جو اونھین الور مین موصول ہوئی . وہان سے ۱۰ ماہ اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحریر کیا :

«بعز عرض میرساند ، کہ خیر سگال بافضال ایزد بیہمال بصحت و اعتدال بالور رسیدہ ملاطفۂ

(۱) ملاحظہ ہو مکاتیب غالب ، ص ۳ (۲) ایضاً ، ص ٤ ، حاشیہ نمبر ۱

مرزا صاحب مشفق نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خانصاحب متخلص بغالب مع قصیدۂ میمیہ، کہ در مدح حضور فیض معمور منظوم کردہ اند، از داکخانہ یافت. مرزا صاحب موصوف در ثنا و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلہائی، کہ نزد شان شرف ارسال یافتہ بودند، و شکر و سپاس عطای مبلغ پانصد روپیہ، کہ بدو دفعہ بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند، اسہاب در تحریر فرمودہ اند. حالانکہ طبع اقدس در علوم عقلیہ و فنون حکمیہ آنچنان دقیقہ رس، کہ عدیل آن در مملکت ہندوستان، کہ حال علمای آن تفصیلا معلوم است، کمتر بلکہ معدوم است. نظم شعر و فہم آن و ابداع معانی تازہ و مضامین مبتکرہ و سرد الفاظ فصیحہ و تراکیب بلیغہ بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صایبہ از ادنی مراتب است. مرزا صاحب ازین حال لاعلم اند. طبع عالی و فکر صایب در دقایق حکمیہ و معضلات فلسفیہ بجای میرسد، کہ رسیدن افہام علام اعلام تا آن مقام معلوم الانتفاست. درین سخن ہیچ مبالغۂ و اغراق نیست. حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرمودہ اند، و تکریر امتحان ہم سہل است. و نظر بہمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت. مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کردہ اند. نظم قصیدۂ مدحیہ در غایت بلاغت و انسجام است. غالباً شرف اندوز ملاحظۂ والا شدہ باشد.»(۱)

مولانا کی اس تحریر نے میرزا صاحب کے سابقہ تعلقات از سرِ نو استوار کردیئے، اور ایك مخلص دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی یہ تجویز کہ «آیندہ ریاستون مین پیر یا اوستاد بنکر رسوخ حاصل کرنا چاہیے» ریاست رامپور مین کامیاب ہوگئی.

نواب فردوس مکان کا سال شاگردی

نواب فردوس مکان کے سالِ تلمذ کا تذکرہ میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین کیا ہے. لیکن تقریباً ہر خط مین اونکا بیان دوسرے خط سے مختلف ہے. مارچ سنہ ۶۰ ع مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ہے کہ نواب فردوس مکان سنہ ۵۵ ع مین میرے شاگرد ہوے. فرماتے ہین:

«سنہ ۱۸۵۵ ع مین نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، کہ میری آشنای قدیم ہین، اس سال یعنی سنہ ۱۸۵۵ مین میری شاگرد ہوی. «ناظم» اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتی. مین اصلاح دیکر بھیجدیتا. گاہ گاہ کچھ روپیہ اودھر سی آتا رہتا. قلعہ کی تنخواہ جاری. انگریزی پنسن کھلا ہوا. اونکی عطایا فتوح گنی جاتی تھی. جب وہ دونون تنخواہین جاتی رہین، تو زندگی کا مدار اونکی عطیہ پر رہا. بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ

(۱) مثل نمبر (۲۵۹)، صیغۂ احباب، عہد نواب فردوس مکان، محکمۂ دارالانشا

میری مقدم کی خواہاں رہتی تھی . مین عذرکرتا تھا . جب جنوری سنہ ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہون، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا . » (۱)

اسی ماہ مین منشی ہرگوپال تفتہ کو لکھتے ہین :

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھہ برس سی میری شاگرد ہین . آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی . اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین . » (۲)

اس تخمینہ کی رو سے نواب فردوس مکان کا سالِ شاگردی سنہ ٥٤ یا ٥٥ ع قرار پاتا ہے . لیکن ۳۰ جولائی سنہ ۱۸٦٥ ع کو میان داد خان سیاح کو تحریر کیا ہے :

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ھنڈوی بھجواتی تھی . » (۳)

اس حساب سے نواب فردوس مکان کو سنہ ٥۳ ع مین میرزا صاحب سے مشورۂ سخن آغاز کرنا چاہیے . میرزا صاحب کے سوانح نگارون مین سے مولانا مہر نے سنہ ٥٥ ع اختیار کیا ہے(٤) . غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی کہ بظاہر اول الذکر دونون سنہ تخمینی اور یہ واقعی ہے . لیکن فی الحقیقت یہ سنہ بھی تخمینی ہے، اور میرزا صاحب کے دوسرے تخمینی اعداد و شمار کیطرح دو سال قبل کی تاریخ بتاتا ہے .

ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ میرزا صاحب نے ۲۸ جنوری سنہ ٥۷ ع کو اپنا پہلا «نامۂ بندگی» ارسال کیا تھا، اور اوس مین یہ عرض کیا تھا، کہ سنہ ٥٥ ع مین قطعۂ تاریخِ جلوس کا ارسال سابقہ تعلق کی بنا پر تھا . اب یہ عریضہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے ارشاد کی تعمیل مین لکھ رہا ہون . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ٥ فروری سنہ ٥۷ ع کو گرامی نامہ تحریر فرمایا . جسکا ضروری حصہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے . اس مین یہ الفاظ ارادۂ تلمذ پر دال ہین :

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عود، ص ۱۳٦ . عود مین «پنسن کھلی ہوئی» بصیغۂ مونث ہی .
(۲) اردوی معلی، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۱٦ (٤) غالب، مصنفۂ مولانا مہر، ص ۱٤۱

«مشفقا ! هرچند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود، لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولویصاحب صدر الوصف دلم خواست ، که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود. چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت . چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . » (۱)

میرزا صاحب نے ۱۲ فروری کو اس فرمان کے جواب مین عریضه نمبر ۳ تحریر کیا ، اور اوس مین غزلیات اور هنڈوی کے پهنچنے کی اطلاع کے بعد عرض کیا که

«اشعار خود بهنگام خویش خواهد رسید . »

نیز ۱۵ فروری کو اصلاح شده غزلون کے ساتھ جو عریضه بهیجا اوس مین تخلص کے متعلق لکھا :

«مین نہین چاهتا که آپکا اسم سامی اور نام نامی تخلص رهی . ناظم ، عالی ، انور ، شوکت ، نیسان ، ان مین سی جو پسند آئی وه رهنی دیجی . مگر یه نہین که خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بهت مبارك . » (۲)

سرکار نے یکم مارچ کو جواباً تحریر فرمایا :

« منجملهٔ الفاظ تخلص لفظ «ناظم» مطبوع طبع نیاز گشت . » (۳)

ان تصریحات سے واضح هوتا هے که نواب فردوس مکان ۵ فروری سنه ۵۷ ع کو میرزا صاحب کے شاگرد هوے ، ۱۵ فروری کو میرزا صاحب نے اونهین تخلص کیلئے چند الفاظ لکھے ، اور یکم مارچ سنه ۵۷ ع کو سرکار نے « ناظم » تخلص پسند آنے کی میرزا صاحب کو اطلاع تحریر فرمائی .

ایك غلط فهمی

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے نواب فردوس مکان کے تذکره مین تحریر فرمایا هے :

«طبیعت ازل سی موزون پائی تهی . سخنگوئی کا ذوق ، اردو شعر فرمانے کا شوق تها . پہلے مومن خانصاحب دهلوی سی مشوره رها . پهر مرزا اسد الله خان غالب سی تلمذ هوا . آخر آخر بوضع

(۱) مکاتیب ، ص ٤ ، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً ، ص ۷ (۳) ایضاً ، ص ۸ ، حاشیه نمبر ۱

اوستادان لکھنو موزون فرمانی لگی . منشی مظفر علی صاحب کو ، جو آج لکھنو مین سحبان عصر یکتای دھر ھین ، کلام دکھانی لگی . » (۱)

جہانتك حکیم مومن خان مرحوم کی شاگردی کا تعلق ھے ، سرکار کے اس بیان کی موجودگی مین کہ «کاتب را اتفاقِ موزونیتِ یك مصرعہ ھم اتفاق نشدہ بود» اسکی کوئی گنجایش باقی نہین رھتی ، کہ ایك لمحہ کیلئے بھی امیر مینائی کے بیان کو تسلیم کیا جائے . اسلئے کہ اگر نواب فردوس مکان مومن سے اصلاح لے چکے ھوتے تو میرزا صاحب کو یہ کبھی تحریر نفرماتے ، کہ مجھے ابھی تك ایك مصرعہ موزون کرنیکا بھی اتفاق نہین ھوا ھے .

البتہ منشی مظفر علیصاحب اسیر لکھنوی کی شاگردی کا مسئلہ باقی رھتا ھے . اسکے متعلق عرض یہ ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی حیات مین انتقال فرمایا ھے ، اور جیسا کہ عریضہ نمبر ٤٤ بنام نواب خلد آشیان سے معلوم ھوتا ھے ، آخر وقت تك سرکار میرزا صاحب کے پاس اپنا کلام بھیجتے رھے . اس حالت مین یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی زندگی مین اور اونسے اصلاح لیتے ھوے اسیر لکھنوی سے کیون اور کب مشورۂ سخن کیا . غالباً امیر مرحوم کے پاس اس کا جواب صرف یہی ھوگا کہ نواب فردوس مکان کے آخری کلام مین لکھنوی اثر کا پایا جانا اس مدعا کے ثبوت کی اھم دلیل ھے .

مجھے اس خیال سے اتفاق ھے کہ سرکار کے آخری کلام مین لکھنویت پائی جاتی ھے . لیکن صرف وجودِ لکھنویت تلمذ کی دلیل نہین بن سکتا . خود امیر صاحب کے آخری کلام مین دھلویت پائی جاتی ھے . مگر اسوجہ سے کسی نے بھی اونھین مرزا داغ کا شاگرد تسلیم نہین کیا . میری ناقص رای مین امیر صاحب کو غلط فہمی ھوئی ھے . اور وہ اسطرح کہ سنہ ٦٤ ع مین

(۱) انتخاب یادگار ، ص ۷۰

میرزا صاحب نے ضعفِ پیری اور غلبۂ امراض کے باعث سرکار سے استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے[1]. اس زمانہ مین دیگر درباری شعرا کیساتھ سرکار نے منشی اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ مین مشورہ کرلیا ہوگا. امیر مینائی مرحوم نے اس مساویانہ مشورۂ سخن کو تلمذ سمجھکر دربارِ رامپور سے اپنے رشتۂ استادی کو قدیم بنایا ھے اور بس.

اس خیال کو مزید تقویت بہم پہنچتی ھے جب ھم دیکھتے ھین، کہ نواب فردوس مکان نے متعدد مقطعون مین میرزا غالب کی استادی کیطرف اشارہ کیا ھے، لیکن اسیر کا ذکر کہین نہین کیا. اگر وہ بھی استاد ہوتے تو اونکا مذکور بھی کسی نہ کسی جگہ ضرور آنا چاہیے تھا.

غدر اور میرزا صاحب کی خیرخواہی

میرزا صاحب کے جدید رشتۂ استادی کے قیام پر چند ماہ گزرے تھے، کہ غدر سنہ ۵۷ ع کے آثار پیدا ہونے لگے. میرزا صاحب نے اپنے محسن شاگرد کی خدمت مین کچھ خطوط لکھے، جو اونکی حسبِ ھدایت چاک کردیے گئے. اس ھدایت کی وجہ بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتی، کہ ان تحریرون کا مضمون سیاسیات سے متعلق تھا. اسلئے کہ جب آتشِ غدر بھڑك اوٹھی، اور نواب فردوس مکان کیلئے ناگزیر ہوگیا کہ اپنا رویہ متعین کرین، تو اونھون نے انتہائی ہوشمندانہ طریقِ کار اختیار کیا. دستنبو مین میرزا صاحب اس رویہ کے متعلق لکھتے ھین:

«چشم بد دور! فروزندۂ ہور، نواب یوسف علیخان بہادر فرمانروای رامپور، کہ از دیر باز دران سر زمین بمرزبانی و شاہ نشانی نیاگان خویش را جانشین است، و با جہانبان انگلند در مہرورزی و یکدلی استواری پیمانش بدان آئین است، کہ دست روزگار در ہزار سال بہزار گونہ کشاکش آنرا نیارد گسست، چار ناچار بفرستادن پیام خشك زبان ھمسایگان از گفتگو بست.» (۲)

یہ رویہ جسے میرزا صاحب نے «پیامِ خشك» سے تعبیر کیا ھے، اوسوقت تك

---

(۱) اردوی معلی، ص ٦٤ (۲) کلیات نثر فارسی، ص ۳۸۷

کامیاب نہین هوسکتا تھا، جبتك حالات کا صحیح علم اور اونکے پیـدا هونے کے واقعی اسباب قبل از وقت نہ معلوم هوچکے هون.

ترک مراسلت

غدر کیساتھ حکومتِ هند کے سلسلۂ نامه رسانی مین اختلال واقع هوگیا. نیز دهلی سے خط و کتابت کرنے مین کاتب و مکتوب الیـه کیلئے لال قلعه یا حکومتِ هند کی نظر مین مشتبه قرار پانے کا خطره تھا، اسلئے قاصد کے ذریعه «خیریت گوئی و عافیت جوئی» بھی سهل اور بیخطر نرهی تھی. ادهر نواب فردوس مکان روهیلکھنڈ کی بغاوت فرو کرنے مین منهمك تھے. ان حالات کا یه نتیجه نکلا که میرزا صاحب اور سرکار مین اگست سنه ۵۷ ع سے جنوری سنه ۵۸ ع تك مراسلت نهوسکی.

عریضـه نمبر ۷ مین مـیرزا صـاحب اس ترکِ مراسلت کا شکوه کرتے هوے لکھتے هین:

«در زمان چیره دستی کورنمکان سیاه روسیاه سر رشتهٔ یام از هم گسست. ناچار بفرستادن نامه بر رساندن نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمان داوران دادگر روائی و سلسلهٔ آمد شد نامه رسائی یافت، نامه در یام روان داشته شد، و نا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشته شـد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیده باشـد.... به نگاشتن این نامه زحمت اوقات ملازمان ازان رو روا داشته ام، که اگر نفرستادن نامه محض از روی احتیاط است هویدا گردد، که در عنایت تفریط و در رعایت افراط است.» (۱)

میرزا صاحب کی مالی پریشانی اور تقرر وظیفه

میرزا صاحب کو خزانۂ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپیه ماهوار پنشن ملا کرتی تھی جسے غدر کے بعد تعلقِ قلعه کے سبب سے گورنمنٹ نے مسدود کردیا. امن کے بعـد میرزا صاحب نے بیگناهی ظاهر کی، لیکن عرصه تك شنوائی نهوئی. غـدر سے قبل نواب فردوس مکان وقتاً فوقتاً عطیات بھیجتے رهتے تھے. چنانچه میرزا صاحب نے خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو ان عطیات کے بارے مین لکھا هے:

(۱) مکاتیب، ص ۱۱ و ۱٤

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، کہ میری آشنای قدیم هین، اس سال ... میری شاگرد هوی. ناظم اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتی. مین اصلاح دیکر بھیجدیتا. گاہ گاہ کچھ روپیہ اودھر سی آتا رهتا.» (۱)

لیکن ایامِ غدر مین وہ بھی امداد نکرسکے. بعدِ غدر متعدد بار دو سو ڈھائی سو روپیے نقد عطا کیے. مگر میرزا صاحب کو اوقات بسر کرنے کیلئے ماهوار امداد کی ضرورت تھی. لهذا انهون نے «یوسفِ رامپور» کے حضور مین ماهانه پرورش کی درخواست ارسال کی. سوءِ اتفاق سے مثل مین یه درخواست موجود نهین. البته عریضه نمبر ۱۳ مورخهٔ ۱۸ اپریل سنه ۵۹ ع مین ایك حسنِ طلب پر مشتمل نیازنامه کا ذکر هے. فرماتے هین :

«اسی نیازنامه مین کچھ حسن طلب بھی تھا. افسوس که ایسا خط ضروری نه پهنچی.» (۲)

چونکه اول الذکر عریضه سرکار کو موصول نهوا، اور دوسرے مین اوس حسنِ طلب کی تصریح نه تھی، اسلئے مجبوراً ۱۰ جولائی سنه ۵۹ ع کو میرزا صاحب نے ایك اور عریضه ارسال کیا. امثال مین یه عریضه بھی موجود نهین هے. لیکن سرکار کے جوابی فرمان مورخهٔ ۱٤ ذیحجه سنه ۱۲۷۵ ھ مطابق ۱٦ جولائی سنه ۵۹ ع سے اسکے مضمون پر روشنی پڑتی هے. سرکار نے ارشاد فرمایا هے :

«... سامی صحیفهٔ تلطف آگین مورخه دسوین اس مهینے جولائی سنه حال کا بیچ عین انتظار کے غازہ آرای چهرهٔ وصول نشاط شمول کا هوا، اور اوپر مراتب مرقومه کے مطلع کیا. اور ان غزلون کی اصلاح سی مخلص کو کمال مسرت هوئی. اور بنظر آپکی زیرباری کے اس مهینه جولائی سی سو روپیه مهینا مقرر کیا گیا. اور دفتر مین نام آپکا مندرج کیا گیا. هر مهینه تنخواه مقرره پهونچیگی. یقین هی که آپ بھی محول کمال محبت مین فرماوینگی. ....»

اس فرمان سے معلوم هوتا هے که اوس زمانه مین میرزا صاحب نے کسی وجه سے مراسلت کم کردی تھی، مگر سرکار اونکے خط کے منتظر تھے. جب ۱۰ جولائی کے عریضه مین اونهون نے اپنی زیرباری کا ذکر کیا، تو سرکار نے از راهِ پرورش سو روپیه ماهوار تنخواه مقرر فرمادی. سرکار کا روبکارِ تقررِ

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عود، ص ۱۳٦ (۲) مکاتیب ص ۱۹

وظیفہ ۱٦ جولائی کو صادر ہوا، اور میرزا صاحب کو پہلی تنخواہ کی ہنڈوی ۲۸ ذیحجہ سنہ ۷۵ ھ مطابق ۳۱ جولائی سنہ ۵۹ ع کو روانا کیگئی.

اپریل سنہ ٦۰ ع مین میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو جو خط لکھا ہے اوس مین بھی جولائی سنہ ۵۹ ع سے تنخواہ جاری ہونیکا ذکر ہے. فرماتے ہین:

«قرارداد یہ ہے کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ہے، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی ہین.» (۱)

ہنڈوی بھیجنی کا طریقہ

چونکہ میرزا صاحب رامپور مین فروکش نہ تھے، اسلئے اونہین ہر مہینے کی دسوین بارھوین تاریخ تك سو روپیہ کی ہنڈوی سرکار کے گرامی نامہ کیساتھ ملفوف بھیجی جاتی تھی. بعض عرایض مین میرزا صاحب نے لکھا ہے کہ پہلی دوسری تاریخ تك روپیہ بھیجدیا جایا کرے. سرکار نے اسکو منظور بھی فرما لیا ہے، اور دفتر کو حکم بھی ہو گیا ہے، لیکن بالعموم ان تاریخون کے بعد ھی روپیہ روانا کیا گیا. میرزا صاحب کے مکتوب مورخۂ ۳۰ جولائی سنہ ٦۵ ع بنام میان داد خان سیاح سے معلوم ہوتا ہے، کہ سرکار میرزا صاحب سے روپیہ کی رسید نہین لیتے تھے. میرزا صاحب لکھتے ہین:

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھی. اوس مغفور کی اندازہ دانی دیکھی کہ مجھسی کبھی اوس روپیہ کی رسید نہین لی. اپنی خط مین ہنڈوی بھیجا کرتی. مین خط کا جواب لکھ بھیجتا. اس ماھانہ کی علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتی رہتی. فتنہ و فساد کی دنون مین قلعہ کی آمد مفقود. انگریزی پنسن مسدود. یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا، تب میری اور میری متوسلون کی زیست ہوئی.» (۲)

اس مکتوب مین رسید سے میرزا صاحب کی مراد باضابطہ رسید ہوگی. ورنہ سرکار کے ہر فرمان مین روپیہ کی وصولیابی سے مطلع کرنے کی خواہش اور میرزا صاحب کے تمام ماھانہ عرایض مین روپیہ کی رسید کی اطلاع درج ہے.

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱٦۲ و ۵٤ (۲) اردوی معلی، ص ۱٦

مولانا مہر کا قیاس

میرزا صاحب کی تنخواہ کے تقرر کے سلسلہ مین مولانا مہر فرماتے هین :

«غدر کے بعد جب قلعہ کی تنخواہ جاتی رهی ، اور خاندانی پنشن بند هوگئی ، تو غالب نے ایک فارسی قصیدہ نواب یوسف علیخان کے پاس بھیجا ، جس مین گہری دوستانہ روابط کا ذکر کرتے هوی نوابصاحب کے تغافل کا شکوہ کیا گیا تھا ...... اس قصیدہ پر نواب یوسف علی خان مرحوم نے سو روپیہ ماهوار کا وظیفہ غالب کیلئے مقرر فرمادیا ، جو ماہ بماہ نواب صاحب خود غالب کو بھیجدیتے تھے .» (۱)

لیکن مجھے مولانا کی رای سے اتفاق نہین . اسلئے کہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے سرکار سے ترکِ مراسلت کا شکوہ کیا ھے . اگر یہ قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا لکھا ھوا ھوتا تو شکوہ نادرست تھا . کیونکہ سرکار کا وہ فرمان ، جو اطلاعِ تقررِ وظیفہ کے سلسلہ مین میرزا صاحب کو لکھا گیا تھا ، سرکار کیطرف سے شکوۂ ترکِ مراسلت پر مشتمل ھے . دوسرے اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے گورنمنٹ کیطرف سے بریلی کا علاقہ عطا ھونے کی مبارکباد تحریر کی ھے . یہ علاقہ پرگنۂ کاشی پور ضلعِ مرادآباد عطا کردۂ اپریل سنہ ۶۰ ع کے عوض مین سرکار کو ملا تھا . اگر میرزا صاحب کا قصیدہ سنہ ۵۹ ع کا ھوتا تو اوس مین توقیعِ بریلی کا مذکور نہونا چاهئے تھا .

مولانا مہر کے اس قیاس کی وجہ خود اونکے الفاظ سے یہ معلوم ھوتی ھے ، کہ اس مین میرزا صاحب نے اپنی تنخواہ کے تقرر کی درخواست کی ھے . اگر قصیدہ تقررِ تنخواہ کے بعد لکھا گیا ھوتا ، تو اس مین عنایت کا شکریہ ادا کیا جاتا . مولانا کے الفاظ یہ ھین :

«اسکے بعد نواب صاحب کو توقیع بریلی کی مبارکباد دیتے هین اور فرماتے هین کہ مین مفتی یا قاضی یا شحنہ یا عامل کے عہدے کا طلبگار نہین ، بلکہ صرف یہ چاهتا هون کہ میرا حصہ مجھے ماہ بماہ پہنچتا رهے .» (۲)

حالانکہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے صرف سالانہ امداد کی درخواست

---

(۱) غالب ، ص ۱۴۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۴۲

کی ہے جو تقررِ تنخواہ کے بعـــد بھی ہوسکتی تھی ۔ اسلئے اس کو تقررِ تنخواہ کی بنا قرار دینا مناسب نہین ۔ میرزا صاحب کا قصیدہ حسب ذیل ھے:

«چون نیست مرا شربت آبی ز تو حاصل — دانم که تو دریائی و من سبزهٔ ساحل
در بادیه بر گور غریبان ز چه سوزد — آن شمع فروزان که بود در خور محفل
زان خسرو خوبان چه قدر چشم وفا بود — صد حیف که شد نقش امیدم همه باطل
افسانهٔ غم گر بسرایم نبود عیب — با دوست که پیوسته همی برد غم از دل
میگویم و همدم زندم طعنه که «تن زن — چون می ندهد داد، ز فریاد چه حاصل؟»
از طعنه شدم خسته دل و از ره تیمار — دل گفت که هان شیوهٔ عشاق فروهل
تا کس نبرد ظن که بشاهد بودم روی — حاشا که حکایت کنم از لیلی و محمل
شاهد بود آن دوست که اندر غزل او را — خوانند ستمگارهٔ و خونخوارهٔ و قاتل
من نالم ازان دوست که در عالم انصاف — شایان بودش گویم اگر خسرو عادل
او خسرو خوبان بود و بنده گدایش — او قلزم و عمان بود و من خس ساحل
گر خواجه همانست و گر دوست همانست — مائیم و یقینی که بوحدت شده کامل
خود هرچه سرودم همه با اوست کزین پیش — امیدگهم بود بهر وادی و منزل
یا رب چه شد اینك که نگیرد خبر از من — بربسته برویم در ارسال رسائل
ای «یوسف» ثانی که بود در همه عالم — مشتاق جمال تو، چه دیوانه چه عاقل
گر نام تو در بحر نگنجید زیان نیست — شد نام نظیر تو و هم نام تو داخل
تا نزد تو چون آیم و دور از تو چه سازم — ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل
ای کاش بکوی تو چنین روی نمودی — زیسان که فرو رفته مرا پای درین گل
چونست که گاهی نکنی روی بدین سوی — از چیست که هرگز ندهی وایه به سائل
گر جان دهم از غصه تو دانی که بگیتی — حرفی غلط از صفحهٔ هستی شده زائل
خواهی که مرا بنگری از دور بفرمای — تا نزد تو آرند یکی طائر بسمل
از صنعت استاد ازل دان که ز هر سوی — چون قبله نما سوی تو ام ساخته مائل
«غالب» بسخن نام من آمد ازل آورد — دانی که درین شیوه نیم عامی و جاهل
در فن سخن دم مزن از عرفی و طالب — این آیهٔ خاصست که بر من شده نازل
من گنجم و گردون به گل اندوه درم را — می بین، در گنج ارچه کشودن شده مشکل
خود در خور ویرانه بود گنج گرانمند — غم نیست گر آبادی دهلی شده زائل
هاروت فسون نفس گرم چه داند — اعجاز ز دهلی بود و سحر ز بابل
آنرا که صریر قلمم هوش رباید — دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل
توقیع «بریلی» بتو فرخنده که من نیز — بستم بفره‌مندی خویش از کرمت دل
حاشا که ستانم رقم قاضی و مفتی — حاشا که پزیرم عمل شحنهٔ و عامل

بفرست خردمند کسان را بحکومت | در جیب گدا ریز قلیلی ز مداخل
هر سال ازان شهر بمن وایه روان دار | کز بهر همین گشته در اقطاع تو شامل
امید که لب تشنگی من نه پسندی | زان رشحه که بر صفحه فشانی ز انامل
امید که بپذیری و بر من نکنی قهر | نپذیرم اگر معذرت فرط مشاغل
امید که آن شیوه نورزی که نگویم | کز درد دلم فارغ و از من شده غافل
ای رای تو در روشنی از مهر فزون تر | ای روی تو در حسن دو چند از مه کامل
تا مهر بیك سال کند دائره را دور | تا ماه بیك ماه کند قطع منازل
باشی بسپهر شرف آن ماه که باشد | در نور به خرشید جهانتاب مقابل» (۱)

اصلاح مین تاخیر

میرزا صاحب کی طرف سے نواب فردوس مکان کے کلام پر اصلاح دینے مین تاخیر بھی ہوجاتی تھی۔ چنانچہ متعدد فرامین مین تعجیل کا تقاضا اور بعض مین تاخیر کا شکوہ نظر آتا ھے۔ اس کا سبب میرزا صاحب کی علالت طبع تھی۔ ۲۰ نومبر سنہ ۶۱ ع کے ایك مکتوب بنام میان داد خان سیاح مین میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«اندنون ضعف دماغ، دوران سر مین ایسا مبتلا ہون کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ھی۔ دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی۔ تمھاری بھیجی ہوئی غزلین سب محفوظ دھری ہوئی ہین۔ خاطر جمع رکھو۔ جب نوابصاحب کی غزلین دیکھونگا، تو یہ بھی دیکھی جائینگی۔» (۲)

ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی۔ اونہون نے تقاضائی خط لکھا۔ اسپر ۱۴ اکتوبر سنہ ۶۲ ع کو میرزا صاحب نے تحریر فرمایا ھے:

«بھائی! تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودی اصلاح کیواسطے فراھم ہوی ہین۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمھاری ھی قصائد پڑی ہین۔ نوابصاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ہوئی ہین۔ برسات کا حال تمھین بھی معلوم ھی .... اب نجات ہوئی ھو۔ نوابصاحب کی غزلین اور تمھاری قصائد دیکھے جائینگی۔ .... مین ناتوان بہت ہوگیا ہون۔ گویا صاحب فراش ہون۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اوٹھ بیٹھتا ہون۔ ورنہ پڑا رہتا ہون۔ لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون۔ لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون۔ اللہ! اللہ! اللہ!» (۳)

اس جواب پر ایك ماہ گزر گیا، لیکن ہنوز تفتہ کو اصلاح شدہ قصائد نہ ملے۔ اونہون نے پھر شکایت آمیز خط لکھا۔ اسکے جواب مین ۲۷ نومبر سنہ ۶۲ ع

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۳۲۷ طبع لکھنو سنہ ۱۸۶۳ع (۲) اردوی معلی، ص ۲۷ (۳) ایضاً، ص ۹۴

کو میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوئے نوابصاحب کی غزلون پر اصلاح ندینے کا پھر ذکر کیا۔ فرماتے ہین :

«مرزا تفتہ! جو کچھ تمنے لکھا یہ بیدردی ھے اور بدگمانی۔ معاذ اللہ! تم سے اور آزردگی۔ مجکو اسپر ناز ھے کہ مین ہندوستان مین ایک دوست صادق الولا رکھتا ہون، جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ھے .... بھائی مجھ مین کچھ اب باقی نہین ھے۔ برسات کی مصیبت گزر گئی، لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھگئی۔ تمام دن پڑا رھتا ہون۔ بیٹھ نہین سکتا۔ اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہون ... لالہ بالمکند بیصبر کا ایک پارسل ھے کہ اوسکو بہت دن ہوے، آجتک سرنامہ بھی نہین کھولا۔ نوابصاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ہوئی ہین۔

ضعف نے غالب نکما کردیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے» (۱)

مگر وظیفہ جاری

لیکن اس تاخیر کے باوجود نواب فردوس مکان وظیفہ برابر دیتے رھے۔ حتی کہ ایکبار میرزا صاحب نے اصلاح سے انکار کردیا۔ اسپر بھی سرکار نے از راہِ قدردانی وظیفہ بند نکیا۔ سرکار کی اس مہربانی و پرورش کا ایک خط مین میرزا صاحب نے ذکر کیا ھے۔ واقعہ یہ درپیش آیا کہ ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی۔ اونہون نے تقاضا کیا۔ میرزا صاحب نے عذرِ ضعف کیا، جسے تفتہ نے باور نکیا۔ اسپر میرزا صاحب نے تحریر فرمایا :

«میرا عجب حال ھے۔ حیران ہون کہ تمہین میرا کلام کیون باور نہین آتا۔ ... سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ہوگیا۔ ... رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتے ہین۔ سال گزشتہ اونکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ھے، اور مین اپنے مین حواس نہین پاتا۔ متوقع ہون کہ اس خدمت سے معاف رہون۔ جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ھے، عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجئے، تو مین سکھ لمبر سہی، ورنہ خیرات خوار سہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ھے تو جو آپکی مرضی ھے وھی میری قسمت ھے۔ برس دن سے اونکا کلام نہین آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی۔ اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ھے۔ آجتک نوابصاحب از راہ جوانمردی دیے جاتے ہین۔» (۲)

یہ خط میرزا صاحب نے ۱٤ رجب کو لکھا ھے۔ اسکے آخر مین سنہ درج نہین، لیکن قیاس یہ چاھتا ھے کہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۱٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ ع

(۱) اردوی معلی، ص ۹۹ و ۱۰۰ (۲) ایضاً، ص ٦۳ و ٦٤

تاریخ کتابت ہوگی. اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے نومبر کی تنخواہ موصول ہونے کی اطلاع دی ھے. لہذا خط لکھتے وقت دسمبر کا مہینا ہونا چاهیے. اور جیسا کہ خود میرزا صاحب کے عریضہ نمبر ۳۹ سے، جو اسی ماہِ نومبر کی تنخواہ کی رسید ھے، معلوم ہوتا ھے، رجب اور دسمبر سنہ ۱۲۸۱ ھ مین ایکساتھ آئے تھے، اور اتفاق یہ کہ دونون مہینون کا آغاز بھی ایك دن ھوا تھا.

اس خط مین میرزا صاحب نے اوس عریضہ کا مضمون دوھرایا ھے جو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کیا تھا. وہ عریضہ فائل مین موجود نہین. لیکن امثلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ھے کہ میرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ « برسدن سے اونکا کلام نہین آتا » حقیق عذر ھے. کیونکہ اس ایکسال کے عرصہ مین، جو کم از کم دسمبر سنہ ٦٣ ع سے دسمبر سنہ ٦٤ ع تك پھیلا ھوا ھے، نواب فردوس مکان نے تقریباً ہر ماہ خط بھیجا ھے. لیکن کسی مین اشعار کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضا درج نہین ھے. اونکا آخری کلام وہ واسوخت تھا جو میرزا صاحب نے آخرِ اکتوبر سنہ ٦٣ ع مین واپس بھیجا اور یہان ۲۹ اکتوبر سنہ مذکور مطابق ۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۸۱ ھ کو موصول ھوا. اسکے بعد اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین سرکار سرطان کے عارضہ مین مبتلا ہوگئے، اور غالباً سنہ ٦٥ ع کے شروع مین محرم سنہ ۸۲ ھ کی مجالس کے لئے صرف ایك سلام لکھکر بھیج سکے، جو اونکے انتقال کے بعد میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی خدمت مین واپس ارسال کیا.[1]

رامپور کا پہلا سفر، اور سرکار کی تین دعوتنامے

نواب فردوس مکان کو میرزا صاحب کا شاگرد ہوے چند ماہ گزرے تھے کہ ہنگامۂ غدر برپا ہوگیا، اور کچھ عرصہ تك باہم مراسلت

(۱) مکاتیب، ص ۵۱

بند رهی. لیکن مملکتِ هند مین امن و امان قائم هو تے هی سرکار نے میرزا صاحب کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی. نوابصاحب کا پہلا دعوتنامه مثل مین موجود نہین. لیکن مکتوب بنام صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر مورخۀ ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع مین میرزا صاحب نے اپنے رامپور نآنیکے وجوه تحریر کیئے هین. اسلئے یقیناً پہلی دعوت ابتدایِ سال سنه ۵۸ ع مین دیگئی هوگی. خود میرزا صاحب کے الفاظ «بعدِ فتح دهلی وه همیشه میرے مقدم کے خواهان رهتے تهے. مین عذر کرتا تها» سے بهی یهی ثابت هوتا هے. ۲۵ نومبر سنه مذکور کو سرکار نے پهر تحریر فرمایا:

«مشفقا! جو کہ مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه آپ کا بدرجۀ کمال هی، اور اب تشریف آوری آپ کی اسجگه مناسب هی، اسواسطی حواله خامۀ محبت نگار کی هوتا هی، که آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے.» (۱)

اس کے بعد ۱۳ ماهِ اپریل سنه ۵۹ ع کو سه باره تحریر فرمایا:

«حال تشریف آوری آپ کا اسطرف کو ابهی تك سامعه نواز نہین هوا. اور دل صفامنزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا هی. اسواسطی حواله خامۀ اتحاد نگار کی هوتا هی، که آپ براه عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی، که کبتك ممکن الوقوع هی، مطلع اور مطمئن فرمائیے.» (۲)

میرزا صاحب کا عذر

میرزاصاحب مطلعِ سیاست صاف هوجانیکے بعد اپنی انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی مین مصروف تهے. حکامِ انگریزی کی معدلت گستری و انصاف پژوهی کے بدل معترف تهے، اور اپنے آپ کو جرمِ بیوفائی و غداری سے قطعاً بری پاتے تهے، اسلئے حکام کی هر دفتری حرکت اونکی امید کو پیامِ کامیابی نظر آتی تهی. وه روزانه اس یقین کیساتهه بیدار هوتے، که آج پنشن کی اجرا کا حکم هوجائیگا، اور مین شام تك اپنے قرضه کے بار سے سبك دوش هو سکونگا. بسا اوقات اون سے یه موهوم خوشی ضبط نهوسکی هے، اور احباب کو کامیابی کی منزل قریب آجانے کی اطلاعین تك دیدی هین. (۳)

(۱) مکاتیب، ص ۱٦، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً، ص ۱۹، حاشیه نمبر ۱
(۳) اردوی معلی اور عود مین اس مضمون کی متعدد خطوط موجود هین.

ایسی حالت مین کسطرح ممکن تھا کہ وہ دلی سے باہر چلے جاتے. چنانچہ یہی امروز و فردا دلی چھوڑ کر رامپور آنے سے مانع رہے، اور انہون نے ہر دعوت نامہ کے جواب مین یہی عذر کیا کہ پنشن کے وصول کا زمانہ قریب آگیا ہے. اسکو ادھورا چھوڑ کر نہین آسکتا. اس سلسلہ مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو تحریر کرتے ہین:

«جناب نوابصاحب میری محسن اور میری قدردان اور میری امیدگاہ ہین. مین اگر رامپور نآؤنگا تو کہان جاؤنگا. یہ جو آپ کہتی ہین کہ تجکو آنی مین تردد کیا ہی، تردد کچھ نہین توقف ہی. وجہ توقف کی یہ کہ مین نی اپنی پنسن کی باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وہان سی صاحب کمشنر شہر کی وہ درخواست حوالہ ہوئی. صاحب کمشنر دہلی نی صاحب کلکٹر شہر سی کیفیت طلب کی ہی. .... بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سی طلب کر کر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئی ہین. دیکھیی کب آوین، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین. مگر تا صدور حکم مین یہان سی کہین جا نہین سکتا. ہان بعد ملنی حکم کی، خواہی دلخواہ ہو خواہی مخالف مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤنگا.» (۱)

نواب فردوس مکان کے دعوتنامہ مورخۂ ۲۵ نومبر سنہ ۵۸ ع کے جواب مین اسی عذر کا اعادہ کیا ہے. تحریر کرتے ہین:

«میری حاضر ہونی کو جو ارشاد ہوتا ہی، مین وہان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا. پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ہی. اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ہی اور یقین بھی آتا ہی کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی. جسکو روپیہ ملنا ہی اوسکو روپیہ، جسکو جواب ملنا ہی اوسکو جواب ملجائی.» (۲)

لیکن میرزا صاحب کے علی الرغم جنوری سنہ ۵۹ ع بھی بیگانہوار گزر گیا، تو انھون نے اپنی صادق الاعتقادی مین اور وسعت دے لی، اور جب سرکار نے ۱۳ ماہ اپریل سنہ مذکور کو تیسری بار آمد رامپور کی دعوت دی تو اسکے جواب مین لکھا:

«پہلی خط مین یہ عرض کیا ہی، کہ مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب ہی، اور ہنوز صدر کو روانا نہین ہوئی. نواب گورنر جنرل لاڈ کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری پنسن کی کواغذ طلب کیئی، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی. وہان سی کلکتہ کو بھیجی جائین گی. پھر وہان سی حکم منظوری پنجاب

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۱٦

ہوتا ہوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا، کل مین نے آپ سے سواری اور باربرداری مانگی. آج سواری اور باربرداری پہنچی، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی.» (۱)

چوتھی دعوت

آخرکار سال ۵۹ ع بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا، مگر پنشن کا معاملہ ہنوز لیت و لعل مین پڑا رہا. سرکار نے ۱۶ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو پھر ارقام فرمایا:

«سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ہوا ہون. لیکن ابتک آپنے سرور ملاقات بہجت آیات سے مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یہ ہی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین، اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.» (۲)

میرزا صاحب اس عرصہ مین نواب فردوس مکان کے اخلاص و اعانت کے بدل معترف ہوچکے تھے، اور یہ عزم کرکے، کہ مقدمۂ پنشن کے منفصل ہوتے ہی رامپور روانا ہوجائینگے، یوسف مرزا کو لکھا تھا:

«مین تو پنسن کی باب مین حکم اخیر سن لون. پھر رامپور چلا جاؤنگا. جمادی الاول سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے، اور پھر محرم سے سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا. اس سال کی دو چار حد دس گیارہ مہینے غرض کہ اونیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرنے ہین. اسمین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہی وہ پہنچ جائے. اور پھر «علی علی» کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤن. جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین. یاعلی! یاعلی! یاعلی!.» (۳)

میرزا صاحب کا عزم سفر اور اوسکا مقصد

جب آغازِ سنہ ۱۸۶۰ ع مین گورنمنٹ نے مقدمۂ پنشن کا فیصلہ میرزا صاحب کی خواہش اور امید کے خلاف صادر کیا، تو انھون نے حسبِ وعدہ سفرِ رامپور کی تیاری کی. اس سلسلہ مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بعد فتح دھلی وہ (نواب فردوس مکان) ہمیشہ میری مقدم کی خواہان رہتی تھی. مین عذر کرتا تھا. جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سے وہ جواب پایا، کہ جو اوپر لکھ آیا ہون، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (٤)

نواب فردوس مکان ایامِ غدر مین گورنمنٹ کے وفادار اور معاون رہے تھے.

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۹ (۲) ایضاً، ص ۲۵، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی، ص ۳٤۵
(٤) ایضاً، ص ۲۸۳

بنا برین برٹش حکام کی نظر مین اونکی بڑی عزت و وقعت تھی ۔ میرزا صاحب سے بھی اونکے تعلقات بیحد پرخلوص تھے ۔ اسلئے مقدمه خلاف فیصل ہونیکے بعد میرزا صاحب نے مناسب جانا که رامپور جائین اور سرکار سے زبانی عرض کرین که اپنے توسط سے گورنمنٹ سے میرے معامله کو صاف فرمادیجے ۔ منشی شیونراین اکبرآبادی کو ۳ مارچ سنه ۶۰ ع کو رامپور سے لکھا ہے:

«مین حسب الطلب نوابصاحب کی دوستانه یہان آیا ہون، اور اپنی صفائی گورمنٹ سی بذریعه انکی چاہتا ہون ۔ دیکھون کیا ہوتا ہی ۔» (۱)

اسکے علاوہ ایک اور واقعه، جو قیامِ رامپور کے زمانه مین پیش آیا، اس امر پر شاہد ہے که سفرِ رامپور سے میرزا صاحب کا مقصد «گورنمنٹ سے اپنی صفائی» تھی ۔ ۱۴ فروری سنۂ مذکوره کو حکیم غلام نجف خان کو اس واقعه کے متعلق تحریر کیا ہے:

«یہان کا یه حال ہی که نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگره مرادآباد آیا چاہتی ہین ۔ مراد آباد یہان سی باره کوس ہی ۔ نوابصاحب دوری کو اپنی ملک کی گئی ہین ۔ دو چار دن مین پھر آئینگی ۔ اگر اونکی ملاقات کو مراد آباد جائینگی، مین بھی ساتھ جاؤنگا ۔ اگرچه گورنر غرب و شمال کو دلی سی کچھ علاقه نہین، مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ہی ۔» (۲)

اگر میرزا صاحب کے پیشِ نظر گورنمنٹ سے صفائی نہوتی تو یه جانتے ہوے که یو-پی کے گورنر کو دلی سے کچھ واسطه نہین سرکار کیساتھ مرادآباد جانیکا تہیا نکرتے ۔

دلی سی روانگی

میرزا صاحب نے اراده کیا که آخرِ جمادی الثانیه مین دلی روانا ہون، اور رجب المرجب کا چاند رامپور آکر دیکھین ۔ حسین مرزا صاحب کو سه شنبه ۳۱ دسمبر سنه ۵۹ ع کو لکھتے ہین:

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا ۔ جب تم لکھتی ہو که «لله تم وہان جاؤ!» تو مجکو ہنسی آتی ہو ۔ مین یقین کرتا ہون که ہلال ماه رجب المرجب رامپور مین دیکھون ۔» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۸۰ (۲) ایضاً، ص ۲۲۹ (۳) ایضاً، ص ۳۲۹

اس خط کی تحریر سے ۱۹ دن کے بعد میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے۔ دلی سے روانگی کی تاریخ کا ذکر متعدد خطوط مین پایا جاتا ھے۔ مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو مجملاً لکھدیا ھے کہ

«جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا۔» (۱)

رامپور سے واپس جاکر منشی شیونراین کو مہینے کیساتھ تاریخ بھی لکھی ھے۔ فرماتے ھین:

«۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانہ کرکے رامپور گیا ہون۔» (۲)

لیکن آخرِ عمر مین میرزا صاحب کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسلئے اونھین صحیح تاریخ یاد نہین رھی۔ در اصل وہ ۱۹ جنوری سنہ ۶۰ع کو دلی سے روانا ہوے تھے۔ چنانچہ ۲۱ جنوری کو میرٹھ پہنچکر مرزا تفتہ کو لکھا ھے:

«بھائی! مین نے دلی کو چھوڑا، اور رامپور کو چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا۔ آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفی خان کی کہنے سے مقام کیا۔ یہان سے یہ خط تمکو لکھکر بھیجا۔ کل شاہجہان پور پرسون گڈھ مکتیشر رہونگا۔ پھر مرادآباد ہوتا ہوا رامپور جاؤنگا۔» (۳)

اسی تاریخ کو حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین:

«میان! مین تم سے رخصت ہوکر اوسدن مراد نگر مین رہا۔ دوسری دن، یعنی جمعہ کو، میرٹھ پہنچا۔ نواب مصطفی خان نے ایکدن رکھ لیا۔ آج شنبہ ۲۱ جنوری یہان مقام ھے۔ نو بج گئے ھین۔ بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہون۔ مفت کا کھانا ھے۔ خوب پیٹ بھر کر کھاؤن گا۔ کل شاہجہانپور، پرسون گڈھ مکتیشر، رہونگا۔ مرادآباد سے پھر تمکو خط لکھونگا۔» (٤)

ان تمام تحریرون سے معلوم ہوتا ھے کہ جمعرات کے دن صبح کیوقت ۱۹ جنوری سنہ ۶۰ع کو میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے۔

اخفای حال

روانگی سے پہلے میرزا صاحب نے کسی مصلحت کے ماتحت مختلف اصحاب سے مختلف مقامات کے سفر کا اظہار کیا تھا۔ لیکن میرٹھ پہنچکر اخفا

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ۳۸۲ (۳) ایضاً، ص ۸۶ (٤) ایضاً، ص ۲۳۲

کی ضرورت نہ سمجھی، اور وہین سے حکیم غلام نجف خان کو لکھا:

«ہان بھائی! مین از روی مصلحت اپنی کو مقامات مختلف کا عازم کہ آیا ہون. اب جو شخص تم سی پوچھا کری اوس سی پردہ نکرنا اور صاف کہدینا کہ رامپور کو گیا ھی. یعنی سب کو معلوم ھو جائی، اور کوئی تذبذب مین نرھو.» (۱)

اس مکتوب مین میرزا صاحب نے اوس مصلحت کو ظاہر نہین کیا، جو مقام سفر کے اخفا کی بنا تھی. لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ کسی سیاسی مصلحت سے ایسا کیا ہوگا. جو کم از کم یہ ہوسکتی ہے کہ اوسوقت تک گورنمنٹ نے میرزا صاحب کی بریت تسلیم نہین کی تھی، اور انھین غدر کے بعد سفر کا پہلا اتفاق تھا، اسلئے یہ خطرہ لاحق ہوا ہوگا کہ کہین رامپور جانے سے روک ندیا جاؤن، یا یہ کہ کوئی حاسد سرکار کو یہ نہ لکھدے کہ میرزا صاحب گورنمنٹ کی نظر مین ابھی مشتبہ ہین، انھین اپنی ریاست مین نہ آنے دیجے.

منازل سفر

۱۹ جنوری کی صبح کو دلی سے روانا ہو کر میرزا صاحب نے شام کو مرادنگر مین قیام کیا. دوسرے دن جمعہ کو میرٹھ پہنچے. وہان ایکدن نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کے ہان ٹہر کر اتوار کو شاہجہانپور اور پیر کو گڑھ مکٹیسر مین اوترے. یہان سے مرادآباد تک کی منازل کا پتہ نہین، جو منگل اور بدھ دو دن مین طے کیگئی ہونگی. لیکن یہ یقینی ہے کہ آخری منزل مرادآباد تھی. یہ تمام تفصیل مرزا تفتہ اور حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکاتیب مین ابھی گزر چکی ہے.

رفقای سفر

اس سفر مین زین‌العابدین خان عارف مرحوم کے دونون لڑکے، باقر علیخان اور حسین علیخان، عنایت اللہ خادم، اور ایک دو اور ملازم میرزا صاحب کے ہمرکاب تھے. لڑکون کا ذکر متعدد خطوط مین کیا گیا ہے. یہان صرف اوس خط کا اقتباس کافی ہوگا، جس مین تمام ہمراہیون

(۱) اردوی معلی، ص ۲۳۳

کا ذکر ہے . میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھتے ہین :

« لڑکی بھی تندرست . آدمی بھی توانا . مگر ہان ایك عنایت‌الله دو دن سی کچھ بیمار ہو . خیر اچھا ہوجائیگا . » (۱)

ورود رامپور کی تاریخ

غالباً میرزا صاحب جمعرات کے دن مرادآباد پہنچے، اور وہان رات کو آرام کرکے دوسرے دن جمعه کو رامپور وارد ہوے . جمعه ۳ فروری کو رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

« آج تك ، کہ جمعه آٹھوان دن میری پہنچی کو ہو ، کچھ کلام نہین ہوا . » (۲)

اس سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے ، کہ میرزا صاحب جمعه کے دن رامپور پہنچے . لیکن مرزا تفته اور حکیم غلام نجف خان کو میرٹھ سے جو خطوط لکھے ہین اون مین میرزا صاحب نے جمعه کو ۲۰ اور شنبه کو ۲۱ جنوری تاریخ تحریر کی ہے . اس حساب سے جس جمعه کو میرزا صاحب نے سر زمینِ رامپور پر قدم رکھا، ۲۷ جنوری سنه ۶۰ع تاریخِ انگریزی ہونی چاہیے .

قیامگاہ

رامپور پہنچکر میرزا صاحب نے سرکار کی خاص کوٹھی مین قیام کیا . لیکن لڑکے میرزا صاحب کیساتھ آئے تھے ، اسلئے یہان چار دن گزارنے کے بعد از روی احتیاط جداگانه مکان کی خواہش کی . سرکار نے ایك مکان ، جو تین چار حویلیون پر مشتمل تھا ، قیام کیلئے عطا فرمایا . میرزا صاحب نے تفته کے پته کے استفسار پر جو خط لکھا ہے اوس مین فرماتے ہین :

« پہلی یه تو بتاؤ که رامپور مین مجھی کون نہین جانتا . کہان مولوی وجیه الزمان صاحب کہان مین . اونکا مسکن میری مسکن سی دور . پھر در دولت رئیس کہان اور مین کہان . چار دن والی شہر نی اپنی کوٹھی مین اوتارا . مین نی مکان جداگانه مانگا . دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ہوئین . اب اس مین رہتا ہون . بحسب اتفاق ڈاك گھر مسکن کی پاس ہو . ڈاك منشی آشنا ہوگیا ہو . برابر دلی سی خط چلی آتی ہین . صرف رامپور کا نام اور میرا نام . محله کی اور

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۸

عرف کی حاجت نہین ۔ بلکہ در دولت اور مولویصاحب کی نشان سی شاید خط تلف ہوجائی ۔ » (۱)

حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے :

« مکان کا پتہ ضرور نہین ۔ ڈاك گھر میری گھر کی پاس ۔ ڈاك منشی میرا آشنا ۔ ..... ایك مکان ، کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ہو ، رہنی کو ملا ہی ۔ » (۲)

میر مہدی کو تحریر کیا ہے :

« تمھارا خط پہنچا ۔ تردد عبث ۔ میرا مکان ڈاك گھر کی قریب اور ڈاك منشی میرا دوست ہی ۔ » (۳)

مکان کی تحقیق

حقیر عرشی نے بزرگانِ شہر سے تحقیق کی کہ اوس زمانہ مین ڈاکخانہ کس محلہ مین تھا، تو معلوم ہوا کہ محلۂ راجدوارہ کی اوس شاہراہ پر، جو خاص باغ پیلس کو جاتی ہے، مولوی محمد یحیي صاحب وکیل کے مکان مین ڈاکخانہ واقع تھا ، اور میرزا صاحب نے اوسکے متصل مکان مین قیام کیا تھا. اس مکان مین آجکل ایك آھنگر مقیم ہے. چونکہ یہ مکان اردو ادب کے نیرِ رخشان کا فرودگاہ رہچکا ہے، اسلئے عالیمرتبت صاحب چیف منسٹر بہادر کے حسب الحکم اسپر پتھر کا کتبہ لگایا جا رہا ہے.

مہانداری

میرزا صاحب کیلئے ابتداءً سرکاری باورچیخانہ سے کھانا آتا رہا. چنانچہ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

« کھانا دونون وقت سرکار سی آتا ہی ، اور وہ سب کو کافی ہوتا ہی ۔ غذا میری بھی خلاف طبع نہین ۔ » (۲)

میر مہدی کے خط مین بھی سرکاری مہانداری کا ذکر کیا ہے. فرماتے ہین :

« یہان کا حال سبطرح خوب ہی ، اور صحت مرغوب ہی ۔ اسوقت تك مہمان ہون ۔ » (۳)

لیکن چند دن کے بعد کھانے کے سو روپیہ ماھوار مقرر کردیے گئے. دلی جا کر میرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا ہے :

« اب جو مین وہان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا ۔ یعنی رامپور رہون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن ، اور دلی رہون تو سو روپیہ ۔ » (٤)

---

(۱) اردوی معلی ، لاہور ایڈیشن ، ص ۳۷۱ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۸

(۳) ایضاً ، ص ۱٦۹ (٤) ایضاً ، ص ۱٦۲

آب و ہوای رامپور

رامپور کی آب و ہوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق ثابت ہوئی۔ آمدِ رامپور کے ۸ دن بعد حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

«پانی کا شکر کس منہ سے ادا کرون۔ ایك دریا ہی کوسی۔ سبحان اللہ! اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت صاف ہی۔ سبك، گوارا، ہاضم، سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن مین قبض وانقباض کی صدمی سے محفوظ ہون۔ صبح کو بھوك خوب لگتی ہی۔ لڑکی بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہان ایك عنایت اللہ دو دن سے کچھ بیمار ہی۔ خیر اچھا ہوجائیگا۔» (۱)

رامپور ہی سے میر مہدی مجروح کو تحریر کیا ہے:

«یہ رامپور ہی۔ دارالسرور ہی۔ جو لطف یہان ہی وہ اور کہان ہی۔ پانی سبحان اللہ! شہر سے تین سو قدم پر ایك دریا ہی، اور کوسی اوسکا نام ہی۔ بی شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اوس مین ملی ہی۔ خیر اگر یون بھی ہی، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہی۔ اتنا شیرین کہان ہوگا۔» (۲)

ملاقات اور تعظیم و توقیر

نواب فردوس مکان کا اخلاق میرزا صاحب کی امید کے مطابق ثابت ہوا۔ سرکار نے بر وقتِ ملاقات احباب کیطرح معانقہ کیا، اور احباب مین تعظیم وتوقیر کی جو رسم ہے اوسکو ملحوظ رکھا۔ میرزا صاحب نے خود نذر پیش کرنے کے عوض دونون لڑکون سے نذر دلوائی۔ سرکار کے اس برتاؤ کے بارے مین میرزا صاحب میر مہدی مجروح کو لکھتے ہین:

«تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین ہی۔» (۳)

بعد ازان دلی جاکر لکھا ہے:

«ملاقات بھی دوستانہ رہی۔ معانقہ وتعظیم جسطرح احباب مین رسم ہی۔ وہ صورت ملاقات کی ہی۔ لڑکون سے مین نے نذر دلوادی تھی۔ بس۔» (۳)

اسی سلسلہ مین رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو تحریر کیا ہے:

«اب میرا حال سنو۔ تعظیم وتوقیر بہت۔ ملاقاتین تین ہوئی ہین۔» (۱)

ابھی گفتگو نہین ہوئی

اگرچہ نواب فردوس مکان نے جولائی سنہ ۵۹ع سے میرزا صاحب کو سو

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۱۶۹ (۳) ایضاً، ص ۱۶۲

روپیہ ماهوار بطورِ امداد عطا فرمانا شروع کردیے تھے، جو انھین بذریعۂ هنڈوی ماہ بماہ ارسال هوا کرتے، لیکن جب میرزا صاحب رامپور تشریف لائے، اور چند روز تك خدمت اور معاوضه کے بارے مین سرکار سے بالمشافهه گفتگو نہین هوئی، تو انهین مختلف خطرات پیدا هوئے. خدمت اور درماهه کے خطره کو حکیم غلام نجف کے نام کے مکتوب مین اسطرح ظاهر کیا هے:

« هنوز کچھ گفتگو درمیان نہین آئی. مین خود اون سی ابتدا نکرونگا. وه بهی مجهسی بالمشافهه نه کہین گی. مگر بواسطهٔ کارپردازان سرکار دیکھون کیا کہتی هین، اور کیا مقرر کرتی هین. » (۱)

یه خط ۳ فروری کو لکھا گیا تھا. اسکے بعد ۱٤ فروری کو پھر لکھتے هین:

« یہان کا رنگ نوابصاحب کی آنی پر جو هوگا، اورجو قرار پائیگا، وه مفصل تمکو لکھونگا. » (۲)

میر مہدی مجروح کو بھی دبے الفاظ مین لکھا هے:

« اسوقت تك مہمان هون. دیکھون کیا هوتا هی. » (۳)

رامپور کی اقامت کے خطره کو مرزا تفته کے خط مین ظاهر کیا هے. فرماتے هین:

« دوسری بات جو تم نی لکھی هی وه بهی مطابق واقع و مناسب حال نہین. اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلالونگا. » (٤)

۱٤ فروری کو مرزا تفته کے خط کے جواب مین پھر لکھا هے:

« میری جان! آخر لڑکی هو. بات کو نه سمجهی. مین اور تفته کا اپنی پاس هونا غنیمت نجانون. مین نی یه لکھا تھا که بشرط اقامت بلالونگا. اور پھر لکھتا هون که اگر میری اقامت یہان کی ٹھیری تو بی تمهاری نرهونگا. نه رهونگا. زنہار نرهونگا. » (۵)

سه باره یکم مارچ کو تحریر کرتے هین:

« بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بهادر مراد آباد اور وهان سی رامپور آئین گی. بعد اونکی جانیکی کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹهریگا. منظور مجکو یه هی که اگر یہان رهنا هوا تو فوراً تمکو بلالونگا. » (٦)

تعین خدمت و اقامت

لیکن معلوم هوتا هے که آخرِ کار یہی طے پایا که میرزا صاحب رامپور کی اقامت اختیار کرنے پر مجبور نہین هین. جهان مزاج چاهے رهین. سرکار

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۲۳۰ (۳) ایضاً، ص ۱۶۹
(٤) ایضاً، لاهور ایڈیشن، ص ۳۷۲ (۵) ایضاً، ص ۷۳ (٦) ایضاً، ص ۸٦

کے کلام پر اصلاح دیدیا کرین. البتہ رامپور آکر رهینگے تو دعوت کے سو روپیے ماهوار مزید عطا هونگے، اور دلی رهینگے تو صرف سو روپیہ تنخواہ ملیگی. اس تصفیہ کے متعلق میرزا صاحب نے میر مهدی مجروح کو لکھا ھے:

«قرار داد یہ هی کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مهینا هی، سو روپیہ مجهی ماہ بماہ بهیجتی هین. اب جو مین وهان گیا، تو سو روپیہ مهینا بنام دعوت اور دیا. یعنی رامپور رهون تو دو سو روپیہ مهینا پاؤن، اور دلی رهون تو سو روپیہ. بهائی سو دو سو مین کلام نهین. کلام اس مین هی کہ نوابصاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتی هین. ... بهر حال غنیمت هی. رزق کی اچهی طرح ملنی کا شکر چاهئی. کمی کا شکوہ کیا.» (۱)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ہے:

«وہ سو روپیہ مهینا یهان رهون وهان رهون خدا کی هان سی میرا مقرر هی.» (۲)

قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو بھی یہی لکھا ھے کہ

«حق تعالی والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکهی. اونکا عطیہ ماہ بماہ مجکو پهنچتا هی. کرم گستری اور استاد پروری کر رهی هین. میری رنج سفر اوٹهانی کی اور رامپور جانیکی حاجت نهین.» (۳)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو قدرے تفصیل سے لکھتے هین:

«واہ کیا کہنا هی. رامپور کی علاقہ کو گاؤشنگ اور مجکو بیل، یا اوس پیوند کی طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گهوڑا بنایا. وہ علاقہ اور وہ پیوند لوهارو کی سفر کا مانع و مزاحم کیون هو. رئیس کیطرف سی بطریق وکیل محکمۂ کمشنری مین معین نهین هون. جسطرح امرا واسطی فقرا کی وجہ معاش مقرر کردیتی هین اسیطرح اس سرکار سی میریواسطی مقرر هی. هان فقیر سی دعای خیر اور مجھ سی اصلاح نظم مطلوب هی. چاهون دلی رهون چاهون اکبرآباد. چاهون لاهور چاهون لوهارو.» (٤)

لڑکون کی شرارت

رامپور کی آب و هوا کی موافقت، مزاج اور سرکار کی تعظیم و توقیر کے باعث میرزا صاحب زیادہ عرصہ قیام کرنا چاهتے تھے. لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ستاتے تھے. میرزا صاحب نے انکا دل بہلنے کے خیال سے طفلانہ کھیل کود کے تمام لوازمات مہیا کردیئے تھے. اسپر بھی یہ برابر انکے

(۱) اردوی معلی، ص ۱٦۲ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۲۱۱
(٤) ایضاً، ص ٤۰۳

سکون و آرام مین خلل ڈالتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۴ فروری کو میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

« لڑکے دونون اچھی طرح ہین۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہین۔ کبھی مجکو ستاتے ہین۔ بکریان، کبوتر، بٹیرین، تکل، کنکوا سب سامان درست ہی۔ » (۱)

اپنے ارادۂ قیام اور انکی شرارت کے متعلق یوسف مرزا صاحب کو تحریر کرتے ہین:

« مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رہتا۔ » (۲)

میر مہدی مجروح کو لکھا ہے:

« لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا۔ وہان اونھون نے میرا ناک مین دم کردیا۔ تنہا بھیجدینی مین وہم آیا، کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہی۔ اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہان کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا، اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا۔ » (۳)

دلی کو واپسی

لڑکون کی شرارت سے تنگ آکر میرزا صاحب نے برسات تک کے ارادۂ قیامِ رامپور کو فسخ کردیا۔ سرکار نے ہرچند روکا اور آمون کا لالچ دیا، لیکن میرزا صاحب نہ رکے اور آخرِ مارچ مطابق آخرِ شعبان مین دلی کو روانا ہوگئے۔ رامپور سے روانگی کی تاریخ بھی میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین تحریر کی ہے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ہین:

« سال گزشتہ اندنون مین مین رامپور تھا۔ مارچ سنہ ۶۰ ع مین یہان آگیا ہون۔ » (٤)

مرزا تفتہ کو لکھتے ہین:

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون، تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے ہین۔ » (٥)

میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے ہین:

« میر مہدی! تم میری عادات کو بھول گئی۔ ماہ مبارک رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہی۔ مین اس مہینی مین رامپور کیونکر رہتا۔ نوابصاحب مانع رہی، اور بہت منع

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً، ص ۳٤۹ (۳) ایضاً، ص ۱۶۱
(٤) ایضاً، ص ۲۱۱، و عودِ، ص ۱۶۶ (٥) اردوی معلی، ص ٥٤

کرتی رهی . برسات کی آمون کا لالچ دیتی رهی . مگر بهائی مین ایسی انداز سی چلا که چاند رات کی دن یهان آپهنچا . یکشنبه کو غرۂ ماه مقدس هوا .» (۱)

میر غلام حسنین قدر بلگرامی کو سه شنبه ۱۳ مارچ سنه ٦٠ ع کو لکها هے:

« اب جو خط بهیجیے دلی کو بهیجیے گا ، که مین اس مهینی مین اودهر کو جاؤنگا . رویت ماه صیام اغلب هی که دلی هی مین هو .» (۲)

ان خطوط سے صرف اسقدر معلوم هوتا هے که میرزا صاحب آخرِ شعبان سنه ۱۲۷٦ ھ مطابق آخرِ مارچ سنه ۱۸٦٠ ع مین رامپور سے روانا هوکر ۳۰ شعبان کو دلی پهنچے ، اور وهان پهنچکر رمضان المقدس کا چاند دیکها . لیکن انگریزی و هجری تاریخین ابهی متعین نهین هوئی هین . انگریزی تاریخ کے بارے مین منشی شیونراین کو رامپور سے لکهتے هین :

« اب مین شنبه کی دن ۱۷ مارچ کو دلی روانا هونگا .» (۳)

یوسف مرزا صاحب کو ۹ رمضان مطابق ۲ ماهِ اپریل کو هجری تاریخ کے متعلق تحریر کیا هے :

« مین ۲۳ شعبان کو رامپور سی چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پهنچا . اوسی دن چاند هوا .» (٤)

میرزا صاحب نے اس خط مین رمضان کی نوین تاریخ کو اپریل کی دوسری تاریخ کے مطابق لکها هے ، اور یه بهی بتایا هے که اوس سال رمضان کا چاند ۳۰ کا هوا تها . اس حساب سے ۲۳ شعبان سنه ۱۲۷٦ ھ ۱۷ مارچ سنه ۱۸٦٠ ع کے مطابق ، اور ۳۰ شعبان سنۂ مذکوره ۲٤ مارچ سنه ٦٠ ع کے مطابق هوگی . لهذا میرزا صاحب کی رامپور سے روانگی کی تاریخ ۲۳ شعبان سنه ۷٦ ھ مطابق ۱۷ مارچ سنه ٦٠ ع اور دلی مین ورود کی تاریخ ۳۰ شعبان سنه ۷٦ ھ مطابق ۲٤ مارچ سنه ٦٠ ع قرار پاتی هے .

کل مدت قیام

میرزا صاحب کے بعض خطوط مین رامپور کے قیام کی کل مدت کا بهی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱٦۱
(۲) ایضاً ، ص ٤٠٦ ، لاهور ایڈیشن
(۳) اردوی معلی ، ص ۳۸۰
(٤) ایضاً ، ص ۳٤۸

ذکر آیا ہے. لیکن وہ تخمینی ہے. خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین :

« مین آخر جنوری مین رامپور گیا. چھہ سات ہفتہ وہان رھکر دلی آیا. » (۱)

مرزا تفتہ کو لکھتے ہین :

« نواب یوسف علیخان بہادر ... بلاتی رھتی تھی. اب مین گیا. دو مہینے رھکر چلا آیا. » (۲)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو تحریر فرماتے ہین :

« سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان مین چھوڑ مع دونون ہتکڑیون کے بھاگا. میرٹھ، مرادآباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا. کچھ دن کم دو مہینے وہان رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا. اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگونگا. » (۳)

ان خطوط مین « چھ سات ہفتے، کچھ دن کم دو مہینے » اور « دو ماہ » تین مختلف بیان ملتے ہین. ان مین سے « کچھ دن کم دو مہینے » صحیح ہے، اسلئے کہ میرزا صاحب ایک ماہ بیس یوم رامپور مین رہے تھے.

رامپور مین عدیم الفرصتی

قیام رامپور کے زمانہ مین میرزا صاحب اسقدر عدیم الفرصت رہے، کہ اکثر احباب کے محبت نامون کا بر وقت جواب تک نہ دیسکے. ایک خط مین اسکی وجہ تحریر فرماتے ہین :

« از بسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتی ہین اور ہر وقت آتے ہین، فرصت مشاہدۂ اوراق نہین ملی. » (٤)

واپسی پر دلی مین چہ‌میگوئیان

میرزا صاحب نے دلی سے روانا ہوتے وقت اپنا صحیح ارادۂ سفر ظاہر نہین کیا تھا. جب یہ رامپور سے واپس دلی پہنچے تو حساد نے اس اخفا کا انتقام لیا، اور شہر مین واپسی پر خوب رای زنی کیگئی. میرزا صاحب کو اس رای زنی سے سخت ذہنی اذیت پہنچی، اور اونہون نے شکایت آمیز لہجے مین مرزا تفتہ کو لکھا :

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ہون تو کیا کہون کہ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤
(۳) ایضاً، ص ٤٠٠، و عود، ص ٧٠ (٤) اردوی معلی، ص ۷۳

یہانکی لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتی ہین . ایک گروہ کا قول یہ ھی کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا ، اور وھان گیا تھا . اگر نواب نی کچھ سلوک نہ کیا ھوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سی کم ندیا ھوگا . ایک جماعت کہتی ھی کہ نوکری کو گئی تھی مگر نوکر نرکھا . ایک فرقہ کہتا ھی کہ نواب نی نوکر رکھ لیا تھا . دو سو روپیہ مہینا کردیا تھا . لفٹنٹ گورنر الہ‌آباد جو رامپور آئی ، اور اونکو غالب کا وھان ھونا معلوم ھوا ، تو اونھون نی نوابصاحب سی کہا کہ اگر ھماری خوشنودی چاھتی ھو تو اسکو جواب دو . نواب نی برطرف کردیا . » (۱)

یہ تو اربابِ دھلی کی آرا تھین . لیکن انکی نقل کے بعد میرزا صاحب نے تفتہ کو اصلِ حقیقت بتائی ھے . فرماتے ھین :

« یہ تو سب سن لیا . اب تم اصل حقیقت سنو . نواب یوسف علی خان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھ برس سی میری شاگرد ھین . آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی . اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ھین . بلاتی رھتی تھی . اب مین گیا . دو مہینی رہ کر چلا آیا . بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا . وہ سو روپیہ مہینا ، یہان رھون وھان رھون ، خدا کی ھان سی میرا مقرر ھی . » (۱)

نواب فردوس مکان کی علالت اور میرزا صاحب کا تردد

ماہِ اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین نواب فردوس مکان عارضۂ سرطان مین مبتلا ھوے . میرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی ، تو انہین اپنے سخی داتا شاگرد کی علالت سے سخت تردد لاحق ھوا . چونکہ نوابصاحب مرزا صاحب کے پورے خاندان کے مربی تھے اسلئے میرزا صاحب کی بی بی اور حسین علیخان بھی پریشانی کا شکار ھونے سے نہ بچے . مگر اسوقت تک میرزا صاحب کو یہ معلوم نہو سکا تھا کہ سرکار کو مرض کیا لاحق ھوا ھے . اس امر کی تحقیق کیلئے اونہون نے ۸ نومبر سنہ ٦٤ع کو انتہائی احتیاط کیساتھ تحریر کیا :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارک کا حال خارج سی مسموع ھوا ھی ، عالم الغیب گواہ ھی ، کہ مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میری فرزند حسین علیخان پر کیا گزر رھی ھی . ایکدن رات میری گھر مین روٹی نہین پکی . سب نی فاقہ کیا . باری وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانی ھوی . بالکل اطمینان جب ھوگا ، کہ آپکی غسل صحت کی نوید سنونگا ،

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٥٤

اور قطعۂ تاریخ غسل صحت لکھکر بھیجونگا ۔ فی الحال اتنا چاہتا ہون کہ اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقت مرض سی آگہی حاصل ہو ۔» (۱)

۱۲ نومبر کو سرکار کا نامۂ مبارک میرزا صاحب کو موصول ہوا ۔ غالباً اوسمین نوعیت و کیفیتِ مرض کا ذکر نہ تھا ، جس سے کسیقدر اطمینان ہوا ۔ لیکن ابھی تشویش رفع نہوئی تھی ، اسلئے اسکے جواب مین ۱۳ نومبر کو میرزا صاحب نے پھر لکھا :

«ابتدای یکم نومبر سی ۱۱ تك عرض نہین کر سکتا کہ لیل و نہار مجھپر کیسی گزری ہین ۔ راہ دور ۔ مین رنجور ۔ معہذا بیمقدور ۔ اگر دلی سی رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی ہوتی ، تو مین یہان ایك دم نہ ٹھہرتا ، اور خدمت مین حاضر ہوتا ۔ تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل ہو ۔ نا چار از راہ اضطرار ۸ ماۂ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا ۔ خدا کی عنایت اور مرشد کامل یعنی حضرت کی ہدایت نی اوس خط کی جواب آنیکی مدت سی پہلی مجھی گرداب اضطراب سی نکالا ۔ کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامہ آگیا ۔ گویا میری جان بچ گئی ۔ بلکہ ایك اور نئی جان میری بدن مین آگئی ۔ اب استدعا یہ ہی کہ حال ناسازی مزاج اقدس مفصل معلوم ہو ۔» (۲)

اس عریضہ کے جواب مین ۱۹ نومبر کو سرکار نے تحریر فرمایا کہ « پھوڑا نکل آیا تھا ، لیکن اب بحمد اللہ افاقہ ہے » ۔ میرزا صاحب اس خبر سے بیحد مسرور ہوے ، اور ۲۷ نومبر کو اسکے جواب مین لکھا :

«کس زبان سی کہون ، اور کس قلم سی لکھون کہ یہ ہفتہ عشرہ کس تردد وتشویش سی بسر ہوا ہی ۔ ہر روز شام تك جانب در نگران رہتا ، کہ ڈاك کا ہرکارہ آئی ، اور حضرت کا نوازشنامہ لائی ۔ باری خدا کی مہربانی ہوئی ، از سر نو میری زندگانی ہوئی ، کہ کل چار گھڑی رات گئی ڈاك کی ہرکارہ نی وہ عطوفت نامۂ عالی دیا ، جسکو پڑھکر روح تازہ رگ و پی مین دوڑ گئی ۔ نیند کسکی ؟ سونا کسکا ؟ روشنی کی سامنی بیٹھا ، اور اشعار تہنیت لکھنی لگا ۔ سات شعر مع مادۂ حصول صحت جب لکھ لئی تب سویا ۔» (۳)

غسل صحت کی تہنیت

سرکار کے خط سے صحت و افاقتِ مرض کی اطلاع ملگئی ، لیکن یہ معلوم نہوسکا کہ غسل صحت ہوچکا ہے یا نہین ۔ اور بصورتِ دیگر کونسی تاریخ اس تقریبِ سعید کیلئے مقرر ہوئی ہے ۔ اس تحقیق کیلئے میرزا صاحب

(۱) مکاتیب ، ص ۴۰ (۲) ایضاً ، ص ۴۱ (۳) ایضاً ، ص ۴۲ ۔ قطعۂ تاریخ غسل حاشیۂ صفحۂ مذکور پر درج ہی ۔

نے منشی سیلچند میر منشی کو ۲۵ دسمبر کو لکھا :

«اگرچہ از روی خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوتی ھو . لیکن یہ کہین سی نہین سنا کہ غسل صحت کیا ، یا کسدن کرینگو . آپ سی یہ فقیر کا سوال ھی ، کہ مجکو لکھیی کہ حضرت غسل کسدن فرمائینگی . اور اگر موافق میری آرزو کی نہاچکو ہون تو غسل کی تاریخ سی اطلاع دیجی .» (۱)

میر منشی صاحب نے جواباً لکھا کہ ابھی غسلِ صحت نہین فرمایا ھے . غالباً رمضانِ مبارك مین یہ تقریب عمل مین آئیگی . میرزا صاحب کو ١٤ جنوری سے قبل سرکار کا نامۂ صحت ملچکا تھا . نیز وہ اس عرصہ مین قصیدۂ تہنیت بھی ارسال کرچکے تھے . اسلئے التواءِ تاریخ غسل پر ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦۵ ع کو پھر میر منشی صاحب کو لکھا :

«یہ جو مین نی قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ھو ، منشا اسکا یہ ھو کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سی آئی ، اور اونہون نی کہا کہ نوابصاحب جمعہ کی دن ساتوین تاریخ شعبان کو نہائینگی . اب تمہاری تحریر سی معلوم ہوا ، کہ ماہ آیندہ یعنی (رمضان) مین نہائینگی . خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سی گزریگا . اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نی بموجب روایت شاہ کبیر الدین کی اسکو ارسال مین جلدی کی ھو .» (۲)

غسلِ صحت کا جشن ماہِ عید مین منایا جانا تجویز ھوا . لیکن ابھی مرض قدرے باقی تھا ، اور رامپور سے جسقدر سرکاری تحریرین جاتی تھین اون مین مزاج کی کیفیت کا مذکور نہین ھوتا تھا . اسلئے میرزا صاحب نے ١٤ مارچ سنہ ٦۵ ع کو میر منشی صاحب سے پھر استفسار کیا :

«منشی صاحب ! عجب اتفاق ھو کہ حضور اپنی خط مین اپنی مزاج مبارك کا حال کچھ نہین لکھتی ، اور میرا دھیان لگا ہوا ھی . خدا کیواسطی ! تم مفصل حال لکھو کہ کیا عارضہ باقی ھو ، اور صورت کیا ھو . دربار بدستور ھوتا ھو یا نہین ؟» (۳)

میر منشی صاحب کا جواب مثل مین موجود نہین . اسلئے نہین کہا جاسکتا کہ اونہون نے مرض کے متعلق کیا لکھا . لیکن ۲۳ شوال سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۸٦۵ ع کو میرزا صاحب نے اپنا فارسی تہنیت نامہ ارسال کیا ھے ،

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۳ . قصیدۂ تہنیت ص ٤٦ کی حاشیہ مین مندرج ھی .
(۳) ایضاً ، ص ١١٤

جو صفحہ ٤٤ تا ٤٧ پر درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخِ مذکورہ تک میرزا صاحب کو صحت کی اطلاع تھی۔

عود مرض اور وفات

لیکن مادۂ مرض کا بالکلیہ استیصال نہین ہوا تھا۔ کسی معمولی بے احتیاطی نے مادہ کو دو بارہ چھیڑ دیا، اور سرکار پر از سرِ نو مرض کا حملہ ہوگیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ اطبا مجبور ہوگئے، اور حالت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی، تا آنکہ یوم جمعہ ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو نواب فردوس مکان رہگرای عالم بقا ہوئے، اور میرزا صاحب کے ہان قیامتِ صغری کا منظر نظر آنے لگا۔

خلد آشیان کی تخت نشینی اور میرزا صاحب کا وظیفہ

نواب فردوس مکان طاب ثراہ کے بعد نواب خلد آشیان نے مسندِ آبائی پر قدم رنجہ فرمایا۔ میرزا صاحب کا تعلق نواب فردوس مکان کی ذات سے تھا، اسلئے دورِ جدید مین اسکے ختم ہوجانیکا خطرہ تھا۔ اس خطرہ کا میرزا صاحب کو احساس ہوا اور اونہون نے فوراً تہنیت نامہ لکھا۔ سوءِ اتفاق سے یہ مکتوب مثل مین موجود نہین۔ لیکن نواب خلد آشیان نے یکم مئی سنہ ٦٥ ع کو اس کے جواب مین تحریر فرمایا:

« مشفقا! آنچه مشاهرهٔ آن کرمفرما از عهد نوابصاحب و قبله فردوس مکان مقرر است انشاء الله تعالی بدستور جاری مانده، حسب ضابطه بسامی خدمت رسیده خواهد ماند. » (١)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے تہنیت کیساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق بھی کوئی درخواست کی تھی۔ یہ خواهش معرضِ قبول تک پہنچی، اور وظیفہ بدستور جاری رہا۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے ٣٠ جولائی کو میان داد خان سیاح کو لکھا ہے کہ

« اپریل کا روپیہ رئیس حال سے مین نے پایا۔ » (٢)

(١) مکاتیب، ص ٤٩، حاشیہ نمبر ١ (٢) اردوی معلی، ص ١٧

لیکن اس مکتوب سے ۲٤ روز قبل خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو قدرے تفصیلاً تحریر فرمایا تھا :

« والی رامپور کو خدا سلامت رکھی . اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیه موافق دستور قدیم آیا . جون ماه گزشته کا روپیه خدا چاهی تو آجائی . آج جمعه ۷ جولائی هی . معمول یه هی که دسوین بارهوین کو رئیس کا خط مع هنڈوی آیا کرتا هی . » (۱)

تہنیت نامه کا امید افزا جواب پا کر میرزا صاحب نے قصیدۂ تہنیت ارسال کیا . یه قصیده بهی مثل مین موجود نہین . لیکن مین نے عودِ هندی سے عریضه نمبر ٤٤ کے حاشیه مین نقل کردیا هے . اس قصیده کی پزیرائی موافقِ امید هوئی ، تو میرزا صاحب کو بڑهاپے کی تمام مجبوریون کے باوجود سفرِ رامپور کیلئے آماده هونا پڑا .

نواب خلد آشیان کا دعوتنامه

میرزا صاحب نے اپنے ارادۂ سفر کی اطلاع میرزا داغ کو دی . اونهون نے کسی مناسب موقع پر سرکار کے حضور مین ذکر کیا . سرکار نے ۱۱ جون سنه ٦٥ ع کو قصیده کی وصولیابی کے تذکار کے بعد تحریر فرمایا :

« درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته موجب کمال مسرتهاست . چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است . او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند . » (۲)

اس دعوت کے بعد میرزا صاحب نے تقریباً چار ماه توقف کیا . غالباً اسکی وجه یه هوگی که سرکار نے جشنِ تخت نشینی کیلئے دسمبر کا پہلا هفته مقرر فرمایا تها . میرزا صاحب نے اسی زمانے کو سفر کیلئے زیاده مناسب خیال کیا . لیکن سرکار کے جواب مین یه لکها ، که

« حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا . وه آگ برسرهی هی که طیور کے پر جل رهی هین . بعد آگ کے پانی برسیگا . سفر خصوصاً بوڑهی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر . آفتاب میزان مین آیا ، اور هنگامۂ آتش و آب رفع هوا ، اور مین نے احرام بیت المعمور رامپور باندها . انشاء الله العلی العظیم . » (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۰ (۲) مکاتیب ، ص ۵۱ ، بقیۂ حاشیه . (۳) ایضاً ، ص ٥٤

«ہنگامۂ آتش وآب» کے ختم ہو جانیکے انتظار مین میرزا صاحب کو تقریباً چار ماہ توقف کرنا پڑا، اور ماہِ اکتوبر سنہ ٦٥ع مین «احرامِ بیت المعمورِ رامپور» باندھنے کی نوبت آئی۔

سفر کی غرض

میرزا صاحب کے اس سفر کی غرض وغایت نواب فردوس مکان (طاب ثراہ) کے انتقال کی تعزیت اور نواب خلد آشیان کی مسند نشینی کی تہنیت تھی۔ مولوی عبد الرزاق شاکر کو سفر کی اطلاع دیتے ہوے لکھا ہے:

«قبلہ وکعبہ! فقیر پا در رکاب ہو۔ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونون دنون مین سی ایک دن عازم رامپور ہونگا۔ تقریب وہان جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت۔ دو چار مہینے وہان رہنا ہوگا۔» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا تھا:

«پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار، گویا اس در کا فقیر تکیہ‌دار ہون۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا۔» (۲)

لیکن اس تعزیت وتہنیت کی تہ مین جو غرض پنہان تھی اوسکا اظہار مرزا تفتہ کے خط مین کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا۔ بھیک مانگنے آیا ہون۔»(۳)

تاریخ روانگی

ابتداءً میرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ سہ شنبہ یا چار شنبہ ان دونون مین سے ایک دن رامپور روانا ہون گے۔ چنانچہ شاکر کو یہی لکھا بھی تھا۔ لیکن نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو یکم اکتوبر سنہ ٦٥ع کو لکھا:

«میان! تم جانتے ہو کہ مین عازم رامپور تھا۔ اسباب مساعد ہوگئے۔ بشرط حیات جمعہ کو روانا ہونگا۔» (٤)

مگر مرزا شہاب الدین خان بہادر کے نام کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے دلی سے روانہ ہوے۔ فرماتے ہین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ٢١٦، و عود، ص ١٦٠۔ موخر الذکر مین «عازم رامپور ہونگا» ہے۔
(۲) ایضاً، ص ۲۰۸، و ایضاً، ص ١٦٩ (۳) اردوی معلی، ص ۹۸ (٤) ایضاً، ص ۳۹۵

«هفتے کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کر کی راهی هوا . قصد یه تھا که پلکنوی رهون . وهان قافلی کی گنجایش نپائی .» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو مرادآباد پہنچکر جو خط لکھا ہے ، اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتے کو ماہِ اکتوبر کی ۷ تاریخ تھی . فرماتے ہین :

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا . ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی .» (۲)

حکیم احمد حسن مودودی کو صراحت سے لکھا ہے ، کہ

«هفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا هوا .» (۳)

رفقای سفر اور سواری

اس سفر مین میرزا صاحب کے ساتھ باقر علیخان ، حسین علیخان ، کلو ، نیاز علی اور دو آدمی اور کل ٦ نفوس تھے . میرزا صاحب نے پالکی مین اور دونون لڑکون نے کبھی رتھ اور کبھی گھوڑون پر راستہ طے کیا . بقیہ چار آدمیون اور سامانِ سرمائی کے لئے دو گاڑیان همراہ تھین . حکیم غلام نجف خان کو محولۂ بالا خط مین لکھا ہے :

«مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی هین .»

مرزا شہاب‌الدین خان بہادر کے خط مین لکھا ہے :

«دونون گھوڑی کوتل آگی ، دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی هین .»

آدمیون کے بارے مین رامپور سے روانگی کے وقت مرزا علاءالدین احمد خان بہادر کو لکھا ہے :

«آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ... دلی کو روانا ہوی . دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی . کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس هین .» (٤)

کیفیت و مناظر سفر

میرزا صاحب نے دلی سے رامپور تک ٦ منزلین طے کی تھین . حکیم احمد حسن مودودی کو تحریر فرمایا ہے :

«رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ‌دار روزینہ خوار هون . رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا .

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً ، ص ۲۳۳ (۳) ایضاً ، ص ۲٤۳ (٤) ایضاً ، ص ۳٤۹

دعاگوی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔» (۱)

مرزا شہاب الدین خان بہادر کو ان منازل کی تفصیل بتاتے ہوے تحریر فرماتے ہین :

«غازی‌آباد کا حال شمشاد علی سی سنا ہوگا۔ ہفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راہی ہوا۔ قصد یہ تھا کہ پلکنوی رہون۔ وہان قافلی کی گنجایش نپائی۔ ہاپوڑ کو روانا ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلی چلدیی۔ چار گھڑی دن رہی مین ہاپوڑ کی سرای مین پہنچا۔ دونون بھائیون کو بیٹھی ہوی اور گھوڑون کو ٹہلتی ہوی پایا۔ گھڑی بھر دن رہی قافلہ آیا۔ ... آج مین نی تمہاری والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجی پانچ کی عمل مین ہاپوڑ سی چلدیا۔ سورج نکلی بابوگڈہ کی سرای مین آپہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اوسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا ہون، اور یہ خط لکھرہا ہون۔ دونون گھوڑی کوتل آگی دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ہین۔ اب وہ آئی اور کھانا کھالیا اور چلی۔» (۲)

حکیم غلام نجف خان کو ہاپوڑ سے مرادآباد پہنچکر لکھا ہے :

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا۔ ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی۔ دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ہین۔ اب آئی جاتی ہین۔ رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگی۔ گھبرایا ہوا ہون۔ تیسرا دن ہی پاخانہ پھری کو۔» (۳)

مناظرِ سفر کے متعلق حکیم غلام رضا خان کو تحریر کرتے ہین :

«تم سی رخصت ہوکر اور تمہین خدا کو سونپ کر روانۂ رامپور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ جا بجا۔ آرام سی رامپور پہنچا۔» (٤)

توشۂ راہ

ہاپوڑ کی سرا‌ے مین میرزا صاحب نے اپنے واسطے چھٹانک بھر گھی مین دو شامی کباب تلوائے۔ لڑکون نے ادھر کی کھچڑی تیار کرائی، اور خوب گھی ڈالکر خود بھی کھائی، اور آدمیون کو بھی کھلائی۔ دوسرے دن کیلئے سادہ سالن بغیر ترکاری کا پکوایا۔

منزل پر پہنچکر حسین علیخان پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتے

(۱) اردوی معلی، ص ۲۴۳ (۲) ایضاً، ص ۲۹۲ (۳) ایضاً، ص ۲۳۳ (٤) ایضاً، ص ٤٥۲

اور باقر علیخان کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے . مرزا شہاب الدین خان بہادر کے خط مین مرزا صاحب نے لکھا ہے :

« مین نے چھٹانك بھر گھی داغ کیا . دو شامی کباب اوس مین ڈالدیے . رات ہوگئی تھی . شراب پی لی . کباب کھائے . لڑکون نے ارھر کی کھچڑی پکوائی . خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی ، اور سب آدمیون کو بھی کھلائی . دن کیواسطے سادہ سالن پکوایا . ترکاری نہ ڈلوائی . باری آجتك دونون بھائیون مین موافقت ہے . آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہین . اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اوتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے . دونون بھائی ملکر کھا لیتے ہین . » (۱)

ناسازی طبیعت

راستہ کی تکان اور اوقاتِ غذا مین اختلال ہوجانے کے باعث میرزا صاحب کو قبض کی شکایت ہوگئی تھی . حکیم غلام نجف خانصاحب کو مرادآباد سے تحریر کیا ہے :

« بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... رات بخیر گزری . بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگے . گھبرایا ہوا ہون ، تیسرا دن ہے پاخانہ پھرے کو . » (۲)

تاریخ ورود رامپور

آخرِ کار چھ منزلین طے کر کے میرزا صاحب جمعرات کے دن ۱۲ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور تشریف لائے . قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا ہے :

« ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا . بشرط حیات آخر دسمبر تك دھلی جاؤنگا . » (۳)

حکیم غلام نجف خان کے محولۂ بالا خط مین بھی ، جو ۱۱ اکتوبر کو مرادآباد سے لکھا تھا ، یہی تحریر کیا ہے کہ کل یعنی بارا اکتوبر کو رامپور پہنچ جاؤنگا . حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام کے خط سے بھی یہی تاریخ مستنبط ہے . فرماتے ہین :

« ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ہوا . بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا . » (٤)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً ، ص ۲۳۳

(۳) ایضاً ، ص ۲۰۸ ، و عود ، ص ۱٦۹ (٤) اردوی معلی ، ص ۲٤۳

نواب خلد آشیان کی تواضع

نواب خلد آشیان نے میرزا صاحب کی بیحد تواضع اور مدارات کی۔ قیام کیلئے جرنیلی کی کوٹھی عطا ہوئی[1]، اور باورچیخانۂ سرکاری سے دونون وقت کھانا مقرر ہوا۔ حکیم غلام نجف خان نے اپنے خط مین کھانے کے متعلق تشویش کا اظہار کیا تھا۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے اونھین لکھا ھے:

«صبح شنبہ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ ع۔ اقبالنشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاہ کی دعا پہنچے۔ تمھاری خط سے معلوم ہوا کہ تمکو میری کھانے پینے کی طرف سے تشویش ھے۔ خدا کی قسم! مین یہان خوش اور تندرست ہون۔ دن کا کھانا ایسی وقت آتا ھے کہ پہر دن چڑھے تک میری آدمی بھی روٹی کھا چکتے ھین۔ شام کا کھانا بھی سویری آتا ھے۔ کئی طرح کے سالن، پلاؤ، متنجن، پسندی، دونون وقت روٹیان خمیری، چپاتیان، مربے، آچار۔ مین بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلو اچھا ہوگیا ھے۔ سقا، مشعلچی، خاکروب سرکار سے متعین ھے۔ حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ھے۔» (۲)

۲۴ اکتوبر کو میرزا صاحب نے پھر حکیم صاحب کو خط لکھا۔ اوس سے معلوم ھوتا ھے کہ اس عرصہ مین سرکار نے کھانے اور جانورون کے گھاس دانے کی نقدی مقرر فرما دی تھی۔ فرماتے ھین:

«آج منگل کا دن ٤ جمادی الثانی کی اور ۲۴ اکتوبر کی ھے۔ کھانے کی اور گھوڑون اور بیلون کے گھاس دانے کی نقدی ہوگئی۔ لیکن اس مین میرا فائدہ ھے، نقصان نہین۔» (۳)

تعظیم و توقیر اور اخلاص

نواب خلد آشیان قدردانیِ علم و ھنر مین اپنے والدِ مرحوم کے سچے جانشین تھے۔ اونھون نے میرزا صاحب کی تعظیم و توقیر اور خاطر و مدارات کا بیحد لحاظ کیا۔ میرزا صاحب ۲۱ اکتوبر کو حکیم صاحب کو لکھتے ھین:

«آجتک دو ملاقاتین ہوئی ھین۔ تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نہین۔» (۲)

سرکار کا التفات روز بروز زیادہ ھونے لگا تو میرزا صاحب نے ۲۴ ماہِ مذکور کو پھر حکیم صاحب کو تحریر کیا:

(۱) یہ عمارت قلعۂ معلی کے مشرقی دروازہ کے باہر واقع تھی۔ نواب سید محمد حامد علیخان بہادر جنت مکان نے قلعۂ معلی کی قدیم عمارتین منہدم کراکے نئی عمارات تعمیر کرتے وقت بعد ترمیم مناسب قلعہ کے اندر داخل کر لیا ھے۔ آجکل یہ عمارت مہمان خانہ کا کام دیتی ھے۔

(۲) اردوی معلی، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۲۲۳

"اب روداد سنو. نوابصاحب کا اخلاص و التفات روز افزون ھی۔" (۱)

اوس بات کی کچھ اصل نہین

رامپور کے سفر سے قبل میرزا صاحب نے کوئی ایسی بات سنی تھی، جو انکے تعلقِ ریاست کیلئے خطرناک تھی۔ یہان آکر نوابصاحب کے التفات و اخلاص نے اوسکی تغلیط کردی۔ میرزا صاحب اپنی بیوی سے اس خطرہ کا ذکر کرچکے تھے۔ اسلئے اونکی پریشانی رفع کرنے کے خیال سے حکیم صاحب کے خط کے آخر مین اونکے صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ھوے تحریر کیا ھے:

"ظہیرالدین خان بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ۔ اور یہ خط پڑھکر سناؤ۔ اور اونسے یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نے تم سے کہی تھی وہ غلط ھی۔ اوسکی کچھ اصل نہین ھی۔" (۲)

نواب خلد آشیان کے متعلق میرزا صاحب کی رای

میرزا صاحب سرکار کے حسنِ صورت و سیرت کے اسقدر گرویدہ ھوے کہ اونھین بعض شیوہ و روش مین نواب فردوس مکان پر ترجیح دینے لگے۔ اس زمانہ مین سرکار نے بعض عمالانِ ریاست کو سرکاری مطالبات اور عام رعایا کو غلہ کا محصول معاف کردیا تھا۔ ان تمام واقعات نے مرزا صاحب کے دل پر اچھا نقش کیا۔ چنانچہ حکیم غلام رضا خان کے خط مین انکا اسطرح ذکر کیا ھے:

"نوابصاحب حال بمقتضای "الولد سر لابیہ" حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کے برابر بلکہ بعض شیوہ و روش مین اون سے بہتر ھین۔ بمجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یکقلم معاف کیا، علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ ھزار روپیہ بابت مطالبۂ سرکاری بخشدیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہونگا۔" (۳)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین:

"نوابصاحب از روی صورت روح مجسم، اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ھین۔ خزانۂ فیض کے تحویلدار ھین۔ جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکھوا لایا ھی، اوسکو ملنے مین دیر نہین لگتی۔ ایک لاکھ کئی ھزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کردیا۔ ایک اھل کار پر ساٹھ ھزار کا محاسبہ معاف کیا، اور بیس ھزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۳ (۲) ایضاً، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ٤٥٢

پیش ہوئی۔ خلاصہ عرضی کا سنلیا۔ واسطی منشی صاحب کی کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہورہا ہے۔ مقدار مجھپر نہین کھلی۔» (۱)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کے خط مین نوابصاحب کی تصویر کھینچتے ہین:

«رئیس کی تصویر کھینچتا ہون۔ قد، رنگ، شکل، شمائل بعینہ بھائی ضیاءالدین خان۔ عمر کا فرق اورکچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت۔ حلیم، خلیق، باذل، کریم، متواضع، متشرع متورع، شعر فہم۔ سینکڑون شعر یاد۔ نظم کیطرف توجہ نہین۔ نثر لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین۔ جلالائی طباطبائی کی طرز برتتے ہین۔ شگفتہ جبین ایسے کہ اونکو دیکھنے سے غم کوسون بھاگ جائے۔ فصیح بیان ایسے کہ اونکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب مین آئے۔ اللہم دام اقبالہ و زاد اجلالہ!» (۲)

نوابصاحب کی دورہ کو روانگی اور میرزا صاحب کا لطیفہ

نواب خلد آشیان نے ۳ نومبر سنہ ۶۵ ع کو اضلاعِ ریاست کے معاینہ کیلئے تشریف لیجانے کا ارادہ فرمایا۔ مشایعت کیلئے میرزا صاحب بھی ساتھ تھے۔ سرکار پا برکاب ہوئے تو حاضرین نے آداب و کورنش ادا کی۔ سرکار نے میرزا صاحب کے آداب پر تبسم کیساتھ ارشاد فرمایا۔ «خدا کے سپرد»۔ میرزا صاحب کی شوخیِ طبع نے گدگدایا، اور آپ قدرے حزین صورت بناکر بولے: «حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے۔ آپ پھر اولٹا مجکو خدا کے سپرد کرتے ہین۔»(۳)

جشن جمشیدی

دسمبر کا پہلا ہفتہ جشنِ تخت نشینی کیلئے مقرر ہوا تھا، اور اس تقریب کیلئے اسدرجہ شاندار تیاریان ہوئی تھین کہ میرزا صاحب نے اسکو «جشنِ جمشیدی» سے تعبیر کیا ہے۔ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین:

«نواب صاحب دوری سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے۔ جشن جمشیدی کی تیاریان ہورہی ہین۔» (٤)

۲۵ اکتوبر کو تاریخِ جشن کے متعلق لکھتے ہین:

«دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا۔ ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اوسکی ہے۔ بعد جشن کے رخصت ہونگا۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ہون۔» (۵)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۹۸ و ۹۹ (۲) ایضاً، ص ٤٤۱ (۳) یادگار غالب، ص ٤۲
(٤) اردوی معلی، ص ۲۳۱ (۵) ایضاً، ص ۲۲٤

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ہے :

« جشن یکم دسمبر سی شروع ۔ ٥ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔ » (١)

٦ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو جشنِ جمشیدی کی روداد لکھتے ہوے فرماتے ہین :

« یہان جشن کی وہ سامان ہو رہی ہین کہ اگر جمشید دیکھتا تو حیران رہجاتا ۔ شہر سی دو کوس پر آغاپور نامی ایک بستی ہی ۔ آٹھ دس دن سی وہان خیام برپا تھی ۔ پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کی آئی ، اور خیمون مین اوتری ۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوی ۔ سب سرکار رامپور کی مہمان ۔ کل سہ شنبہ ٥ دسمبر حضور پرنور بڑی تجمل سی آغاپور تشریف لیگئی ۔ بارہ پر دو بجی گئی ، اور شام کو پانچ بجی خلعت پہنکر آئی ۔ وزیر علیخان خانسامان خواصی مین سی روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا ۔ دو کوس کی عرصہ مین دو ہزار روپیہ سی کم نہ ایثار ہوا ہوگا ۔ آج صاحبان عالیشان کی دعوت ہی ۔ « ڈنر » شام کا کھانا یہین کھائینگی ۔ روشنی ، آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی ۔ طوائف کا وہ ھجوم ، حکام کا وہ مجمع ، کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیی ۔ کوئی کہتا ہی کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کی کل جائینگی ۔ کوئی کہتا ہی پرسون ۔ » (٢)

عزم مراجعت

ابتداءً میرزا صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ دو چار مہینے رامپور مین قیام کرین گے ۔ چنانچہ شاکر کو تاریخِ روانگیِ رامپور کی اطلاع دیتے ہوے تحریر کیا تھا :

« دو چار مہینی وہان رہنا ہوگا ۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو رامپور بھیجین ۔ » (٣)

لیکن رامپور مین کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ اختتامِ جشن کے بعد رخصت طلب کرین ، اور آخرِ دسمبر تک دلی جا پہنچین ۔ حکیم غلام نجف خان کو ٢٤ اکتوبر کو لکھا ہے :

« دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ہوگا ۔ ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اوسکی ہی ۔ بعد جشن کی رخصت ہونگا ۔ خدا چاہی تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ہون ۔ » (٤)

میرزا علائی کو ٦ دسمبر کو تحریر کیا ہے :

---

(١) اردوی معلی ، ص ٩٩ (٢) ایضاً ، ص ٤٤١

(٣) ایضاً ، ص ٢١٦ ، و عود ، ص ١٦٠ (٤) اردوی معلی ، ص ٢٢٤

«بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا . بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا .» (۱)

اسیطرح قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو بریلی کی دعوتِ قدوم کے جواب مین لکھا ہے :

«پیر و مرشد ! نوابصاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون . مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا . مین کہان اور بریلی کہان . ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا . بشرط حیات آخر دسمبر تك دہلی جاؤنگا .» (۲)

لڑکون کی روانگی

باقر علیخان اور حسین علیخان اب نوجوان تھے ، اور اب انہین تنہا بھیجدینے مین اوس قسم کے خطرات پیدا نہین ہوتے تھے ، جنکے خوف سے سنہ ٦۰ ع کے سفر مین میرزا صاحب نے فردوس مکان کے اصرار کے باوجود رامپور قیام نہین کیا تھا ، اور بچون کی ضد پر راہیِ دہلی ہوگئے تھے . لہذا میرزا صاحب نے دونون کو سرکار سے مراجعت کی اجازت دلا کر جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو دو آدمیون کیساتھ دلی روانا کردیا . سرکار نے وقتِ رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا . نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو اسکے متعلق میرزا صاحب نے لکھا ہے :

«آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ، ١٤ مرغ ، ٦ بڑی اور آٹھ چھوٹی ، (الی) کو دلی کو روانہ ہوی . دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی . کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ہین . نوابصاحب نے وقت رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا .» (۳)

میرزا صاحب کی تاریخ روانگی

اسی خط کے آخر مین میرزا صاحب نے لکھا ہے :

«میری چلنے کا حال یہ ہو کہ انشاء اللہ تعالی اسی ہفتہ مین چلونگا .»

٢٦ دسمبر کو پھر تحریر فرماتے ہین :

«جانا ! جانا ! ایك خط میرا تمہاری دو خطون کی جواب مین تکو پہنچا ہوگا . ... آج منگل ہی ۷ شعبان کی اور ٢٦ دسمبر کی . دونون بھتیجی تمہاری جمعہ کی دن ۲۲ دسمبر کو روانۂ دہلی ہوی . مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا .» (٤)

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٤٢ (۲) ایضاً ، ص ۲۰۸ و عود ، ص ١٦٩
(۳) اردوی معلی ، ص ٣٩٤ (٤) ایضاً ، ص ٣٩٦

اس حساب سے میرزا صاحب جمعرات کے دن ۲۸ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور سے رخصت ہوئے۔

احباب رامپور سے آخری ملاقات

سرکار سے رخصت حاصل کر کے میرزا صاحب قیامگاہ پر تشریف لائے۔ یہان رامپور کے بعض احباب الوداع کہنے کیلئے پہلے سے جمع تھے۔ صاحبزادہ سید نجابت علیخان بہادر نے، جو اپنے والد صاحبزادہ سیّد ہدایت علیخان بہادر کے ساتھ میرزا صاحب سے آخری ملاقات کیلئے گئے تھے، ایکروز میرزا غالب کے تذکرہ مین حقیر عرشی سے بیان کیا، کہ جب میرزا صاحب سرکار مین سے واپس آئے، تو مین اپنے والد کے همراه اونکے قیامگاہ پر موجود تھا۔ میرزا صاحب نے احباب کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا:

« بھئی! ہم نے ابھی یہ شعر کہا ہے:

اب ہے دلی کیطرف کوچ ہمارا غالب ٭ آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے »[1]

رخصتانہ کی رقم

میرزا صاحب نے ۲۸ نومبر کو رامپور سے تفتہ کو لکھا تھا:

« مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا، بھیك مانگنے آیا ہون۔ روٹی اپنی گرہ سے نہین کھاتا، سرکار سے ملتی ہے۔ وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی همت۔ » (۲)

نواب خلد آشیان تاریخِ تحریرِ خط سے ۲۱ روز قبل ۷ نومبر سنہ ٦٥ ع کو ایك ہزار روپیہ عطا فرما چکے تھے۔ تاہم ۲٦ دسمبر سنہ ٦٥ع کو

(۱) مولانا نظامی بدایونی نے شرح دیوان غالب اردو (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ۱۹۲۲ ع) کے صفحہ ۲۵٤ پر یہ مقطع اور ایك شعر نقل کرکے حاشیہ مین لکھا ہے: «حضرت نواب سے نواب یوسف علیخان ناظم والی رامپور کی طرف اشارہ ہے۔ یہ اوس غزل کے شعر ہین جو رامپور سے رخصت ہوتے وقت لکھی تھی۔ چونکہ دیوان اوسوقت مرتب ہوکر شایع ہو چکا تھا۔ اسلئے دیوان مین شامل نہین ہوئی»۔ اس بیان مین مولانا سے تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ ایك عینی شاہد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہان نواب خلد آشیان محمد کلب علیخان بہادر مراد ہین۔ علاوہ ازین چونکہ پہلے سفر مین میرزا صاحب رامپور سے دیوان اردو کی نقل لیگئے تھے، جس سے دیوان طبع ہوا، اسلئے نواب فردوس مکان کے بجائے نواب خلد آشیان کے عہد کی غزل کا اوس مین شامل نہونا قرین قیاس اور مطابق واقعہ ہو سکتا ہے۔

(۲) اردوی معلی، ص ۹۸

۲۰۰ روپیہ بوجہِ زادِ راہ مرحمت فرما کر میرزا صاحب کی اس آرزو کی بھی تکمیل کردی۔

نواب ضیاءالدین خان بہادر کی فرمایش

نواب ضیاءالدین خان بہادر نیّر نے میرزا صاحب سے فرمایش کی تھی کہ رامپور سے بانس کی غلیل لائین۔ میرزا صاحب نے فرمایش پوری کی۔ لیکن غلیل پر جو کچھ بیتی وہ دلچسپی سے خالی نہین۔ علائی کے نام رامپور سے ۲۶ دسمبر کو لکھا ھے:

«تو کمان گروھہ کہا کر۔ فارسی بھگارا کر۔ مجھسی ھندی کی چندی سن۔ ایك غلیل حضور نی دینی کی ھی۔ ایك علی اصغرخان سی میٹھی۔ دونون کل آئینگی۔» (۱)

لیکن سوءِ اتفاق سے فرمایش کی تکمیل مین سعی کے بعض مدارج رھگئے، اور غلیل پر نئی افتاد پڑی۔ ۱۳ جنوری سنہ ۶۶ ع کو میرزا صاحب علائی کو لکھتے ھین:

«میان چلتی وقت تمھاری چچا نی غلیل کی فرمایش کی تھی۔ رامپور پہنچکر وہ بڑی سعی و تلاش ھات آگئی۔ بنوا رکھی۔ لڑکون نی ملازمون نی سب نی مجھسی سنلیا کہ یہ نواب ضیاءالدین خان کیواسطی ھی۔ اب چلنی سی ایك ھفتہ پہلی تمنو غلیل مانگی۔ بھائی! کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی۔ کہین بہم نہ پہنچی۔ دس روپیہ تك مول کو نہین ملی۔ نواب صاحب سی مانگی۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی۔ ایك امیر کی ھان پتا لگا۔ دوڑا ھوا گیا۔ کھپچی موجود پائی۔ لیکن کیا کھپچی؟ جیسی نجف خان کی عھد مین تورانیون مین ھماری تمھاری ھڈی۔ بنوانی کی فرصت کہان؟ آج لی کل چلدیا۔ اس بانس کی قدر کرنا، اور اسکو اچھی طرح بنوا لینا۔» (۲)

سفر کے مصائب

رامپور سے واپسی مین میرزا صاحب کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ دریایِ رام گنگا مین سرمائی بارش کے سبب سیلاب تھا۔ میرزا صاحب کی پالکی کے پار ھوتے ھی پانی کے زور سے کشتیون کا عارضی پل ٹوٹ گیا۔ اسباب کی گاڑیان اور خدام سب مجبوراً اوس پار رہ گئے، اور میرزا صاحب یکہ وتنہا صرف ایک کمبل ساتھ لیئے مرادآباد کی سرا مین اقامت گزین ھوے۔

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹۶ (۲) ایضاً، ص ۴۱۵۔ نسخہ مین «کرتا» اور «بنوا لیتا» ھی۔

ن — الف

بڑھاپے کی کمزوری سرمائی تکلیفون کا مقابلہ نکر سکی، اور یہ بیمار ہوگئے. پانچ دن صدرالصدور مرادآباد کے ھان قیام کیا، اور جب قدرے روبصحت ہوے تو دلی کا عزم کیا. دلی پہنچکر نواب خلد آشیان کو لکھتے ھین:

«بعد تسلیم معروض ھی. مراد آباد پہنچا، بعد پالکی کی اوترآنیکو پل کا ٹوٹ جانا، گاڑی اسباب یہانتك کہ رخت خواب کا مع آدمیون کی اوسی زمہریر کی میدان مین رهنا، بغیر جاڑی کی کچھ نہ کھانا، خیر جو اونپر گزری وہ جانین مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹہرا. بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑ رھا. یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی.

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نی مجھی * تب امان ھجر مین دی برد لیالی نی مجھی

صبح کو خستۂ ورنجور اوٹھا. صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر کی بھیجی ہوی دو فرشتی آئی. اوٹھا کر سعیدالدین خانصاحب کی ھان لیگئی. صاحبزادہ صاحب نی وہ تعظیم و تکریم، اور سعیدالدین خانصاحب نی وہ تکریم و تعظیم کی، کہ میری ارزش سی زیادہ تھی. ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئی، اور مجھی اپنی گھر لیگئی. پانچ دن وھان رھا. بھائی نواب مصطفی خان بہادر وھین مجھسی آکر ملی. دوسری دن وہ رھگرای دار السرور رامپور اور مین جادہ‌نورد ستم‌آباد دھلی ھوا.» (۱)

سرکار کی ھمدردی

یہ عریضہ ۱۰ جنوری سنہ ٦٦ع کو تحریر کیا تھا. لیکن سرکار کو اس کے پہنچنے سے پہلے نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کی زبانی تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی. اونھون نے مرادآباد کے پتہ سے میرزا صاحب کو لکھا:

«زبانی نواب مصطفی خان بہادر کی دریافت ھوا کہ مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل ھوگئی ھی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا ھوا. اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی کہ خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر ھنوز طبیعت مائل باعتدال نہو، اور آپکا ارادہ قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت ھو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیی. یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا.» (۲)

اس فرمان کے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۱ جنوری کو لکھا:

«اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سی رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانہ گیا. اختلافات آب و ھوا و تفرقۂ اوقات غذا کو ھرگز نہ مانا، اور رنج راہ کو ھرگز خیال مین نہ لایا. وقت معاودت اندوہ فراق نی وہ فشار دیا، کہ جوھر روح گداز پاکر ھر بن مو

---

(۱) مکاتیب، ص ٦٥ (۲) ایضاً، ص ٦٨، حاشیہ نمبر ۲

سی ٹپك گیا ۔ اگر آپکی اقبال کی تاییـد نہوتی ، تو دلی تك میرا زندہ پہنچنا محال تھا ۔ جاڑا ، مینہ ، قبض و انقباض ، فقـدان جوع ، فاقہھای متواتر ، منزلہای نامانوس ، ھـاپوڑ تك آفتاب کا نظر نہ آنا ، شب و روز ھوای زمہریر کا جانگزا رھنا ۔ باری ھاپوڑ سی چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی ۔ دھوپ کھاتا ھوا دلی پہنچا ۔ ایك ھفتہ کوفتۃ و رنجور رھا ۔ اب ویسا پیر و ناتوان ھون جیساکہ اس سفر سی پہلی تھا ۔ خدا وہ دن کری کہ پھر اوس در پر پہنچون ! » (۱)

میرزا صاحب لٹگئی

اس سفر مین میرزا صاحب کی تکالیف اس حد کو پہنچگئی تھین کہ وہ اسکو تاراجیِ حسنِ فکر سے تعبیر کرتے تھے ۔ مرزا شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھتے ھین :

« رامپور کی سفر مین تاب و طاقت ، حسن فکر ، لطف طبیعت ، یہ سب اسباب لٹگیا ۔ » (۲)

سفر رامپور کا رہ آورد

ان جسمانی اذیتون نے میرزا صاحب کی صحت پر بہت برا اثر کیا ، اور انھین رعشہ و ضعفِ بصر کی شکایت زیادہ ھوگئی ۔ ۱۲ مئی سـنہ ٦٦ع کو مولوی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر فرماتے ھین :

« تمکو میری خبر بھی ھو ۔ آگی ناتوان تھا ۔ اب نیمجان ھون ۔ آگی بہرا تھا ۔ اب اندھا ھوا چاھتا ھون ۔ رامپور کی سفر کا رہ آورد ھو رعشہ و ضعف بصر ۔ جہـان چار سطرین لکھین ، انگلیان ٹیڑھی ھوگئین ۔ حرف سوجھنی سی رھگئی ۔ » (۳)

وقت و تاریخ ورود دھلی

عناصر کی ان بیرخائیون کا مقابلہ کرتے ھوے میرزا صاحب ۸ جنوری سنہ ۱۸٦٦ع کو دوشنبہ کے دن گیارا بجے دلی پہنچے ۔ مرزا تفتـہ کو ورود کی اطلاع دیتے ھوے تحریر کرتے ھین :

« لو صاحب ! کھچڑی کھائی دن بہلاتی ۔ کپڑی پہائی گھر کو آئی ۔ ۸ جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کی دن غضب الہی کیطرح اپنی گھر پر نازل ھوا ۔ تمھارا خط مضامین دردناك سی بھرا ھوا رامپور مین مین نی پایا ۔ جواب لکھنی کی فرصت نہ ملی ۔ بعد روانگی کی مرادآباد مین پہنچکر بیمار ھوگیـا ۔ پانچ دن صدر الصدور صاحب کی ھان پڑا رھا ۔ اونھون نی بیمارداری اور غمخواری بہت کی ۔ » (٤)

حکیم احمد حسن مودودی کو لکھا ھے :

(۱) مکاتیب ، ص ٦٨ (۲) اردوی معلی ، ص ۳۲۱ (۳) ایضاً ، ص ۳۷ (٤) ایضاً ، ص ۱۰۸

«هشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ عرض راہ مین بیمار ہوا۔ پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہون۔» (۱)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بندۂ گناہگار شرمسار عرض کرتا ھے، کہ پرسون غازی‌آباد کا اوٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل بلای ناگہانی نازل ہوا ہون۔

باید کہ کنم ہزار نفرین بر خویش * اما بزبان جادۂ راہ وطن» (۲)

مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکھا ھے:

«قبلہ! یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ۸ جنوری کو فقیر دلی پہنچا، تھکا ماندہ خستۂ و رنجور۔ ہنوز افاقت کلی نہین پائی۔» (۳)

یہی تاریخ نواب خلد آشیان کو بھی لکھی ھے۔ فرماتے ہین:

«دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۲۸۲، ۸ جنوری ۱۸۶۶ در غمکدہ پر پہنچا۔ حضور کی اقبال کی تایید تھی۔ ورنہ مین اور جیتا دلی پہنچتا۔» (٤)

دلی سے باہر رہنے کی کل مدت

میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو دلی سے روانا ہوئے اور ۸ جنوری سنہ ٦٦ ع کو دلی واپس پہنچے۔ اس حساب سے انکی دلی سے باہر رہنے کی کل مدت تین ماہ ھے۔

ارسال ہدایا

میرزا صاحب اور دربار رامپور کے درمیان حسبِ ضابطۂ مودت و خلوص تحفے اور ہدیات کی آمد و شد کا سلسلہ بھی پایا جاتا ھے۔ سرکاری تحفون مین رامپور کے آم ہوتے تھے، جو طبعاً مرغوب ہونے کیوجہ سے میرزا صاحب کو انگریزی خلعت اور سرکاری عطیات سے کم نہ معلوم ہوتے ہونگے۔ ۱۷ جون سنہ ٦۲ ع کو میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو لکھا ھے:

«رامپور سے نوابصاحب اپنے باغ کے آمون مین سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہین۔» (۵)

جولائی سنہ ٦٤ ع مین سرکار نے دو سو آم بھیجے تھے۔ میرزا صاحب

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷۹ (۳) عود، ص ١٦۲
(٤) مکاتیب، ص ٦۷ (۵) اردوی معلی، ص ۲۹

٥ جولائی کو اس عنایت کی رسید مین لکھتے ھین :

« نوازشنامہ اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین .

« شکر نعمتہای تو چندان کہ نعمتہای تو » . » (۱)

وقتاً فوقتاً میرزا صاحب بھی پھل بھیجا کرتے تھے . ایکبار انھون نے رنگترے ارسال کیئے ، تو اسکی رسید مین ۲ جون سنہ ٦١ع مطابق ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۷۷ ھ کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا ، کہ دمریزی رنگترے موصول ھوے . شکریہ قبول فرمائیے .

فرمایشین

اس کے علاوہ کبھی کبھی دونون طرف سے بعض چیزون کی فرمایش بھی ھوجاتی تھی . سنہ ٦٤ع مین نواب فردوس مکان نے چوب چینی کی فرمایش کی . میرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر « رنگین و سنگین و بےگرہ یا کم گرہ قطعاتِ چوب چینی » مہیا کرکے سرکاری کہار کے ہاتھ روانا کیئے ، اور از راہِ معذرت لکھا :

« دلی اب شہر نہین . چھاؤنی ھے . کنپ ھے . نہ قلعہ نہ شہر کے امرا ، نہ اطراف شہر کے روسا . » (۲)

رامپور کے دوسرے سفر مین نواب ضیاءالدین خان بہادر نیر کیلئے میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان سے ایک بانس کی غلیل مانگی تھی . سرکار نے حکم دیا کہ توشہ خانۂ خاص سے عطا کردیجائے . میرزا صاحب رامپور سے ۷ شعبان سنہ ۸۲ ھ مطابق ۲٦ دسمبر ٦٥ع کو علائی کے خط مین لکھتے ھین :

« مجھ سے ھندی کی چندی سن . ایک غلیل حضور نے دینی کی ھے . » (۳)

بعد ازان اسی غلیل کے متعلق ۲٥ شعبان مطابق ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ع کو لکھا ھے :

« اب چلنے سے ایک ھفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی . بھائی کیا بتاؤن ، کہ کتنی جستجو کی . کہین بہم نہ پہنچی . دس روپیہ تک مول کو نہ ملی . نوابصاحب سے مانگی . توشہ خانہ مین بھی نہ تھی . » (٤)

۱۱ جولائی سنہ ٦١ع مطابق غرۂ محرم سنہ ۷۸ ھ کو میرزا صاحب نے آمون کی فرمایش کی تھی . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

(۱) مکاتیب ، ص ۳۹ (۲) ایضاً ، ص ٤۳ (۳) اردوی معلی ، ص ۳۹٦ (٤) ایضاً ، ص ٤۱٥

« در بارہ ترسیل انبہھای کی ، کہ زیب ترقیم فرمایا ھو ، حال یہ ھو کہ امسال بہار انبہ کی باغات اس سرکار مین بہت قلیل اور کم رھی ۔ اور علاوہ اسکی عجب کیفیت اون مین پیدا ہوئی کہ قابل رکھنی دو چار دن کی نہ تھی ۔ یعنی در صورت رکھنی کی خراب اور بوسیدہ ھو جاتی تھی ۔ اس سبب سی بھیجنا انبہھای کا متصور نہوا ۔ ظہورا اس امر کا بعالم مجبوری تصور فرمائیں ۔ »

دیگر خدمات

میرزا صاحب سرکار کی دیگر خدمات بجا لانے کیلئے بھی ھر وقت تیار رھتے ۔ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۸۱ ھ مطابق ۱٤ اگست سنہ ٦٤ ع کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

« درینولا شب سہای ساھو رھنیوالی رامپور کی بغرض علاج چشم دھلی گئی ھین ۔ آپ اطبای دھلی کو دکھا کر علاج کرادین ۔ یہ متوسل اس سرکار کی ھین ۔ »

میرزا صاحب نے ساھو صاحب کا دلی مین بخوبی علاج کرادیا ۔

جولائی سنہ ٦٧ ع مین نواب خلد آشیان نے مرزا رحیم الدین بہادر حیا سے لکھوایا کہ دلی کے فاضل شطرنج بازکو رامپور روانا کردیجیے ۔ میرزا صاحب نے اوسکو خرچ دیکر روانہ کیا اور اطلاعاً نواب صاحب کی خدمت مین لکھا :

« بموجب تحریر میرزا رحیم الدین بہادر حیا کی فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا ۔ » (۱)

سرکار کا طریق خطاب

سرکاری فرامین مین میرزا صاحب کو مساویانہ مخاطب کیا جاتا تھا ۔ چنانچہ القاب ، آداب اور خاتمہ ، ھرجگہ مساوات و محبت کا لحاظ پایا جاتا ، اور علی العموم فرمان کا انداز یہ ھوتا ھے :

« نوابصاحب مشفق مہربان کرمفرمای مخلصان سلمہ اللہ تعالی ۔ بعد اشتیاق مواصلت موفور المسرت کہ متجاوز التحریر ھی مشہود ضمیر مودت تخمیر کی ھو .... زیادہ جمعیت ونشاط ھو ۔ »

اثنای مطالب مین جہان میرزا صاحب کے خط کا حوالہ آیا ھے وھان اونکے مکتوب کو « سامی صحیفۂ لطف آگین » یا « نمیقۂ انیقۂ بلاغت مشحون » یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ھے ۔ اسیطرح ھرجگہ لفظ « مشفقا » سے

(۱) مکاتیب ، ص ۹۵

تخاطب نظر آتا ھے۔ ان رواسم و آداب سے اندازہ ھوسکتا ھے، کہ سرکارِ رامپور سے میرزا صاحب کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔

میرزا صاحب کا طریق خطاب

خود میرزا صاحب کے عرایض کے القاب، آداب اور خاتمہ بھی اس پر شاھد ھین کہ اس رشتہ کی بنا احسان وعنایت سے زیادہ محبت و خلوص پر تھی۔ چنانچہ میرزا صاحب نے تقریباً تمام عرایض مین «ولیِ نعمت» سے مخاطب کیا ھے، اور «بعدِ تسلیم معروض ھے» سے اظہار مطلب شروع کرکے «زیادہ حدِّ ادب» پر عریضہ کو ختم کردیا ھے۔ خاتمہ مین صرف دو دعائیہ شعر پائے جاتے ھین، جن مین سے کبھی ایک کبھی دوسرا خط کی زینت بڑھاتا رھتا تھا۔ یہ بھی بناوٹ اور تصنع سے دوری و نفرت پر دلالت کرتا ھے۔

میرزا صاحب کے رامپوری شاگرد

میرزا صاحب کے خطوط مین رامپور کے صرف ایک ایسے بزرگ کا ذکر آیا ھے، جو اون سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ یہ صاحبزادہ سید عباس علیخان بہادر ابن نواب سید عبد العلیخان بہادر، نواب فردوس مکان کے حقیقی چچازاد اور نسبتی بھائی، اور نواب خلد آشیان کے حقیقی مامون تھے۔ بیتاب تخلص کرتے اور میرزا صاحب سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو ۲۳ اپریل سنہ ۱۸۶۷ع کو لکھا ھے:

«مین اب محض نکما ھوگیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ پچاس جگہ کے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ھوے بکس مین دھرے ھین۔ ازانجملہ تین صاحبون کے نام تمکو لکھتا ھون۔ سر ابراھیم علیخانصاحب، میر عالم علیخانصاحب، نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کے حقیقی مامون۔» (۱)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳

س — مکاتیب غالب

انشای غالب

میرزا صاحب کے عہد تك ہندوستان کا تعلیم یافته طبقه فارسی زبان مین اظہارِ خیالات پسند کرتا ، اور دیسی زبان کا پایه اپنے مرتبه سے فروتر جانتا تھا . عرصۂ دراز تك میرزا صاحب بھی اسی روشِ عام کے دلداده رہے . لیکن رفته رفته انکی فارسی خط وکتابت کی جگه اردو نے حاصل کرنی شروع کردی ، جو آخرِ عمر تك پہنچکر انکے اظہارِ خیالات کا واحد ذریعه ہوگئی .

اردو انشا کا آغاز اور خواجه حالی کی رای

اردو مراسلت کی ابتدا کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی تصریحی بیان موجود نہین . البته خواجه حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین :

« معلوم ہوتا ہی که مرزا سنه ۱۸۵۰ ع تك ہمیشه فارسی مین خط کتابت کرتی تھی . مگر سنه مذکور مین ، جبکه وه تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئی گئی ، اور ہمه تن مہرنیمروز کی لکھنی مین مصروف ہوگئی ، اسوقت بضرورت انکو اردو مین خط کتابت کرنی پڑی ہوگی . وه فارسی نثرین اور اکثر فارسی خطوط ، جن مین قوت متخیله کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سی بھی کسیقدر غالب معلوم ہوتا ہی ، نہایت کاوش سی لکھتی تھی . پس جب انکی ہمت مہرنیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی ضرور ہی که اسوقت اونکو فارسی زبان مین خط کتابت کرنی اور وه بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہوئی ہوگی . اسلئی قیاس چاہتا ہی که انھون نی غالباً سنه ۵۰ ع کی بعد سی اردو زبان مین خط لکھنی شروع کئی ہین . » (۱)

مہر صاحب کا اختلاف

مولانا غلام رسول مہر کو خواجه صاحب کی راے سے اختلاف ہے . اونکے نزدیك میرزا صاحب کی اردو مراسلت سنه ۱۸۵۰ ع سے قبل شروع ہوچکی تھی . لیکن وه اسلئے ضایع ہوگئی که اوسوقت کے اہل علم اردو کو اہمیت نہین دیتے تھے . مولانا کے وجوہِ اختلاف حسب ذیل ہین :

---

(۱) یادگار غالب ، ص ۱۷٤

«... اول مہر نیمروز کوئی بڑی کتاب نہین جسکی ترتیب مین غالب کے اوقات کا بیشتر حصہ صرف ہوتا ہوگا. یہ کتاب انہون نے کم و بیش پانچ برس مین مرتب کی، موجودہ مطبوعہ صورت مین اسکے ۱۱۸ صفحے ہین. اس سے ظاہر ہے کہ باعتبار اوسط وہ سال بھر مین زیادہ سے زیادہ پچیس صفحات لکھتے رہے، اور یہ غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثر نگار کیلئے کوئی بہت بڑا کام نہین ہے، جسکی تکمیل کی خاطر انہین فارسی خط و کتابت ترک کرنی پڑی ہو.

دوسرے خط وکتابت مین انکا عام انداز پیچیدہ اور الجھا ہوا نہ تھا. بلکہ جوکچھ لکھتے تھے عموما بلا تکلف لکھتے تھے. اردو خطوط کیطرح فارسی خطوط مین بھی تکلفات سے آزادگی ہر مقام پر ظاہر ہے. انہون نے «پنج آہنگ» کے آغاز مین نثر نگاری کے جو خصایص بیان کئے ہین ان سے ظاہر ہے کہ وہ ابتدا ہی سے صحیح راستہ پر گامزن تھے. اور یہ نہین کہا جاسکتا کہ ہر فارسی خط کے لفظ لفظ پر گھنٹون مصروف فکر رہتے تھے.

تیسرے انکے فارسی مکاتیب مین ایک خط منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام ہے، جس مین سر کیلئے لنگی کی فرمایش کی ہے. اس خط کے آخر مین مطبوعہ «پنج آہنگ» مین یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۸ع مطابق چہارم محرم سنہ ۱۲۵۱ھ ثبت ہے. ہجری اور عیسوی تاریخ مین مطابقت نہین ہوتی. جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم از کم ایک تاریخ ضرور غلط ہو. اگر تاریخ ہجری کو سنہ ۱۲۵۱ھ کے بجائے سنہ ۱۲۶۱ھ رکھا جائے تو عیسوی تاریخ سنہ ۱۸۴۵ع ہونی چاہئے. میرا خیال ہے کہ یہی صحیح ہے. ان کے اردوی معلی کے ایک خط مین بھی منشی جواہر سنگھ سے لنگی کا تقاضا موجود ہے. وہ فرماتے ہین: «کیون صاحب وہ ہماری لنگی ابتک کیون نہین آئی. بہت دن ہوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتے بھیجونگا». یہ دونون خط لازماً ایک دوسرے سے قریب کے زمانے مین لکھے گئے ہونگے. میرا خیال یہی ہے کہ غالب سنہ ۱۸۵۰ع سے قبل اردو خط و کتابت شروع کرچکے تھے. لیکن چونکہ اس زمانے مین اردو نثر کو اہل علم زیادہ بلند پایہ نہین دیتے تھے. اسلئے وہ خط محفوظ نرہ سکے. لیکن جیسے جیسے اردو کا رواج بڑھتا گیا اور فارسی کا رواج کم ہوتا گیا غالب کی خط و کتابت فارسی کے بجائے اردو مین زیادہ ہوتی گئی.» (۱)

وجوہ مین کلام

میری ناقص رائے مین مولانا مہر کے وجوہ اختلاف مین کلام کی گنجایش موجود ہے. اونکی پہلی دلیل کے متعلق یہ عرض ہے کہ میرزا صاحب کے زمانہ تک جس قسم کی فارسی زبان ایران و ہندوستان مین مروج تھی، اوسکی بہترین مثالین ابو الفضل، ظہوری، جلالای طباطبائی، میرزا طاہر وحید وغیرہ اہل قلم کی تصنیفات ہین. یہ سب بزرگ اپنے کلام کی زینت و شکوہ

(۱) غالب مصنفۂ مہر، ص ۳۰۷

کیلئے عربی الفاظ بکثرت استعمال کرتے تھے۔ ان الفاظ نے رفتہ رفتہ اصطلاحی حیثیت اختیار کرلی تھی، اور تقریباً ہر فارسی نویس، خواہ اوسکی ادبی حیثیت و استعداد معمولی ھی ھوتی، اپنی روزمرہ کی تحریرون مین ان وزنی الفاظ کو کھپانے کا عادی ھوگیا تھا۔ اسکے علاوہ مخصوص استعارے اور تشبیہین بھی رواجِ عام حاصل کرچکی تھین۔ چنانچہ ابوالفضل کے بعد سے میرزا صاحب کے وقت تك مختلف اصحاب کی ادبی اور تاریخی تالیفات دیکھنے سے صاف نظر آتا ھے کہ اظہارِ مطالب مین ھر پچھلے فارسی نویس نے اپنے پیشرو کے نشانہاے قدم پر قدم رکھنے کی پوری کوشش کی ھے، اور تقریباً سب نے ایك مضمون کو ایك ھی انداز مین لکھا ھے۔

میرزا صاحب کو قدرت نے اُپچ والی طبیعت عطا کی تھی۔ وہ فطرتاً روشِ عام کو ناپسند کرتے تھے، اور چاھتے تھے کہ اپنی انفرادیت کو میدانِ ادب مین بھی نمایان رکھین۔ اونکی اس فطری اُپچ اور انفرادیت کی کوشش کا اثر نثرِ فارسی پر بھی پڑا، اور وہ طرزِ اداے مطالب اور انتخابِ الفاظ دونون مین ابوالفضل وغیرہ ادیبون کی نثر سے ممتاز ھوگئی۔

چونکہ میرزا صاحب نے قدیم شاھراہ سے ھٹکر ایك نئی روش اختیار کی تھی، اسلئے اونھین قدم قدم پر وہ تمام مشکلات پیش آتی ھونگی، جو پرانی طرز کے تارك اور نئے انداز کے موجد کو پیش آیا کرتی ھین۔ اور چونکہ میرزا صاحب رسمِ عام کے برخلاف عربی الفاظ کے استعمال سے بھی حتی المقدور احتراز کیا کرتے تھے، حتی کہ اونکی اکثر تحریرون سے یہ ظاھر ھوتا ھے کہ کاتب نے ایك پیش پا اوفتادہ عربی لفظ ترك کرکے بالقصد فارسی نژاد لفظ استعمال کیا ھے، پس کسطرح باور کیا جاسکتا ھے کہ قطعِ نظر اور تمام تحریرون سے خود «مہرِ نیمروز» کی تالیف مین بھی میرزا صاحب نے کافی غور و خوض کی ضرورت محسوس نہ کی ھوگی۔ خصوصاً جبکہ «مہرِ نیمروز» اکبر نامہ

کے مقابلہ مین لکھی جا رہی تھی اور انھین ایک مسلم الثبوت استاد سے بازی لیجانا منظور تھا۔

ان دشواریون کی تصدیق خود میرزا صاحب کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ انھون نے «مہرِ نیمروز» کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ مین نے اپنی عمر کا گزشتہ حصہ بادہ خواری و نظم نگاری مین بسر کیا تھا۔ اگر کبھی ضرورتاً نثر نگاری کا اتفاق ہوا تو نثر کو نظم ہی کے مستانہ انداز مین لکھا۔ بنا بریں سلاطینِ تیموریہ کی تاریخ جس اندازِ نگارش کی مقتضی ہے اس ابتلا و پریشانی کے زمانہ مین، کہ دل افسردہ اور تن خستہ ہے اور یہ حال ہے کہ

«نگارش اگر ہمہ یک صفحہ بیش نبود، پیش ازانکہ انجام گزیند و بہم پیچیدن ورق را هنگام آید انامل بہم پیچد، و کلک از بنان فرود افتد.» (۱)

مجھ سے اسکا انصرام ممکن نہین۔ لهذا یہ کسطرح مناسب ہوگا کہ روزگار یہ فیصلہ کرلے کہ

«در فسانہ سرائی آوازۂ ساز مرا اندازہ و اندازۂ انداز مرا آزمودن برگیرد.» (۱)

بہر حال مین

«از کار فرمائی این نگارش سپاس پزیرم، کہ بپرداختن این نمط، کہ خود را چون سایہ با زمین هموار ساختہ ام تا پرداختہ ام، و بہ انگیختن این نقش کہ چشم و دل و نگاہ و نفس باهم آمیختہ ام، تا انگیختہ ام، دست از کارهای دگر کوتاہ است و دل از اندیشہ‌های دگر برکنار.» (۲)

میرزا صاحب کی اس تصریح کے بعد کہ «مین نے اس روش کے نباہنے مین اپنے آپکو سایہ کیطرح زمین پر بچھا دیا تھا، اور اس نقش کی درستگی مین چشم و دل و نگاہ و نفس سب کو لگادیا تھا، تب اسکے سر انجام سے عہدہ برآ ہوا ہون» اس خیال کی گنجایش باقی نہین رہتی کہ «یہ غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثرنگار کیلئے کوئی بہت بڑا کام نہین ہے.»

اب یہ مسئلہ باقی رہجاتا ہے کہ کیا میرزا صاحب نے ۲۵ صفحے فی سال کے

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۷۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷٤

حساب سے « مہرِ نیمروز » کی تالیف پر صرف کئے. واقعات اسکے خلاف ہین. « پنج آہنگ » مین منشی جواہر سنگھ جوہر کے نام ایك خط درج ہے جو ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ ع کو لکھا گیا تھا. اس مین میرزا صاحب نے « مہرِ نیمروز » کے مسودہ کا ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

« مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیہ بدست ہیرا سنگھ روان داشتہ ایم و ہنوز از رسیدنش نشان نیافتہ ایم. اگر رسیدہ است بنویسند. ورنہ از ہیرا سنگھ باز پرس کنند. » (۱)

اس خط سے واضح ہے کہ میرزا صاحب نے سنہ ۱۸۵۰ ع مین « مہرِ نیمروز » شروع کرکے ۱۱ جون سنہ ۵۲ ع سے قبل تمام کرلی تھی. اسکے بعد کا زمانہ، جو تقریباً دو برس یا اس سے کچھ زائد ہے، نظرِ ثانی مین گزرا، اور جب میرزا صاحب نے اپنے احباب کو کتاب دکھا کر داد لیلی تب بادشاہ کے حضور مین اوسے پیش کیا. اس صورت مین ۲۵ صفحہ فی سال کے بجائے ۵۹ صفحات فی سال یا ۵ صفحے فی ماہ ہوتے ہین، جو اور زیادہ ہو جائینگے، اگر صحیح علم ہوجائے کہ میرزا صاحب نے ۱۱ جون سنہ ۵۲ ع سے کتنا عرصہ پہلے کتاب ختم کردی تھی.

مولانا کی دوسری وجہ کے بارے یہ گزارش ہے کہ « پنج آہنگ » کے دیباچہ مین میرزا صاحب نے جس روش کے خلاف صدایِ احتجاج بلند کی ہے، وہ انشایِ خلیفہ، انشایِ مادھورام، اور انشایِ ہرکرن جیسی ہندیانہ کتابون سے ملك مین رواج پزیر ہوکر اسدرجہ مقبولِ خاص و عام خیال کیجانے لگی تھی، کہ اوسکے خلاف قدم اوٹھانا معاشرتی و علمی گناہ تسلیم کیا جاتا تھا. میرزا صاحب اسکے طبعی مخالف تھے اسلئے اونھون نے « پنج آہنگ » کے دیباچہ مین، جو دراصل مبتدیون کیلئے تالیف کیگئی تھی، یہ مشورہ دینا مناسب خیال کیا کہ

« این پارسی آمیختہ بتازی را در کشاکش تصرفات ہندی زبانان پارسی نویس ضایع نگزارد.

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰. مسٹر محمد اکرام نے غالب نامہ، ص ۱۱٤ مین اس خط کو مولوی رجب علیخان کے نام لکھدیا ہے. حالانکہ مولویصاحب کا نام صرف خط ماقبل کے آخر مین آیا ہے.

و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید . و پیوسته در آن کوشد که سادگی و نغزی شعار او گردد . » (۱)

اس کا یہ مطلب کسیطرح نہین قرار دیا جاسکتا کہ خود اونکی اپنی انشا بھی تکلفات سے آزاد ہے. کیونکہ اگر القاب و آداب اور دیگر الفاظِ عربی سے قطعِ نظر کرکے دیکھا جائے تو اونکی انشا ادایِ مطلب مین سراسر تکلف سے پُر اور عام انداز سے اسقدر علیحدہ ہے، کہ تا وقتیکہ نگاہ و فکر اوس سے اخذِ مطلب کے عادی نہوجائین، انسان سہولت کیساتھ مطلب تك نہین پہنچ سکتا. اسی سبب سے میرزا صاحب کے پہلے عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان جیسے ادیب کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ

« مخلص را لیل و نہار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثایق بعبارت سلیس کہ در خواندنش تاملی بوقوع نیاید مسرور و مطمئن میفرموده باشند . » (۲)

علاوہ ازین خود میرزا صاحب اسکے معترف ہین کہ ایامِ پیری مین اون سے اپنی روشِ خاص نہین نبہ سکی. چنانچہ مولوی عبدالرزّاق شاکر کو فارسی خط کی فرمایش کے جواب مین لکھتے ہین :

« بندہ نواز ! زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلی سی متروك ہی . پیرانہ سری و ضعف کی صدمون سی محنت پژوهی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رہی . حرارت غریزی کو زوال ہی اور یہ حال ہی ،

مضمحل ہوگئی قوی غالب * وہ عناصر مین اعتدال کہان

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہین . سب دوستون کو جن سی کتابت رہتی ہی. اردو ہی مین نیازنامی لکھا کرتا ہون . جن جن صاحبون کی خدمت مین آگی مین نی فارسی زبان مین خطوط و مکاتیب لکھی اور بھیجی تھی ، اون مین سی جو صاحب الی الآن ذیحیات و موجود ہین اون سی بھی عندالضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہی . ... پس امیدوار ہون کہ آپ انہین نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرۂ اردوی سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتی رہین . » (۳)

اس خط مین میرزا صاحب نے فارسی مراسلت ترك کرنے کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ

---

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ٥ (۲) مکاتیب غالب ، ص ٤ ، حاشیہ نمبر ١ (۳) اردوی معلی ، ص ۲۱۵ و عود ہندی ، ص ۱٥٦

« پیرانه سری و ضعف کی صدمون سی محنت پژوهی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رهی . »

اسکے بعد شاکر صاحب کو یه بهی اطمینان دلایا هے که جن اصحاب سے پہلے فارسی مین خط وکتابت رها کرتی تهی اونهین بهی اب اردو هی مین خط لکھا کرتا هون. اس صورت مین مولانا حالی کا یه خیال که « مہرِ نیمروز کی تالیف کے زمانه مین اردو مراسلت شروع کی » بعید از وقوع نہین معلوم هوتا. اسلئے که جب میرزا صاحب معمولی فارسی مکاتبت مین اسدرجه جگر کاوی سے کام لیا کرتے تھے که ایام پیری مین، جبکه اونکی مشقِ پارسی نگاری پخته هو چکی تهی، اس بار کے اوٹھانے کیلئے آماده نہین تھے، تو « مہرِ نیمروز » کی تالیف کے زمانه مین دو بوجھ کسطرح اوٹھاتے.

مولانا مہر کی تیسری وجه مین صرف اسقدر کلام هے که میرزا صاحب کے فارسی مکاتیب بنام جواهر سنگھ مین سے ایك خط یقینی سنه ۵۰ ع سے بعد کا هے. دوسرا بهی، جس مین میرزا صاحب نے لکھا هے که بادشاه کی علالت کیوجه سے قصیدهٔ تہنیتِ عید پیش کرنیکا موقع نه ملا، سنه ۵۰ ع کے بعد کا معلوم هوتا هے. اسلئے که اس مین میرزا صاحب نے بادشاه کی بیماری کے سلسله مین لکھا هے:

« تا دیگر چه رو نماید، و بر من، که در سایهٔ دیوارش غنوده ام، چه رود. » (۱)

ظاهر هے که یه الفاظ اوسی وقت زیاده بھلے نظر آتے هین جب میرزا صاحب کے قلعه سے تعلقات صرف دوستانه نهون، ملازمت کا سلسله بهی قائم هو چکا هو.

اب تیسرا خط رهتا هے. مولانا مہر کے خیال مین اس خط کی تاریخہای عیسوی و هجری دونون غلط هین. صحیح تاریخ یکم دسمبر سنه ۱۸٤۵ ع مطابق ٤ محرم سنه ۱۲٦۱ ھ هونی چاهیے. میری ناقص رای مین مولانا کا یه خیال درست هے که هجری اور عیسوی سنین مین تطابق نہین. مگر یه نادرست هے که دونون سنه غلط هین. اسلئے که میرزا صاحب نے دونون سنون کیساتھ

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۱

تاریخین بھی لکھی ھین. کتاب تشریح السنین سے معلوم ھوتا ھے کہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸۴۵ ع کو یکم محرم سنہ ۱۲۶۲ ھ تھے. اس حساب سے یکم دسمبر سنہ ۴۵ ع کو یکم محرم سنہ ۶۱ ھ نہین ھوسکتے. اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ ٤ محرم سنہ ۱۲۶۵ ھ یکم دسمبر سنہ ۱۸۴۸ ع کے مطابق تھی. لہذا ھمین میرزا صاحب کی عیسوی تاریخ و سنہ کو درست ماننا پڑیگا. اور هجری تاریخ و ماہ بھی صحیح ھونگے. صرف هجری سنہ کو غلط تسلیم کرلینگے. یعنی سنہ ۵۱ ھ کے بجای ۶۵ ھ صحیح سنہ ھوگا.

اور جب یہ ثابت ھوچکا کہ میرزا صاحب کا وہ فارسی خط، جس مین لنگی کا ذکر آیا ھے، دسمبر سنہ ۴۸ ع کا مکتوبہ تھا، اور یہ بھی خود میرزا صاحب نے اپنے اردو خط مین لکھا ھے کہ «بہت دن ھوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ھفتہ مین بھیجونگا»[1] تو پھر کوئی محالِ عقلی لازم نہین آتا اگر آپ یہ تسلیم کرلین کہ میرزا صاحب نے سنہ ۵۰ ع مین یہ اردو خط لکھا تھا. اسلئے کہ ان دونون خطون کے درمیان صرف ایك سال کا فصل ھے. اور فقرۂ «بہت دن ھوئے» ایك یا ڈیڑھ سال کے وعدہ کے متعلق بسہولت استعمال کیا جاسکتا ھے.

میرزا صاحب کا بیان

اگرچہ اردو مراسلت کے آغاز کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی قطعی بیان ھمارے پاس موجود نہین؛ لیکن «پنج آھنگ» کے خاتمہ مین فارسی مراسلت بالکل ترك کرکے صرف اردو مین خط وکتابت کرنیکی تاریخ خود اونہین نے بیان کی ھے. فرماتے ھین:

«یزدان داند، ومدعیان دانش را توفیق دانستن دھد تا دانند، کہ خامۂ غالب سیہ نامہ مسلك دشوار گزار پارسی آمیختہ بتازی را بکدام دلاویز رفتار پیمودہ است. درین شصت وھشت سالہ زندگی کہ جزو در بازی وکل در سخن طرازی گزشت وبسا گزین روشھا در نثر نظرفروز آمد از دو سال در بند آن بودم کہ ... دیگر در خامہ فرسائی انداز خود نمائی فرو ھلم ... پنجاہ سال نی بی برگ را

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۶

به هنجار اورامه سرایان پارس به نوا داشته ام . اکنون آن روش فروگزاشته ام . سپس ما فی الضمیر را ، که بر یاران نزدیك و دور عرضه باید داد ، در زبان اردوی و آن هم سرسری و از تکلف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد . » (۱)

یہ خاتمہ سنہ ۱۲۸۰ ھ (۱۸٦۳ ع) مین لکھا گیا تھا ، جبکہ میرزا صاحب کی عمر ٦۸ سال کی تھی . اس ٦۸ سالہ زندگی مین سے ۱٦ سال کھیل کود مین گزار کر ۱۲۲۸ ھ (۱۸۱۳ ع) سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ، اور تقریباً ۵۰ سال فارسی نظم و نثر لکھتے رھے تھے . لیکن سنہ ۱۲۸۰ھ (۱۸٦۳ع) سے دو سال قبل سنہ ۷۸ ھ (٦۱ ع) مین یہ عزم کیا تھا کہ اب فارسیِ آمیختہ و نا آمیختہ بتازی کو ترك کرکے سادہ اردو مین اظہارِ مطالب کرینگے . کیونکہ فارسی کیلئے جس فراغِ خاطر و قوتِ دماغ کی ضرورت تھی غلبۂ پیری کے سبب میرزا صاحب اوس سے محروم ھوچکے تھے . اردویِ معلی اور عود کے مختلف خطوط سے اسکی تصدیق بھی ھوتی ھے ، کہ میرزا صاحب نے سنہ ۷۸ ھ (٦۱ ع) سے قبل ھی فارسی نگاری سے احتراز کرنا شروع کردیا تھا . قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ھین :

« فارسی کیا لکھون ؟ یہان ترکی تمام ھی . اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر . ھزار آدمی کا ماتمدار ھون . آپ غمزدہ اور آپ غمگسار ھون . اس سی قطع نظر کہ تباہ اور خراب ھون مرنا سر پر کھڑا ھی . پا برکاب ھون . » (۲)

اس خط مین میرزا صاحب نے اپنی وفات کی تاریخ « غالب مرد » کا بھی تذکرہ کیا ھے ، جس سے ثابت ھوتا ھے کہ اسکی تاریخ کتابت سنہ ۷۷ ھ (٦۰ ع) سے قبل ھے .

مولانا محمد عباس رفعت بھوپالی کو ٤ ربیع الاول سالِ « رستاخیز » (۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸٦۱ ع) کو تحریر کرتے ھین :

« از دیر باز به نظم و نثر نمی گرایم . نظم خواهی پارسی و خواهی اردو خوابی ست فراموش . نامه در پارسی نوشتن نیز آئین نمانده . هرچه نوشته می شود یکدست در اردوست . اینك ... مولانا عباس ... از بهوپال فرمان فرستاد که غالب .... نامه در پارسی زبان نویسد . یا رب !

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵٤ (۲) عود هندی ، ص ۱٦۵

فرمان چون بجا آورم؟ و در نامه چه نویسم؟ باری نه از توانائی بنان بلکه از اثر روائی آن فرمان جنبش خامه لفظی چند که بخواندن نیرزد بر روی ورق ریخت.» (۱)

ان دونون خطون مین میرزا صاحب نے ترکِ فارسی نگاری کا سبب غلبۂ رنج و غم اور ضعفِ پیری کو قرار دیا ہے۔ یہی سبب مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام کے مکتوب مین بھی ذکر کرچکے ھین۔ اب اگر ھم تمام دلائل کو سامنے رکھکر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرین تو وہ یہ ھوگا کہ میرزا صاحب ایك ایسے دشوار گزار مسلكِ فارسی نگاری کے موجد تھے، جو اطمینانِ خاطر و توانائیِ دماغ و قلب کا مقتضی تھا۔ سـنه ۱۸۵۰ع (۱۲۶۶ھ) تك یہ دونون اسباب میسر رھے اسلئے میرزا صاحب تقریباً اسی زبان مین خامہ فرسائی کرتے رھے۔ لیکن جب سنۂ مذکورہ مین بادشاہِ ظفر نے تاریخ نگاری کی خدمت سپرد کی اور فراغِ خاطر مین کمی ھوگئی، تو میرزا صاحب نے فارسی کیساتھ اردو نثر کو بھی نوازنا شروع کیا۔ سنہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵٤ع) مین ذوق کا انتقال ھوا تو اصلاحِ کلام بھی میرزا صاحب کے سپرد کیگئی، اور یہ فرصت سے بالکل محروم ھوگئے، جسکے سبب مسلكِ فارسی کی گامزنی کیلئے اور کم وقت میسر آنے لگا اور اردو کو مزید غلبہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔(۲) سنہ ۵۷ع کے بعد ھجومِ مصائب و آلام نے اطمینانِ خاطر کا قطعی خاتمہ کردیا۔ تیز افکار کی زیادتی اور معاشی پریشانی کے سبب رفتہ رفتہ امراض مستولی ھوتے گئے۔ اب اردو نہایت سرعت کیساتھ انکی انشا پر چھانے لگی، تا آنکہ سنہ ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ع) مین میرزا صاحب کو عزم کرنا پڑا کہ آیندہ فارسی مین نظم و نثر کچھ نہ لکھینگے۔ لیکن اس عہـد کی عملی تکمیل سـنہ ۱۸۶۵ع مین ھوئی۔

(۱) انشای نورچشم، ص ۵۱

(۲) میرزا صاحب نے سنہ ۵۷ع سے پہلے سید غلام حسنین قدر بلگرامی کو اپنی مصروفیت کا حال لکھا ھے۔ فرماتے ھین: «رھا جواب کا لکھنا۔ کاش آپ یہان ھوتے اور میرا حال دیکھتے۔ ھر روز صبح کو قلعہ جانا اور دوپہر کو آنا۔ بعد کھانا کھانے کے حضرت کے مسودون کا درست کرنا۔ احباب کے خط لکھنے کی فرصت بہت کم ھاتھ آتی ھے» (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ضمیمۂ سر خوش)۔ یہ اردو خطوط کے جوابات کے متعلق معذرت ھے۔ ایسی حالت مین فارسی نگاری کی مہلت ملنے کی امید رکھنا کسطرح قرین صواب ھوسکتا ھے۔

ع — الف

چنانچہ آج ہمارے پاس سنۂ مذکورہ کے بعد کی فارسی تحریرین کالمعدوم ہین .

مجھپر اردو کی فرمایش

میرزا صاحب اپنے عہد کے ممتاز فارسی ادیب تھے ، اور اکثر اربابِ علم و فضل کیطرح اسی کو سرمایۂ نازش و افتخار خیال کرتے تھے . جب بعض معاصرین نے اپنی اردو شاعری کے بل بوتے پر انکی ہمسری کا دعوی کیا ، تو انھین اپنے کلامِ اردو کی تمام خوبیون سے قطعِ نظر کرکے میدانِ سخن کے ان یکّہ تازون سے کہدینا پڑا :

« فارسی بین، تا به بینی نقشهای رنگ رنگ * بگزر از مجموعۂ اردو که بیرنگ منست
راست میگویم من، واز راست سرنتوان کشید * هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست » (۱)

میرزا صاحب کا یہ خیال نظمِ اردو ہی تك محدود نہ تھا . وہ نثرِ اردو کو بھی اپنے پایۂ کمال سے فروتر جانتے تھے . چنانچہ منشی شیونراین اکبرآبادی کے توسط سے ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب نے نثرِ اردو کی فرمایش کی ، تو میرزا صاحب نے منشی صاحب کو لکھا :

« مگر بھائی تم غور کرو ، اردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا ، اور اوس عبارت مین معانی نازك کیونکر بھرونگا . » (۲)

انھین کو دوبارہ لکھا ہے :

« جناب ریڈ صاحب صاحبِ کرتی ہین . مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاہر کرسکتا ہون . اوس مین گنجایش عبارت آرائی کی کہان ہو . بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اردو بہ نسبت اوورون کی اردو کے فصیح ہوگا . » (۳)

سہ بارہ پھر انھین کو لکھا ہے :

« میان ! اردو کیا لکھون . میرا یہ منصب ہو کہ مجھپر اردو کی فرمایش ہو . » (٤)

نظم و نثر سہل ممتنع ہی

لیکن اسکے باوجود میرزا صاحب یہ ضرور جانتے تھے کہ اونکا کلام ، نظم ہو یا نثر ، حسن وخوبی کے اوس درجہ پر پہنچ چکا ہے ، جسے علمای

(۱) کلیات نظم فارسی ، ص ۱۳ (۲) اردوی معلی ، ص ۳٦۳
(۳) ایضاً ، ص ۳٦٦ (٤) ایضاً ، ص ۳٦۷

بلاغت « سہلِ ممتنع » کہتے ھین . چنانچہ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کے ایك خط کے جواب مین لکھتے ھین :

« پیر و مرشد ! .... سہل ممتنع اوس نظم و نثر کو کہتی ھین کہ دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اوسکا جواب نہوسکے . بالجملہ سہل ممتنع کمال حسن کلام ھے ، اور بلاغت کی نہایت ھے . ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ھے .. شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ھین . اور رشید وطواط وغیرہ شعرای سلف نظم مین اس شیوہ کی رعایت منظور رکھتے ھین . خود ستائی ہوتی ھے . سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر مین سہل ممتنع اکثر پائیگا . » (۱)

جہانتك میرزا صاحب کی نثرِ اردو کا تعلق ھے واقعہ یہ ھے کہ وہ شیخِ سعدی کی گلستان کیطرح بظاھر اسقدر سہل معلوم ھوتی ھے کہ انسان سمجھتا ھے مین بھی ایسا لکھ سکتا ھون ؛ مگر جب لکھنے بیٹھتا ھے تو ایك جملہ بھی نہین لکھ سکتا . اور یہی کلام کی خوبی و کمال کی آخری حد ھے ، جس تك رسائی کیلئے زورِ دماغ سے زیادہ بخششِ معنوی کی ضرورت ھے .

برتری کا پہلا سبب . استعداد فارسی

میرزا صاحب کی اردو نثر کی برتری و دلچسپی کے متعدد اسباب ھین ، جن مین سب سے اھم یہ ھے کہ میرزا صاحب ادبِ فارسی کے بے بدل ماھر تھے . اونھون نے زبانِ فارسی کے وہ تمام محاسن ، جو کئی ھزار نادرہ کار دماغون کی گیارہ سو برس کی سعی و جانفشانی سے بہم پہنچے تھے ، اردو جیسی کم عمر و تہی مایہ زبان کے دامن مین بھر دئے . اگر وہ فارسی کے بلند پایہ ادیب نہوتے ، تو اپنے کلامِ اردو مین اسقدر جدّت ، شیرینی اور تناسب پیدا نکرسکتے . اور نہ یہ ممکن تھا کہ اس زمانہ مین ، جبکہ تسکینِ ذوقِ ادب کے لئے روزانہ نیا میدان تلاش کیا جا رہا ھے ، اور تقریباً ھر سال اردو انشا کا طرزِ ادا بیرونی ادبیات سے نئے اثرات قبول کرتا جاتا ھے ، میرزا صاحب کا کلام زبانِ اردو مین پائیدار حیثیت حاصل کرسکتا . یہ دراصل زبانِ فارسی کی دولتِ بے پایان تھی ، جو میرزا صاحب کی انشا کو میسر آگئی ھے . اسی

(۱) عود ، ص ۱٤۰

کے سہارے میرزا صاحب کی حیاتِ ادبی کی بقا ہے، جو اوسوقت تک ممات سے مبدل نہین ہوسکتی جبتک اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافتہ نہوجائے۔

دوسرا سبب۔ خطوط سے تفریح

میرزا صاحب کی کامیابی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اردو مکاتبت اونکے تفریحی مشغلون کا جزو بنگئی تھی۔ وہ جو کچھ لکھتے تھے اپنا اور مکتوب الیہ کا دل بہلانے کی خاطر لکھا کرتے تھے۔ قدرت نے ظریف طبیعت عطا کی تھی، اسلئے خطوط سے خود لطف اوٹھانے اور دوسرون کیلئے سامانِ انبساط مہیا کرنے مین اونہین خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی۔ لیکن غدر سنہ ۵۷ع کے بعد تمام مشاغل مین سے صرف اسی ایک مشغلہ پر انحصار کرنا پڑا۔ یہ دور اہلِ ہند کیلئے عموماً اور دھلی کیلئے خصوصاً سخت ابتلا و مصائب کا دور تھا، جس نے اعزا و احباب کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اوتار کر بقیہ اصحاب کو شہر بدر کردیا تھا، اور میرزا صاحب ہندوستان کے برِ اعظم مین اپنے آپکو یکہ و تنہا محسوس کرنے لگے تھے۔ اسلئے اس عہدِ افسردگی کو فرحت و انبساط کیساتھ گزارنے کی یہی ایک ترکیب باقی تھی کہ جو دو چار دوست آشنا رھگئے تھے اون سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ اسطرح اپنا غم اونہین سنانے اور اونکا فسانہ خود سننے کا موقع ملیگا اور کچھ غم غلط ہوجایا کریگا۔ چنانچہ میرزا صاحب نے یہی کیا۔ اور یہی میر مہدی مجروح، میرزا تفتہ، خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر اور چند دیگر اصحاب سے کثرتِ مراسلت کا باعث بھی تھا۔ ان مین سے جسکا خط آتا اوسکو جواب، اور جسکا نہ آتا اوسکو شکوہ و عتاب لکھتے رھتے۔ اس زمانے مین ایکبار ھرگوپال تفتہ نے کوتاہ قلمی سے کام لیا، اور ایک ماہ تک کوئی نیازنامہ نہ بھیجا، تو میرزا صاحب نے ۱۹ جون سنہ ۵۸ع کو پر حسرت انداز مین لکھا:

«کیون صاحب؟ مجھ سی کیون خفا ہو؟ آج مہینا بھر ہوگیا ہوگا، یا بعد دو چار دن کی ہوجائیگا، کہ آپکا خط نہین آیا. انصاف کرو کتنا کثیرالاحباب آدمی تھا. کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میری پاس دو چار دوست نہوتی ہون. اب یارون مین ایك شیو جی رام برهمن اور بالمکند اوسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتی ہین. اس سی گزرکر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سی خطوط آتی رہتی تھی. اون دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین. وہ آمد خطوط کی موقوف. صرف تم تین صاحبون کی خط کی آنی کی توقع. اوس مین وہ دونون صاحب گاہ گاہ. ہان ایك تم کہ ہر مہینی مین ایك دو بار مہربانی کرتی ہو. سنو صاحب اپنی پر لازم کر لو ہر مہینی مین ایك خط مجکو لکھنا. اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط، ورنہ صرف خیر وعافیت لکھی اور ہر مہینی مین ایکبار بھیجدی.» (۱)

اسکے بعد پھر تفتہ سے تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے ۱۳ نومبر سنہ ۵۸ع کو مزاحاً تحریر کیا:

«کیون صاحب؟ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندرآباد کی رہنی والی دلی کی خاك نشینون کو خط نہ لکھین؟ بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہوجاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاك مین نہ جاوی.» (۲)

لیکن میرزا تفتہ نے اسکے بعد بھی تساہل سے کام لیا، تو میرزا صاحب نے ۷ دسمبر سنہ ۵۸ع کو لجاجت سے لکھا:

«کیون صاحب؟ روٹھی ہی رہوگی یا کبھی منوگی بھی. اور اگر کسی طرح نہین منتی تو روٹھنی کی وجہ تو لکھو. مین اس تنہائی مین صرف خطون کی بھروسی جیتا ہون. یعنی جسکا خط آیا. مین نی جانا کہ وہ شخص تشریف لایا. خدا کا احسان ہی کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف و جوانب سی دو چار خط نہین آرہتی ہون. بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہی کہ دو دو بار ڈاك کا ہرکارہ خط لاتا ہی. ایك دو صبح کو اور ایك دو شام کو. میری دلگی ہو جاتی ہی دن اونکی پڑھنی اور جواب لکھنی مین گزر جاتا ہی. یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سی تمہارا خط نہین آیا. یعنی تم نہین آئی. خط لکھو صاحب. نہ لکھنی کی وجہ لکھو. آدھ آنی مین بخل نکرو. ایسا ہی ہی تو بیرنگ بھیجو.» (۳)

لفافی بنا کر دل بہلاتی

اس زمانہ مین میرزا صاحب غم غلط کرنے کے اسقدر درپے تھے کہ جب خط و کتابت کے بعد بھی وقت بچ رہتا تو آیندہ مراسلت کیلئے لفافے

---

(۱) اردوی معلی، ص ۷۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۱

بنانے لگتے۔ چنانچه اپنے ایك دوست منشی نبی بخش کے مکتوب مورخهٔ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ع مین لکھتے هین :

«الله! الله! یه دن بھی یاد رهین گے. خط سے خط لکھے گئے هین. مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے هین. اگر خط نه لکھونگا تو لفافے بناؤنگا.» (۱)

منشی شیو نراین اکبر آبادی کو یه لفافے دیکھکر خیال پیدا هوا که میرزا صاحب تنگدستی کی وجه سے ساده لفافے بازار سے نهین خرید سکتے. یه سوچکر اونهون نے کچھ لفافے بھیجے، اور بذریعهٔ تحریر ارسال کی اطلاع دی. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

«لفافون کی خبر پهنچی. آپ نے کیون تکلیف کی؟ لفافے بنانا دل کا بهلانا هے. بیکار آدمی کیا کرے. بهر حال جب لفافے پهنچ جائینگے هم آپکا شکر بجا لائینگے. هرچه از دوست میرسد نیکوست.» (۲)

تیسرا سبب. خط نهین باتین

تیسرا سبب یه هے که میرزا صاحب نے تحریر کو تقریر کا پیرایه دیدیا تها. وه جب کسی دوست کو خط لکھتے، تخاطب مین وهی انداز اختیار کرتے جو مکتوب الیه سے ملاقات کیوقت زیبا هوتا. اور چونکه هر شخص گفتگو مین سادگی، برجستگی اور ظرافت پسند کرتا هے، اور یه سب خوبیان انکی تقریر مین موجود تهین، اسلئے انکی تحریر مین بهی وهی دلچسپی نظر آتی تهی، جو تقریر مین تهی. در اصل میرزا صاحب اس قسم کی مراسلت اختیار کرنے پر مجبور بهی تهے. انهین دور افتاده دوستون کو اپنی پریشانیان سنانی تهین. اگر یه پریشانیان قدیم اندازِ تحریر کے لباس مین جلوه گر هوتین، تو مکتوب الیهم بهت جلد اوکتا جاتے، اور میرزا صاحب کو مراسلت کا زیاده موقع نه ملتا. لهذا انهون نے اپنے تمام خطوط کو مکالمه بنا کر اوس مین طبعی ظرافت کی تخم ریزی کی، جسکے سبب سے احباب ان کے خطون کے انتظار مین رها کرتے اور اجنبی اصحاب طرح طرح سے سلسلهٔ مراسلت شروع کرنے کی کوشش کرتے.

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۲ (۲) ایضاً، ص ۳۴۹

چونکہ میرزا صاحب نے یہ طریقہ جان بوجھکر اختیار کیا تھا، اسلئے جب انھین اسکی کامیابی کا یقین آ گیا تو اسکی ایجاد کو فخراً اپنی ذات کیطرف منسوب بھی کیا ھے۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام کے ایك خط مین فرما تے ھین :

« مرزا صاحب! مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ھے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ھے۔ ہزار کوس سے بزبان قلم باتین کیا کرو۔ ھجر مین وصال کے مزے لیا کرو۔ » (۱)

میرزا تفتہ کو لکھا ھے :

« بھائی! مجھ مین تم مین نامہ نگاری کاھے کو ھے، مکالمہ ھے۔ » (۲)

منشی نبی بخش صاحب کو تحریر کیا ھے :

« بھائی! مجکو اس مصیبت مین کیا ھنسی آتی ھے، کہ یہ ھم تم اور مرزا تفتہ مین مراسلت گویا مکالمت ھو گئی ھے۔ روز باتین کرتے ھین۔ اللہ! اللہ! یہ دن بھی یاد رھینگے۔ خط سے خط لکھے گئے ھین ... غنیمت ھے کہ محصول آدھے آنہ ھے۔ ورنہ باتین کرنیکا مزہ معلوم ھوتا۔ » (۳)

حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھا ھے :

« اسوقت جی تم سے باتین کرنیکو چاھا۔ جو کچھ دل مین تھا وہ تم سے کہا۔ » (۴)

نواب انورالدولہ بہادر کیخدمت مین بھی اسیطرح عرض کیا ھے :

« پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہین ھے۔ باتین کرنی ھین۔ » (۵)

انھین کو ایك خط کے آخر مین لکھتے ھین :

« اب مین حضرت سے باتین کرچکا۔ خط کو سرنامہ کرکے کہار کو دیتا ھون۔ » (۶)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ھے :

« اسی افسردگی مین جی چاھا کہ حضرت سے باتین کرون۔ با آنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا۔ » (۷)

میرزا صاحب احباب سے بھی اسی طرح کی مراسلت کے امیدوار تھے۔ اسلئے کوئی اونکے تتبع مین مراسلہ کو مکالمہ کا رنگ دیدیتا تو تعریف کیا کرتے۔ ایکبار مرزا تفتہ نے خط لکھا۔ میرزا صاحب کو اوسکا پیرایۂ بیان بیحد پسند آیا۔ چنانچہ اظہار خوشنودی کیلئے اونھین لکھتے ھین :

« جیتے رھو اور خوش رھو۔ ... زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دیدیا تھا۔ » (۸)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۸ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۲۷۳ (۴) ایضاً، ص ۲۲۶
(۵) ایضاً، ص ۳۱۲ (۶) ایضاً، ص ۲۹۷ (۷) ایضاً، ص ۲۷۶ (۸) ایضاً، ص ۱۰۴

میرزا صاحب کی یہ خصوصیت اونکی انشا پر اسقدر چھا گئی تھی کہ دربار رامپور کی مراسلت مین بھی ، جو میرزا صاحب کی سنجیدہ ترین مکاتبت ہے ، اسکا اثر نمایان ہے ؛ حتی کہ ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کو صاف صاف لکھدیا ہے ، کہ

« یہ تحریر نہین ۔ مکالمہ ہی ۔ گستاخی معاف کروا کے اور آپ سی اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا ہون ، کہ یہ سوا سو روپیہ ، جو تورہ و خلعت کے نام سی مرحمت ہوی ہین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین ؟ » (۱)

مراسلت کا محمد شاہی طرز

میرزا صاحب کے وقت تك اردو فارسی دونون زبانون کی خط و کتابت کا انداز یہ تھا کہ شروع مین بھاری بھرکم القاب و آداب لکھے جاتے ، ازان بعد متعلقین کی خیریت کی اطلاع واستفسار ہوتا اور اسکے بعد استعارون تشبیہون اور کنایون کے پردے مین دو چار مطالب لکھکر عربی یا فارسی دعائیہ جملے پر خط ختم کردیا جاتا ۔ میرزا صاحب ابتدا سے اس روش کو ناپسند کرتے تھے ۔ وہ چاہتے تھے کہ مکتوب الیہ کے مناسبِ حال دو چار لفظ کا القاب لکھکر سیدھے سادھے جملون مین اظہارِ مطالب کردیا جائے ۔ « پنج آہنگ » کے دیباچہ مین اس روش سے بیزاری ظاہر کرتے ہوے لکھتے ہین :

« بیگانگی این روش از شیوۂ غالب مستمند نہ چندانست کہ بگفتن نیاز داشتہ باشد ۔ و ادا شناس داند کہ ہنجار من در نگارش این است کہ چون کاك و ورق بکف گیرم مکتوب الیہ را بلفظی کہ فراخور حالت اوست در سر آغاز صفحہ آواز دہم ، و زمزمہ سنج مدعا گردم ۔ القاب و آداب و خیریت گوئی وعافیت جوئی حشو زائد است ۔ و پختگان حشو را دفع نہند ۔ » (۲)

میرزا صاحب نے مراسلت کی اوس روش کا نام جس مین بڑے بڑے القاب و آداب اور حشو و زوائد سے پُر خیریت گوئی و عافیت جوئی کے جملے ہوتے «محمد شاہی روش» رکھا تھا ۔ اور اس سے اسقدر بیزار تھے کہ میر مہدی مجروح کے نام کے ایك خط مین اسکا مضحکہ اوڑایا ہے ۔ فرماتے ہین :

(۱) مکاتیب ، ص ۲۹
(۲) کلیات نثر غالب ، ص ۵

« هان صاحب ! تم کیا چاهتی هو ؟ مجتهد العصر کی مسوده کو اصلاح دیکر بهیجدیا . اب اور کیا لکهون . تم میری هم عمر نہین جو سلام لکھون . مین فقیر نہین جو دعا لکھون . تمهارا دماغ چل گیا هی . لفافه کو کریدا کرو . مسوده کو بار بار دیکها کرو . پاؤگی کیا ؟ یعنی تمکو وه محمد شاهی روشین پسند هین —— یہان خیریت هی . وهان کی عافیت مطلوب هی . خط تمهارا بہت دن کی بعد پہنچا . جی خوش هوا . مسوده بعد اصلاح کی بهیجا جاتا هی . برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا ، اور دعا کہنا . اور هان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بهی دعا کہنا . لازمۂ سعادتمندی یه هی که همیشه اسیطرح خط بهیجتی رهو —— کیون سچ کہیو اگاون کی خطوط کی تحریر کی یہی طرز تهی ؟ هائی کیا اچها شیوه هی ! جبتك یون نه لکهو وه خط هی نہین هی . چاه بی آب هی . ابر بی باران هی . نخل بی میوه هی . خانۂ بی چراغ هی . چراغ بی نور هی . هم جانتی هین تم زنده هو . تم جانتی هو که هم زنده هین . امر ضروری کو لکھ لیا . زوائد کو اور وقت پر موقوف رکها . اور اگر تمهاری خوشنودی اوسیطرح کی نگارش پر منحصر هی ، تو بهائی ساڑهی تین سطرین ویسی بهی مین نی لکهدین . کیا نماز قضا نہین پڑهتی ؟ اور وه مقبول نهوگی ؟ » (۱)

نواب انور الدوله سعدالدینخان بہادر شفق کو خط لکھا ھے . اوس مین القاب و آداب سے آغاز کرنے کے بجائے انتہائی پاکیزه اندازه سے اس متعارف طرز کی سبکی اور عدم احتیاج کا اظہار کرتے ھین . ارشاد ھے :

« کیونکر کہون که مین دیوانه نہین هون ؟ هان اتنی هوش باقی هین که اپنی کو دیوانه سمجھتا هون . واه ! کیا هوشمندی هی ، که قبلۂ ارباب هوش کو خط لکهتا هون ، نه القاب ، نه آداب ، نه بندگی ، نه تسلیم ؟ سن غالب ! هم تجهسی کہتی هین ، بہت مصاحب نه بن . ای ایاز ! حد خود بشناش . مانا که تو نی کئی برس کی بعد نو بیت کی غزل لکهی هی اور آپ اپنی کلام پر وجد کر رها هی . مگر یه تحریر کی کیا روش هی ؟ پہلی القاب لکھ . پهر بندگی عرض کر . پهر هاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ . پهر عنایت نامه کی آنیکا شکر ادا کر . » (۲)

میرزا صاحب کی روش . القاب و آداب

میرزا صاحب کے عہد مین جو روش پسند کیجاتی تھی اوسکے سمجھ لینے کے بعد ضروری ھے که خود میرزا صاحب کا اندازِ مراسلت و مکاتبت دریافت کیا جائے . سب سے پہلے القاب و آداب کو لیجیے . میرزا صاحب کے هان یه اجزا اسقدر مختصر اور متعارف روش سے جدا هین که اونهون نے انکے ترك کردینے کا دعوی کردیا ھے . فرماتے هین :

« پیر و مرشد ! یه خط لکهنا نہین هی . باتین کرنی هین . اور یہی سبب هی که مین القاب و آداب نہین لکهتا . » (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۱٤ (۳) ایضاً ، ص ۳۱۲

در اصل اونهون نے القاب و آداب کا پرانا فرسوده طریقه ترک کیا تها. یه نه تها که مکتوب الیه کے مرتبه کا لحاظ کئے بغیر هر خط کو بغیر القاب و آداب کے شروع کردیتے هون. اونهون نے بزرگ یا بلند مرتبه اصحاب کو جسقدر خط لکھے هین اون سب مین الفـاظ اور پرداز کے تنوع کیساتھ یه دونون جزو موجود هین. مثلاً نواب فردوس مکان اور خلد آشیان طاب ثراهما کی خدمت مین جسقدر عرضیان ارسال کی هین اون سب مین بجز ایك کے « حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت. بعدِ تسلیم معروض هے » هوتا هے. صرف چار پانچ عرضیون مین لفظِ (حضرت) ساقط هوگیـا هے.

البته بے تکلف احباب یا شاگردون کے نام کے مکاتیب مین تنوع زیاده هے. کبهی تو سرے سے القاب هوتا هی نهین. اور اگر هے تو « میان، برخوردار، بهائیصاحب، سـید صاحب، مرزا، میریجان، کیون صاحب، منشی صاحب بنـده پرور» یا اور کسی مختصر اور بے تکلف انداز کے الفاظ مین. کبهی کبهی مزاحاً چهوٹون کو بهی « قبله و کعبه، مولانا، یا پیر و مرشـد » لکهدیا هے. بعض خطوط ایسے بهی نظر آتے هین جن مین پورا القاب تحریر کیا گیـا هے، مگر اوسمـین بهی سـادگی و بے تکلفی مفقــود نهین هـوئی هے. مثــلاً میر سرفراز حسین صاحب کو لکهتـے هین:

« نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رهو اور خوش رهو. »

یا انهین کو لکها هے:

« میری جان کی چین میر سرفراز حسین »

مرزا تفته کو تحریر کیا هے:

« میری مهربان، میری جان، مرزا تفته سخندان »

یا

« نور نظر لخت جگر مرزا تفتـه »

نواب علاء الدینخان بهادر علائی کو لکهتـے هین:

« سعادت و اقبال نشان مرزا علاء الدینخان بهادر کو فقیر غالب کی دعا پهنچے. »

یہی حال آداب و تسلیمات کا ہے۔ نواب میر غلام بابا خان بہادر کو لکھا ہے:

« سلام مسنون الاسلام و دعای دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے۔»

بعض اصحاب کو لکھدیا ہے: «.... فقیر غالب کا سلام» یا «سلامٌ علیکم» یا «بعد دعا کے معلوم ہو» یا صرف «آداب» یا زیادہ مزاحیہ انداز مین «اگر خفا نہون تو دعا اور اگر آزردہ ہون تو بندگی»، وغیرہ۔

خیریت گوئی و عافیت جوئی

خیریت گوئی سے میرزا صاحب سخت متنفر تھے۔ وہ اس حصہ کو حشو و زوائد شمار کرتے تھے، اسلئے کسی ایک خط مین بھی «یہان خیریت ہے اور آپکی خیریت نیک مطلوب» نہین پایا جاتا۔ ہان مطالب کے ساتھ ساتھ اپنی خیریت کا ذکر اور مکتوب الیہ کی عافیت کا استفسار کرلیتے، اور اس روش کو «کارِ پختگان» شمار کرتے ہین۔

اظہار مطالب (۱)

میرزا صاحب کا ادایِ مطالب کا طریقہ بالکل ایسا ہے جیسے دو آدمی بالمشافہہ بات چیت یا سوال و جواب کرتے ہین۔ مثلاً اونکو یہ لکھنا تھا کہ — محمد علی بیگ میرے کوٹھے کے نیچے سے گزرا۔ مینے پوچھا کہ لوہارو کی سواریان روانہ ہوگئین؟ اوسنے کہا ابھی نہین ہوئین۔ مین نے پوچھا کیا آج جائینگی؟ اسنے کہا آج ضرور جائینگی۔ تیاری ہو رہی ہے — اس مطلب کو اونھون نے اسطرح ادا کیا ہے:

« محمد علی بیگ ادھر سے نکلا۔ بھئی محمد علی بیگ! لوہارو کی سواریان روانہ ہوگئین؟ حضرت ابھی نہین۔ کیا آج نہ جائینگی؟ آج ضرور جائین گی۔ تیاری ہو رہی ہے۔»

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ہے۔ اوسمین لکھنا یہ ہے کہ میرنصاحب آئے اور اونسے یہ یہ باتین ہوئین۔ مگر وہ اسطرح نہین لکھتے بلکہ اوسکو اسطرح شروع کرتے ہین:

---

(۱) اس عنوان کے ماتحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مولانا حالی کی یادگار غالب، ص ۱۷۶-۱۹۱ کا بلفظہ خلاصہ ہے۔

« ای میرنصاحب ! السلام علیکم ! حضرت آداب . کہو صاحب آج اجازت ھی میر مہدی کی خط کا جواب لکھنی کی ؟ حضور مین کیا منع کرتا ہون ؟ مگر مین اپنی ہر خط مین آپکی طرف سی دعا لکھدیتا ہون . پھر آپ کیون تکلیف کرین ؟ نہین میرنصاحب ! اوسکی خط کو آئی ہوی بہت دن ہوی ہین . وہ خفا ہوا ہوگا . جواب لکھنا ضرور ھی . حضرت وہ آپکی فرزند ہین . آپ سی خفا کیا ہونگی . بھائی ! آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ کہ تم مجھی خط لکھنی سی کیون باز رکھتی ہو ؟ سبحان اللہ ! ای لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتی ، اور مجھی فرماتی ہین کہ تو باز رکھتا ھی . اچھا تم باز نہین رکھتی مگر یہ کہو کہ تم کیون نہین چاھتی کہ مین میر مہدی کو خط لکھون ؟ کیا عرض کرون ؟ سچ تو یہ ھی کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو مین سنتا اور خط اوٹھاتا . اب جو مین وھان نہین ہون تو نہین چاھتا کہ آپ کا خط جاوی . مین اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون . میری روانگی کی تین دن بعد آپ خط شوق سی لکھی گا . میان بیٹھو . ہوش کی خبر لو . تمھاری جانی نہ جانی سی مجھی کیا علاقہ ؟ مین بوڑھا آدمی ، بھولا آدمی ، تمھاری باتون مین آگیا ، اور آجتك اوسی خط نہین لکھا . لا حول و لا قوۃ . »

اسکے بعد میر مہدی سے مخاطب ہو کر اصل مطلب لکھتے ہین .

بعضی جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے غائب فرض کرلیتے ہین . یہان تك کہ جو لوگ مرزا کے انداز بیان سے واقف نہین وہ اوسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین . مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین :

« میر مہدی ! جیتی رہو ! آفرین ! صد ہزار آفرین ! اردو لکھنی کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ھی ، کہ مجھکو رشك آنی لگا ھی . سنو دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوھر کی لوٹ پنجاب احاطہ مین گئی ھی . یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی . سو ایك ظالم پانی پت انصاریون کی محلی کا رھنیوالا لوٹ لیگیا . مگر مین نی اوسکو بحل کیا . اللہ برکت دی ! »

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ہین اونمین اکثر اس قسم کے سوال و جواب ہوتے ہین جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین . مگر وھان ہر سوال و جواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اونکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے . ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا اور جواب کہان سے شروع ہوا ؟ مرزا ایسے موقع پر سائل و مجیب کا نام نہین لیتے ، اور نہ اونکے نام کی علامت لکھتے ہین . مگر سوال یا جواب کے ضمن مین ایك ایسا لفظ لے آتے ہین جس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ سوال کیا ہے اور جواب کیا .

مرزا کی طرزِ تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین یہ کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ اور لوگ اوسکی پیروی نکرسکین. مگر وہ چیز جسنے اونکے مکاتبات کو ناول یا ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے وہ شوخیِ تحریر ہے، جو اکتساب یا مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہین ہوسکتی. ... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے کہ مکتوب الیہ اوسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو. پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا اوسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے. مثلاً اپنے ایك دوست کو خط لکھا ہے. اوسمین اونکی لڑکی کو، جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی، اور اب جوان ہوگئی ہے، بعد دعا کے لکھتے ہین:

«کیون بھئی! اب اگر ہم کول آئین بھی تو تمکو کیونکر دیکھین گے؟ کیا تمہاری ملك مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین؟»

یا مثلاً نواب امیر الدین احمد خان رئیسِ لوھاروکو اونکے بچپن کے زمانے مین اونکے رقعے کا جواب، جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا، اسطرح لکھتے ہین:

«ای مردم چشم جہان بین غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھ لو. یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی. چشم جہان بین تمہارا باپ مرزا علاءالدین احمد خان بہادر، اور پتلی تم. میان تمہاری دادا تو نواب امین الدینخان بہادر ہین. مین تو صرف تمہارا دلدادہ ہون.»

ایك دوست کو دسمبر سنہ ۵۸ ع کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ہے. اونھون نے اوسکا جواب جنوری ســـنہ ۵۹ ع کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا. اوسکے جواب مین اونکو اسطرح لکھتے ہین:

«دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین. سنہ ۱۸۵۸ ع کی خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ ع مین بھیجتی ہو. اور مزا یہ کہ جب تم سی کہا جائیگا تو یہ کہوگی کہ مین نے دوسری ہی دن جواب لکھا ہی.»

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلین گے جن مین اس قسم کی ظرافت اور ہنسی کی باتین مندرج نہون. یہانتك کہ رنج و افسردگی

کا بیان بھی اس قسم کی چھیڑ سے خالی نہین ہوتا . منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ہین :

« بھائیصاحب ! مین بھی تمھارا ہمدرد ہوگیا . یعنی منگل کی دن ۱۸ ربیع الاول کو شام کیوقت میری وہ پھپھی، کہ مین نی بچپن سی آجتك اوسکو مان سمجھا تھا، اور وہ بھی مجکو بیٹا سمجھتی تھی، مرگئی . آپکو معلوم رھی کہ پرسون میری گویا نو آدمی مری . تین پھپھیان اور تین چچا اور ایك باپ اور ایك دادی اور ایك دادا . یعنی اس مرحومہ کی ہونی سی مین جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ہین ، اور اوسکی مرنی سی مین نی جانا کہ یہ نو آدمی آج ایکبار مرگئی . »

مرزا نے بعض اردو خطون مین .... مُسَجّع عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے . عربی اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یہ عیب ہوتا ہے، کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ہے تو اوسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے، اور اسلئے پہلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقرہ بسبب لزوم ما لا یلزم کے کم وزن ہوجاتا ہے. مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ہے . دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی ہی بے تکلفی پائی جاتی ہے جیسی پہلے فقرے مین . اور یہ بات اوسی شخص سے بن پڑتی ہے جو باوجود خوش سلیقگی اور لطفِ طبیعت کے شاعری مین غایت درجے کا کمال رکھتا ہو ، اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایك عمر بسر کرچکا ہو . مگر یہ معلوم رہے کہ مُقَفّیٰ عبارت مرزا خاصکر اون خطون مین لکھتے تھے جن سے ہنسی یا ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود ہوتا تھا .

عرایض کا طرز ادا

اگرچہ میرزا صاحب کے عرایض کا طرزِ ادا اون خطون کے مقابلے مین ، جو « اردوی معلی » اور « عودِ ہندی » مین شایع ہو چکے ہین، با تکلف ہے ، اور یہان وہ رنگا رنگی نہین پائی جاتی جو مذکورہ مجموعون کے خطوط کی جان ہے، تاہم یہ عرایض بھی اوسی نادرہ کار قلم کے رہینِ منت ہین ، جو

ادبِ اردو کے دامنِ کوتاہ کو سدا بہار پھولون سے بھر چکا ھے۔ اسلئے ان سرکاری درخواستون مین بھی وہ سادگی، شوخی اور ظرافت موجود ھے، جسکے سبب ادایِ مطلب مین میرزا صاحب کی انشا دیگر انشا پردازون کی تحریرون سے گویِ سبقت لیگئی ھے۔

لیکن یہ محاسن اون خطوط مین زیادہ نمایان ھین، جن مین حسنِ طلب ھے۔ چونکہ سرکارِ رامپور میرزا صاحب کی مالی دستگیری کی واحد کفیل تھی، اسلئے وہ ھر ضرورت کے موقع پر سوال کر بیٹھتے تھے، اور یہ سوچکر کہ ابھی سابق امداد کو زیادہ زمانہ نہین ھوا ھے، ھمیشہ ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ انکار کی گنجایش باقی نرھے۔ مثلاً نواب فردوس مکان نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کے موقع پر میرزا صاحب کو تورہ اور خلعت کے نام سے ۱۲۵ روپیے نقد ارسال کئے ھین۔ میرزا صاحب اس روپیہ کو خرچ کرنیکے بعد آیندہ کیلئے سبیل نکالتے ھوے لکھتے ھین:

«یہ تحریر نہین مکالمہ ھی۔ گستاخی معاف کرواکر اور آپ سی اجازت لیکر بطریق انبساط عرض کرتا ھون، کہ یہ سوا سو روپیِ، جو تورۂ و خلعت کی نام سی مرحمت ھوی ھین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین؟» (۱)

نواب فردوس مکان کی وفات کے بعد نواب خلد آشیان کی خدمت مین قصیدۂ تہنیت ارسال کیا ھے۔ یہان سے صلہ مین تاخیر ھوتی ھے۔ میرزا صاحب کو روپیہ کی ضرورت ھے، اسلئے نامۂ تقاضائی لکھتے ھین، اور اوس مین بطور تقاضا ارشاد فرماتے ھین:

«پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تھا کہ جب مین قصیدہ بھیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین و آفرین کا، شرم آتی ھی کہتی ھوی مگر کہی بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس کی ھنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ھوا کرتی تھی۔ .... یہ رسم بری نہین ھی۔ اگر جاری رھی تو بہتر ھی۔» (۲)

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۹
ص — مکاتیب غالب

(۲) ایضاً، ص ۵۲

ایکسال دلی مین بارش کم اور رامپور مین کافی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:

«اگرچہ یہان مینہہ اسیقدر برسا ہے کہ جسکی پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھولین، مگر چونکہ بفرمان ازلی میری رزق کی برات آپ پر ہے، اور آپکی ملک مین بارش خوب ہوئی ہے، ابر رحمت کی شکریہ مین ایک قطعہ ملفوف اس عرضی کی بھیجتا ہون۔ بنظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو۔» (۱)

نواب خلد آشیان نے جشنِ تخت نشینی مین شرکت کی دعوت دی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کرکے لکھتے ہین:

«حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا۔ وہ آگ برس رہی ہے کہ طیور کی پر جل رہی ہین۔ بعد آگ کی پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔ آفتاب میزان مین آیا، اور ہنگامۂ آتش و آب رفع ہوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا۔» (۲)

ایک مرتبہ نواب خلد آشیان نے اپنی ایک فارسی نثر اصلاح کو بھیجی ہے۔ میرزا صاحب بعض محاورون کی تغلیط کرتے ہین۔ اہلِ دربار بہارِ عجم اور فرہنگِ جہانگیری وغیرہ لغات کے حوالہ سے اس اصلاح کو غلط بتاتے ہین۔ نوابصاحب یہ حوالے نقل کرکے میرزا صاحب سے اصلاح پر نظرِ ثانی کی درخواست کرتے ہین۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے تحریر کیا ہے:

«مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ہے۔ مگر دعوی اجتہاد نہین ہے۔ بحث کا طریقہ یاد نہین۔ میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین۔ ہند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ہادی انکا انکا قیاس۔ ٹیک چند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی! نور علی نور!!» (۳)

باغ بے نظیر کی نمایش کا حال اخبار مین پڑھا ہے، اور چاہتے ہین کہ نوابصاحب کو اس جشنِ بینظیر کی مبارکباد دین۔ اس مضمون کو اسطرح ادا فرماتے ہین:

«نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خون جگر کھاتا ہون، کہ ہای! مین وہان نہین۔ بالا خانی پر رہتا ہون۔ اوتر نہین سکتا۔ ماناکہ آدمیون نی گود مین لیکر

---

(۱) مکاتیب، ص ٥٦ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲

اوتارا ، اور پالکی مین بٹھا دیا . کہار چلی . راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نی جا کر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس ، اور مین طائر اسیر . وہ بھی بی پر و بال . نہ چل سکون ، نہ پھر سکون . جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون ، یہ سب بطریق فرض محال ھی . ورنہ ان امور کی وقوع کی کہان مجال ھی ؟ » (۱)

نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی تعزیت کرتے ہوئے رقمطراز ھین :

« چاھتا ھون کہ کچھ لکھون . مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون . لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون . آپکی قدمون کی قسم ! دل نی قبول نکیا . آرایش گفتار ، نظماً او نثراً ، واسطی تہنیت کی ھی ، کہ دل کثرت نشاط سی گل کیطرح کھل رہا ھی . طبیعت راہ دیتی ھی . الفاظ ڈھونڈھی جاتی ھین . معنی پیدا کیی جاتی ھین . اب مین نیم مردہ ، دل پژمردہ ، خاطر افسردہ جس باب مین لفظ و معنی فراھم کیا چاھون وہ سراسر طبع کی خلاف . جس بات کا تصور ناگوار ھو اوسکی تذکر سی جی کیون نہ بیقرار ھو ؟ » (۲)

نواب زین العابدین خان بہادر سے خواھش کرتے ھین کہ اپنے نام کا خط سرکار کو دکھا دینا . مگر ساتھ ھی فرماتے ھین :

« لیکن تم سی یہ توقع کیونکر پڑی ؟ کسواسطی کہ تم نی اردو دیوان کی پہنچنی نہ پہنچنی کا حال جنابعالی سی دریافت کرکر کب لکھا ھی ، جو اس بات کا جواب لکھوگی . » (۳)

خاتمہ

میرزا صاحب خط کے آخر مین بالعموم ایك دو دعائیہ لفظ لکھا کرتے تھے . اردوی معلی و عودِ ھندی مین بعض مقامات پر یہ جزو متروك ھوگیا ھے ، یا اپنی خیریت یا دنیا کی بے ثباتی سے متعلق کسی جملہ سے بدل گیا ھے . لیکن عرایض مین کبھی نظر انداز نہین ھوا . ان مین ھمیشہ

« زیادہ حد ادب . تم سلامت رھو ھزار برس * ھر برس کی ھون دن پچاس ھزار »

یا

« تم سلامت رھو قیامت تك * دولت و عز و جاہ روز افزون »

تحریر کیا کرتے تھے . چونکہ اس جزو مین کوئی ادبی خوبی میرزا صاحب کے ھان بھی نہین پائی جاتی ، اسلئے تمثیل و استشہاد بیکار ھوگا .

کاتب کا نام

میرزا صاحب کاتب کی شخصیت کا تعین بھی نئے اسلوب سے کرتے تھے .

(۱) مکاتیب ، ص ۹۲ (۲) ایضاً ، ص ٦٤ (۳) ایضاً ، ص ۱۱۰

عام انشا پردازون کی طرح آخر مین نام لکھنے کا طریقه اونکے هان صرف پُر تکلف مراسلت کیساتھ مخصوص تھا . وه مساویانه یا بزرگانه خط و کتابت مین کبھی خط کے شروع یا درمیان مین اسطرح نام لکھتے هین ، که مکتوب الیه کو خیال تك نهین هوسکتا که یهان نام لکھنے سے مقصود کاتب کا تعارف هے . مثلاً خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا هے :

« قبله ! کبھی آپ کو یه بھی خیال آتا هی ، که کوئی همارا دوست ، جو غالب کہلاتا هی ، وه کیا کھاتا پیتا هی اور کیونکر جیتا هی ؟ » (١)

یا مثلاً نواب انور الدوله بهادر شفق کو تحریر کیا هے :

« کیونکر کهون که مین دیوانه نهین هون ؟ هان اتنی هوش باقی هین که اپنی کو دیوانه سمجھتا هون . واه ! کیا هوشمندی هی که قبلهٔ ارباب هوش کو خط لکھتا هون ، نه القاب ، نه آداب ، نه بندگی ، نه تسلیم ؟ سن غالب ! هم تجھ سی کهتی هین بهت مصاحب نه بن . » (٢)

اور کبھی آخر مین نام لکھتے هین ، جو بیشتر تو اونکا تخلص « غالب » هوتا هے ، اور تنها یا کسی همقافیه فقره کیساتھ آتا هے . مثلاً

« بندهٔ علی ابن ابیطالب آرزومند مرگ غالب ، نجات کا طالب غالب ، عفو جرم کا طالب غالب ، داد کا طالب غالب ، اس خط کی رسید کا طالب غالب ، ترحم کا مستحق اور تفقد کا طالب غالب ، وغیره »

لیکن بعض خطوط مین اصلی نام « اسد الله خان » یا « اسد الله » یا صرف « اسد » یا « اسد الله خان غالب » یا « اسد الله غالب » بھی لکھا هے ، نواب فردوس مکان کے نام کے ایك عریضه مین « اسد الله » کیساتھ بھی ایك همقافیه فقره استعمال کیا هے . فرماتے هین :

« عرضداشت هوا خواه اسد الله . » (٣)

متعدد خطوط مین میرزا صاحب نے یه جزو ترك کردیا هے . ان مین چند ایسے هین جن مین کنایةً نام آگیا هے . مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بهادر کو لکھتے هین :

« تاریخ اوپر لکھی آیا . نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا هی . » (٤)

---

(١) اردوی معلی ، ص ٢٧٤ (٢) ایضاً ، ص ٣١٤ (٣) مکاتیب ، ص ٤ (٤) اردوی معلی ، ص ٣٩٥

انہی کو دوسرے خط مین لکھا ھے :

« دن تاریخ صدر مین لکھی آیا ھون . کاتب کا نام غالب ھو کہ دستخط سی پہچان جاؤ . » (۱)

ایك اور خط مین تحریر کیا ھے :

« ٦ دسمبر سنه ۱۸٦٥ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی ھین . کاتب کا نام غالب ھی کہ تم جانتی ھوگی . » (۲)

چودھری عبد الغفور سرور کو بالکل نئے انداز سے لکھا ھے :

« کاتب وھی ھی جو لفافۂ ملفوفه کا مکتوب الیه ھو . » (۳)

باقی جن خطوط مین نام سرِ دست موجود نہین ھے اونکے متعلق یه سمجھنا چاھیے که یا تو ناقلون نے نقل کرتے وقت نام چھوڑ دیا اور یا آخر مین نام کے بجائے « غالب » نقش کی مہر ثبت تھی ، جو نقل کرنے سے رہ گئی . ورنه مین نے جسقدر میرزا صاحب کے سرکاری اور نجی خطوط دیکھے ھین اون مین سے ایك بھی نام یا مہر سے خالی نہین ھے .

تاریخ کتابت خطوط

میرزا صاحب خط کی تاریخ بھی ھمیشه ایك انداز سے نہین لکھا کرتے تھے . اونکی تنوع پسند طبیعت اس خشك جزوِ مکتوب مین بھی نئے نئے شگوفے کھلاتی ، اور وہ کبھی آغاز مین کبھی درمیان مین اور کبھی آخر مین تاریخ ثبت کرتے . تاریخ کے ساتھ ساتھ بعض وقت دن گھڑی اور سال بھی تحریر کرتے تھے . انگریزی و ھجری تاریخون مین سے اونکے ھان بسا اوقات صرف انگریزی یا صرف ھجری اور کبھی کبھی دونون پائی جاتی ھین . مگر سنین لکھنے کا التزام کم اور علامتِ ھجری و عیسوی کا التزام کمتر ھے .

آغاز کی تاریخ

میرزا صاحب موجودہ یوروپین طرز کے مطابق القاب و آداب سے قبل تاریخ بہت کم لکھتے تھے . اونکے ھان القاب کے بعد آغازِ مطلب مین تاریخ زیادہ ھوتی ھے . چنانچه میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٣٤ (۲) ایضاً ، ص ٤٤٢ (۳) ایضاً ، ص ۱۳۳

« میان ! آج یکشنبه کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی هی ۔ دو پهر کی وقت شیخ مشرف علی رهنی والی استاد حامد کی کوچه کی میری پاس آئی ، اور اونهون نی تمهارا خط لکها هوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا ۔ » (۱)

یوسف مرزا صاحب کو لکها هے :

« آؤ صاحب ! میری پاس بیٹھ جاؤ ۔ آج یکشنبه کا دن هی ساتوین تاریخ رمضان کی اور اونیسوین اپریل کی ۔ » (۲)

مرزا تفته کو تحریر کرتے هین :

« آج منگل کی دن پانچوین اپریل کو تین گهڑی دن رهی ڈاك کا هرکاره آیا ۔ » (۳)

نواب علاء الدین احمد خان بهادر کو لکها هے :

« چار شنبه ۱۸ مئی ... بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت ۔ » (٤)

نواب انور الدوله بهادر کو لکهتے هین :

« خداوند نعمت ! آج دو شنبه ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی هی ۔ اسوقت که باره پر تین بجی هین ، عطوفت نامه پهنچا ۔ » (٥)

خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو تحریر کیا هے :

« جنابعالی ! آج دو شنبه ۳ جنوری سنه ۱۸۵۹ کی هی ۔ پهر دن چڑها هوگا که ابر گهر رها هی ۔ ترشح هورها هی ۔ هوا سرد چل رهی هی ۔ پینی کو کچھ میسر نهین ۔ ناچار روٹی کهائی هی ۔ » (٦)

وسط کی تاریخ

مطالب کے ضمن مین میرزا صاحب تاریخ اسطرح لکهتے هین که بظاهر پڑهنے والے کو تاریخ نویسی کا خیال نهین گزرتا ۔ بلکه تاریخ بهی منجمله مطالب معلوم هوتی هے ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بهادر کو لکها هے :

« تمهاری پاس جو قاطع برهان پهنچی هی اگر چهاپی کی هی تو صحیح هی ۔ جهان تردد هو غلطنامهٔ ملحقه مین دیکهه لو ۔ زیاده انکشاف منظور هو مجهه سی پوچهه لو ۔ اور اگر قلمی هی تو درجهٔ اعتبار سی ساقط هی ۔ اوسکو میری تالیف نه سمجهو ۔ بلکه مجکو مول لیلو اور اوسکو پهاڑ ڈالو ۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك باره پر تین بجی تمهارا خط آیا ۔ اودهر پڑها ، ادهر جواب لکهنی بیٹها ۔ یهانتك لکهه چکا تها که شیخ شهاب الدین سهروردی آئی ۔ تمهارا خط اونکو دیا ۔ وه پڑه رهی هین ۔ هم لکهه رهی هین ۔ ابر آیا هوا هی ۔ هوا سرد چل رهی هی ۔ » (۷)

شاه عالم صاحب مارهروی کو تحریر کیا هے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۳۰ (۳) ایضاً ، ص ٤٥ (٤) ایضاً ، ص ٤٤٦
(٥) ایضاً ، ص ۲۹۵ (٦) ایضاً ، ص ۲۷۵ (۷) ایضاً ، ص ٤۱۲

« یای تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایك چپراسی آیا ، اور اوسنی خط تمہاری نام کا ٹکٹ لگا ھوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نی سلام کہا ھی اور یہ خط دیا ھی . اب مین یہ خط اپنا مع اونکی خط کی ڈاك گھر مین بھیجتا ھون . صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ھی . ڈپٹی صاحب چاندنی چوك حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رھتی ھین . » (۱)

میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین :

« تمہاری شکایتہای بیجا کا جواب یہ ھی کہ تم نی جو خط مجکو پانی پت سی بھیجا تھا ، اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی ، مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا تو مین جواب لکھونگا . آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا . » (۲)

خاتمہ کی تاریخ

خاتمہ کی تاریخ مین بھی میرزا صاحب موجودہ رسمِ تحریر کی مخالفت کرتے نظر آتے ھین . اونکے ھان آخری تاریخ کا مذکور بھی ضمنِ مطالب مین ھوتا ھے . البتہ عرایض مین دو چار مقامات کے علاوہ ھر جگہ خط ختم کرنیکے بعد نام سے قبل یا بعد تاریخ ثبت کی ھے . مثلاً مرزا حاتم علی مہر کو لکھا ھے :

« دو شنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ھی . انگیٹھی رکھی ھوئی ھی . آگ تاپ رھا ھون ، اور خط لکھ رھا ھون . یہ اشعار یاد آگئی . تمکو لکھ بھیجی . والسلام . » (۳)

منشی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر کیا ھے :

« جواب خط کا طالب غالب . سہ شنبہ از روی جنتری ۲٦ اور از روی رویت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۳ ھ اور ٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع . » (٤)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین :

« ٦ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاھتی ھین . کاتب کا نام غالب ھی کہ تم جانتی ھوگی . » (۵)

انہی کو لکھتے ھین :

« ... مرقومۂ شنبہ یکم جون وقت صبح چھہ بجی سات کی عمل مین . » (٦)

خاتمہ مین اعادۂ تاریخ

کبھی کبھی میرزا صاحب آغاز مین تاریخ لکھدینے کے بعد خاتمہ مین

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۰۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۲٦۷
(٤) ایضاً ، ص ٤۳ (۵) ایضاً ، ص ٤٤۲ (٦) ایضاً ، ص ٤۰۸

اوسکا دوبارہ اجمالی ذکر کرتے ھین . مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

«دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا ھون . اب ارسال جواب کی تاکید کی سوا اور کیا لکھون .» (١)

انہی کو ایك اور خط مین لکھتے ھین :

«دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون . کاتب کا نام غالب ھی که دستخط سی پہچان جاؤ .» (٢)

انہی کو سہ بارہ تحریر کیا ھے :

«تاریخ اوپر لکھ آیا . نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ھی .» (٣)

وقت کتابت کا ماحول

بعض اوقات میرزا صاحب تاریخ کے علاوہ خط لکھتے وقت کی حالت کا نقشہ بھی مکتوب الیه کی نگاھون کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ، تا کہ مکتوب الیه یہ محسوس کرکے کہ خود میرزا صاحب کے پاس بیٹھا ھوا اونکی زبان سے مکتوبہ واقعات سن رھا ھے ، مطالبِ خط سے زیادہ لطف اندوز ھو . مثلاً گرمی کا موسم ھے . رامپور کے پہلے سفر سے واپس دلی پہنچے ھین . میر مہدی مجروح کی فرمایش پر رودادِ سفر لکھی ھے . اسکے آخر مین فرماتے ھین :

«کوٹھری مین بیٹھا ھون . ٹٹی لگی ھوئی ھی . ھوا آرھی ھی . پانی کا جھجر دھرا ھوا ھی . حقه پی رھا ھون . یہ خط لکھ رھا ھون . تم سی باتین کرنی کو جی چاھا . یہ باتین کرلین .» (٤)

برسات کے موسم مین خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کرتے ھین :

«پہر دن چڑھا ھوگا کہ ابر گھر رھا ھی . ترشح ھو رھا ھی . ھوا سرد چل رھی ھی . پینی کو کچھ میسر نہین . ناچار روٹی کھائی ھی .

افقہا پر از ابر بہمن مہی * سفالینه جام من از می تہی

غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمھارا خط لایا .» (٥)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین :

---

(١) اردوی معلی ، ص ٤٤٨ (٢) ایضاً ، ص ٤٣٤ (٣) ایضاً ، ص ٣٩٥
(٤) ایضاً ، ص ١٦٢ (٥) ایضاً ، ص ٢٧٥

« پیر و مرشد ! شب رفته کو مینھ خوب برسا . هوا مین فرط برودت سی گزند پیدا هوگیا . اب صبح کا وقت هی . هوا ٹھنڈی بِگزند چل رهی هی . ابر تنك محیط هی . آفتاب نکلا هی ؛ پر نظر نهین آتا هی . » (۱)

انهی کو ایك اور خط مین لکھا ہے :

پیر و مرشد ! ۱۲ بجی تھی . مین ننگا اپنی پلنگ پر لیٹا هوا حقه پی رها تھا که آدمی نی آکر خط دیا . مین نی کھولا . پڑھا . بھلی کو انگرکھا یا کرتا گلی مین نه تھا . اگر هوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا . حضرت کا کیا جاتا ؟ میرا نقصان هوتا . » (۲)

میرزا صاحب کا املا

میرزا صاحب اردو الفاظ کے املا مین یایِ معروف و مجهول اور هایِ ساده و مخلوط کا فرق نہین کرتے. اور ابتدائی الفِ مکسوره و مضمومه کے فرق کیلئے همیشه موخر الذکر کو باضافۂ (و) تحریر کرتے هین. چانچه اونکے هان «اُس» بواو اور «اِس» بغیرِ واو پایاجاتا ہے. بعض الفاظ مختلف خطوط مین مختلف املا سے لکھے هین . مثــلاً هاتھ کو کبھی « هاتهـه » اور کبھی « هات » لکھا ہے .

انگریزی الفاظ کا تلفظ بھی بیشتر غلط کیا ہے. اسی لئے اونکا املا بھی درست نہین ہے. مثلاً « پنشن » کو « پنسن » اور « لارڈ » کو « لاڑد » اور « بورڈ » کو « بوڑد » لکھتے هین.(۳) اسیطرح ایك دو جگه عربی الفاظ کو بھی غلط لکھا ہے. مثلاً « بالکل » کو « باالکل » دو الفون کیساتھ لکھدیا ہے، جو درست نہین.(٤)

ایك پیرا گراف کے خاتمه اور دوسرے کے آغاز کے اظهار کیلئے کبھی تو نئے پیرا کے پہلے حرف پر اس شکل (ـــ) کی علامت بناتے هین ، اور کبھی باره کا هندسه لکھتے هین ، جو لفظِ « حد » کا عدد ہے. مرزا حاتم علی مهر کو اس عدد کے التزام کی وجه بھی لکھی ہے. فرماتے هین :

« صاحب ! بندۂ اثنا عشری هون . هر مطلب کی خاتمه پر باره کا هندسه کرتا هون . » (۵)

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۳۰۳ (۳) مکاتیب ، ص ۱۲ و ۱۵ و ۲۲ و ۱۱۰
(٤) ایضاً ، ص ۳۳ (۵) اردوی معلی ، ص ۲۵۷

هجری اور عیسوی سنه کے اظہار کیلئے میرزا صاحب «ھ» اور «ع» بھی استعمال کرتے تھے. لیکن اسکا التزام نہین پایا جاتا.

میرزا صاحب کا رسم الخط

میرزا صاحب کا خط نہایت پخته شفیعا آمیز نستعلیق تھا. چونکه وه ایرانی اداؤن کے دلداده تھے، اسلئے خط سے ولایتی شان زیاده نمایان ھے. مگر آخرِ عمر مین رعشه پیدا ہوجانے سے دائرون اور کشش مین پہلی سی خوش نمائی باقی نہین رھی تھی. چنانچه ان خطون کے دیکھنے سے پہلی نظر مین ہاتھ کی تھرتھراھٹ کا احساس ہوتا ھے.

سامان کتابت. کاغذ

میرزا صاحب کے خطوط مین سامانِ خط وکتابت کا بھی ذکر آیا ھے. اسلئے اوسپر ایك اجمالی نظر نامناسب نہوگی.

میرزا صاحب بالعموم باریك ولایتی کاغذ استعمال کرتے تھے، جو نیلگون یا سفید یا گلابی ہوتا. دربارِ رامپور مین اونکی جسقدر عرضیان پیش ہوئی ہین وه بجز ایك دو کے تمام اسی قسم کے گران قیمت کاغذ پر لکھی ہوئی ہین. لیکن منشی سیلچند اور خلیفه احمد علی صاحب کے نام کے خطوط گھٹیا کاغذ پر ہین. اس سے یه نتیجه نکالا جاسکتا ھے که میرزا صاحب کاغذ کے انتخاب کیوقت مکتوب الیه کی حیثیتِ دنیوی کا لحاظ رکھتے تھے.

بعض اوقات تنگدستی کے سبب میرزا صاحب کے پاس کاغذ کا ذخیره ختم ہوجاتا، تو جواب دینے کیلئے روپیه کا انتظار کرنے کے عوض کتاب مین سے ساده ورق پھاڑ لیتے تھے. ۸ نومبر سنه ۱۸۵۹ع کو میر مہدی مجروح کو لکھتے وقت یہی ترکیب استعمال کرنی پڑی تھی. چنانچه اوسی خط مین فرماتے ہین:

«بھائی! نه کاغذ ھے، نه ٹکٹ ھے. اگلے لفافون مین سے ایك بیرنگ لفافه پڑا ھے. کتاب مین سے یه کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ہون، اور بیرنگ لفافه مین لپیٹ کر بھیجتا ہون. غمگین نه ہونا. کل شام کو کچھ فتوح کہین سے پہنچ گئی ھے. آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا.» (۱)

(۱) اردوی معلی، ص ۱۵۵

حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت

آداب بجا لاتا ہوں۔ غزلوں کے مسودات کو صاف کر کے حضور میں بھیجتا ہوں۔ مسودات اپنے پاس
رہنے دیتے ہیں اس نظر سے کہ اگر احیاناً ڈاک میں لفافہ تلف ہو جائے تو میں پھر اس سے نقل
کر کے بھیجدوں ورنہ موقع حک و اصلاح مجھے کیا یاد رہیگا کہ میں نے کہیں جا بجا آپ کا اسم اور
نام یعنی تخلص رہنے دیا ناظم کا اور شوکت نے ان کا اپنا ہی سا جو لفظ آتا ہے وہ رہنے
دیجیے مگر یہ نہیں کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کریں اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارک
زیادہ حد ادب۔ تم سلامت رہو قیامت تک۔ عنایت کا طالب غالب۔ روز یکشنبہ ۱۸ فروری ۱۸۵۷

عکس خط میرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی محفوظہ دار الانشاء
(مکتوب نمبر ۴)

قـلم

معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کے زمانه تك لوهے کے قلم کا رواج نہوا تها. وه نیزے کا قلم استعمال کرتے، اور اوسے خود هی بناتے تهے. چنانچه ایك مرتبه قلم بنانے مین چاقو سے انگوٹها زخمی هوگیا، اور منشی شیو نرائن کے خط کے جواب مین تاخیر هوئی، تو میرزا صاحب نے تحریر کیا تها:

«صاحب! تم خط کی جواب نه بهیجنی سی گهبرا رهی هوگی. حال یه هی که قلم بنانی مین میرا هاتهه انگوٹهی کی پاس سی زخمی هوگیا اور ورم کر آیا. چار دن روٹی بهی مشکل سی کهائی گئی هی. بهر حال اب اچها هون.» (۱)

یه سنه ۱۸۵۸ ع کا واقعه تها. لیکن آخرِ عمر مین رعشه کے سبب خود قلم نه بنا سکتے. لڑکون سے بنوالیتے تهے. ۱۳ مارچ سنه ۱۸٦۷ ع کو نواب خلد آشیان کو لکهتے هین:

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین. امراض قدیم بڑھ گئی. دوران سر اور رعشه اور ضعف بصر تین بیماریان نئی پیدا هوئی هین. قلم نہین بنا سکتا. لڑکون سی بنوا لیتا هون. برسون کی بات نہین رهی. هفتون کی یا مہینون کی زندگی ره گئی هی.» (۲)

لفافی

میرزا صاحب ساده کاغذ کے مستطیل لفافے استعمال کرتے تهے. بعض اوقات اونکے حاشیون پر باریك بیل بوٹے بهی بنے هوتے. لیکن اوسوقت تك ڈاکخانه کے ٹکٹ چهپے هوے لفافے مروج نه تهے. اسلئے یه سب دیسی ساخت کے هوتے تهے.

خود میرزا صاحب بهی وقت گزاری کیلئے لفافے بنالیا کرتے تهے. ایکبار منشی شیو نرائن اکبرآبادی نے خود ساخته لفافون کے استعمال سے خیال کیا که تنگدستی کے سبب میرزا صاحب ایسا کرتے هین. اور یه سوچکر میرزا صاحب کو لفافون کا ایك بنڈل روانا کیا. میرزا صاحب نے اس سے مطلع هوکر لکها:

«لفافون کی خبر پہنچی. آپ نی کیون تکلیف کی. لفافی بنانا دل کا بہلانا هی. بیکار آدمی

(۱) اردوی معلی، ص ۳٦۲ (۲) مکاتیب، ص ۹۱

کیا کری . بہر حال جب لفافی پہنچ جائینگی ، ہم آپکا شکر بجا لائینگی . هرچه از دوست میرسد نیکوست . » (۱)

لیکن اس کرمفرما نے لفافون کے اوپر « از مقام ، در مقام ، تاریخ و ماه » طبع کرا کے بھیجے . میرزا صاحب ان چوچلون کو ناپسند کرتے تھے . اونھون نے یه هدیه دوستون مین تقسیم کردیا ، اور جب منشی صاحب نے ۱۸ دسمبر سنه ۱۸۵۸ ع کو دوباره اوسی قسم کے لفافے ارسال کئے ، تو اونھین لکھا :

« برخوردار ! آج اسوقت تمھارا خط مع لفافون کی لفافی کی آیا . دل خوش هوا . بھائی ! مین اپنی مزاج سی ناچار هون . یه لفافی « از مقام و در مقام و تاریخ و ماه » مجکو پسند نہین . آگی جو تم نی مجھی بھیجی تھی وه بھی مین نی دوستون کو بانٹ دیی . اب یه لفافون کا لفافه اس مراد سی بھیجتا هون که انکی عوض یه لفافی جو « در مقام و از مقام » سی خالی هین ، جن مین تم اپنی خط بھیجا کرتی هو ، مجکو بھیجدو ، اور یه لفافی اوسکی عوض مجھ سی لیلو . اور اگر اوسطرح کی لفافی نہون تو انکی کچھ ضرورت نہین . » (۲)

اسکے بعد منشی صاحب نے جو کیا اوسکے متعلق کچھ معلوم نہین . لیکن منشی نبی بخش صاحب کے نام کے مکتوب مورخهٔ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ ع سے یه ضرور پتا چلتا ہے که سنه ۵۸ ع مین لفافه سازی کا خاصه مشغله رها تھا . فرماتے هین .

« الله ! الله ! یه دن بھی یاد رهین گی . خط سی خط لکھی گئی هین . مجکو اکثر اوقات لفافی بنانی مین گزرتی هین . اگر خط نه لکھونگا تو لفافی بناؤنگا . » (۳)

ٹکٹ

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط بھیجنے کے پابند تھے ، اور بالعموم پته کے داهنی یا بائین جانب کبھی اوپر اور کبھی نیچے ٹکٹ چسپان کرتے تھے . ایسے خطوط پر اونھون نے همیشه « پوسٹ پڈ » بھی لکھا ہے . بعض اوقات ٹکٹ کے اوپر « اسد » بھی لکھدیا کرتے تھے .

روشنائی

میرزا صاحب همیشه سیاه روشنائی استعمال کرتے تھے ، جو عموماً بہت روشن اور پخته هوتی . آخری ایام کے خطوط مین پھیکی روشنائی بھی نظر آتی ہے . جسکی وجه خود میرزا صاحب کی « قلمدانِ انشا » سے بے توجہی

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٤۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٦۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲

ہوگی. ضرورت کے وقت لڑکون کے قلم اور اونہی کی روشنائی سے لکھا کرتے ہونگے، اور خود «لوح و قلم» کی درستی اور اہتمام سے اسلئے احتراز کرنے لگے ہونگے، کہ اب اونھین ان دونون کی شہادت کی ضرورت نہ تھی. عالمِ ادب اونکا لوہا مان چکا تھا.

قواعد ڈاک کی پابندی

میرزا صاحب ڈاک کے قاعدون کے سخت پابند تھے. وہ خود بھی خلاف ورزیِ قانون سے احتراز کرتے، اور احباب کو بھی اسی امر کی ہدایت کرتے رہتے تھے. ایکبار منشی حبیب اللہ خان ذکا کو لکھا ہے:

«خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سی ممنوع ہی. اگر یون نہوتا تو مین اونکی نام کا خط تمہاری خط مین ملفوف کرکی بھیجتا.» (۱)

منشی غلام بسم اللہ صاحب نے اپنی غزل کیساتھ ایک منصف صاحب کی غزل بھی ارسال کردی تھی. اونکی اس سہل انگاری پر سرزنش کرتے ہوے لکھتے ہین:

«سنیے حضرت! خط مین خط (کا) تداخل برا ہی. اگر یہان کی ڈاک مین کبھی خط کھل گیا، تو مجھسی پچاس روپیہ لئی جائینگی، یا قید کا حکم ہوگا. آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجا کیجی. اس باب مین تاکید جانیے. کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سی مسموع نہوگا.» (۲)

چودھری عبد الغفور صاحب نے پارسل مین کچھ خط رکھدیے تھے. اونکو تحریر کرتے ہین:

«پارسل مین خطوط بھیجنی محل اندیشہ ہی. خدا نی بچایا. چونکہ اب وہ خط آپکی کچھ کام کی نہ سمجھا، از راہ احتیاط پارسل مین سی نکال لیے.» (۳)

ایکبار تفتہ کے نام ایک پارسل حسبِ قاعدہ ایک آنے کا ٹکٹ چسپان کرکے ڈاک خانہ بھیجا. جو شخص پارسل لیکر گیا تھا، اوسنے غلطی سے خطون کے بکس مین پارسل ڈالدیا. میرزا صاحب نے واقعہ سے مطلع ہوکر تفتہ کو لکھا:

«صاحب! کل پارسل اشعار کا ایک آنہ کا ٹکٹ لگاکر اور اوسپر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ہی، خط نہین ہی، ڈاک مین بھیجدیا. ڈاک منشی نی کہا کہ خطون کی صندوق مین ڈالدو. خدمتگار

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹ (۲) عودھندی، ص ۱۸٦ (۳) اردوی معلی، ص ۱۳۷

ناخوانده آدمی. اوسکا حکم بجا لایا، اور اوسکو خطوں کی صندوق مین ڈال آیا. وہ لفظ کہ « یہ خط نہین هی پارسل هی » دست آویز معقول هی. اگر وهان کی ڈاکیی تم سی خط کا محصول مانگین، تو تم اوس جملہ کی ذریعہ سی گفتگو کر لینا. » (۱)

در اصل میرزا صاحب کی احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایکبار تفتہ کی غلطی کا خمیازہ بھگت چکے تھے، اور غالباً پارسل کو خطون کے بکس مین ڈالدینے کی وجہ سے اونکو پوسٹ پیڈ پارسل کا مزید محصول ادا کرنا پڑا تھا. ۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع کو یہ واقعہ خود تفتہ کو لکھا ہے:

« میرزا تفتہ! کل قریب دو پہر کی ڈاك کا هرکارہ، وہ جو خط بانٹا کرتا هی، آیا، اور اوسنی پارسل موم جامی مین لپٹا هوا دیا. پہلی تو حیران رها کہ پاکٹ خطون کی ڈاك مین کیون آیا؟ باری جب اوسکی تحریر دیکھی تو تمہاری هات کا بیم فلٹ لکھا هوا اور دو ٹکٹ لگی هوی. مگر اوسکی آگی کالی مہر اور کچھ انگریزی لکھا هوا. هرکارہ نی کہا کہ ایك روپیہ دس آنی دلوائیی. دلوادیی، اور پارسل لی لیا. مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا؟ قیاس ایسا چاهتا هی کہ تمہارا آدمی جو ڈاك گھر گیا اس کو خطون کی بکس مین ڈال آیا. ڈاك کی کارپردازون نی غور نہ کی، اور اوسکو بیرنگ خطون کی ڈاك مین بھیجدیا. » (۲)

پوسٹ مین کا لطیفہ

ایکبار پوسٹ مین کی غفلت سے ایك دلچسپ لطیفہ پیدا هوگیا تھا. واقعہ یہ هوا کہ میرزا صاحب کے نام ایك خط آیا. اوس کے پتہ مین مکتوب الیہ کے نام کے ساتھ جو تعظیمی الفاظ استعمال هوے تھے، اونمین ایك لفظ «کیشان» بھی تھا. ڈاکیے نے اوسے «کپتان» پڑھا، اور میرزا صاحب کی خدمت مین مبارکباد پیش کرکے طالبِ انعام هوا. میرزا صاحب نے نواب انور الدولہ بہادر شفق کو یہ واقعہ لکھا ہے. فرماتے هین:

« ایك لطیفۂ نشاط انگیز سنیی. ڈاك کا هرکارہ، جو بلیمارون کی خطوط پہنچاتا هی، اندنون مین ایك بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈھمك داس هی. مین بالاخانہ پر رهتا هون. حویلی مین آکر اوسنی داروغہ کو خط دیا. اور اوسنی خط دیکر مجھسی کہا کہ ڈاك کا هرکارہ بندگی عرض کرتا هی، اور کہتا هی کہ مبارك هو! آپ کو، جیسا کہ دلی کی بادشاہ نی نوابی کا خطاب دیا تھا، اب کالپی سی خطاب کپتانی کا ملا. حیران کہ یہ کیا کہتا هی؟ سرنامہ کو غور سی دیکھا. کہین قبل از اسم « مخدوم نیازکیشان» لکھا تھا. اوس قرم ساق نی اور الفاظ سی قطع نظر کرکی «کیشان» کو کپتان پڑھا. » (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۳۰۰

بیرنگ خطوط

اگرچہ قانونِ ڈاك کی رو سے بیرنگ خطوط ارسال کرنا ممنوع نہین ، لیکن میرزا صاحب اسے قانونِ محبت و اخلاق کے خلاف جانتے ، اور اسلئے بغیر کسی معقول وجہ کے کبھی بیرنگ خط نہین لکھتے تھے . سید احمد حسن مودودی کو ایك بیرنگ خط لکھتے ہوے فرماتے ھین :

« میرا شیوہ نہین ھی خط بیرنگ بھیجنا . » (۱)

میرزا صاحب اپنے ھر بیرنگ خط مین بیرنگی کی وجہ بھی لکھدیا کرتے تھے . چنانچہ وہ یا تو اوسوقت بیرنگ خط لکھا کرتے جبکہ

۱) اونکے پاس ٹکٹ موجود نہوتا . خواہ اسلئے کہ جیب اسکی اجازت ندیتی ، یا بر وقت ڈاکخانہ سے حصول دشوار ھوتا . مگر اس عذر کیلئے بے تکلف احباب اور شاگرد مخصوص تھے . میر مہدی مجروح کو ایك بیرنگ خط مین لکھا ھے :

« بھائی ! نہ کاغذ ھی ، نہ ٹکٹ ھی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافہ پڑا ھی . کتاب مین سی یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون ، اور بیرنگ لفافہ مین لپیٹ کر بھیجتا ھون . غمگین نہونا . کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ھی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا . » (۲)

اسیطرح نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ھین :

« بھائی ! سچ تو یون ھی کہ اندنون مین میری پاس ٹکٹ نہین . اگر بیرنگ بھیجون توکہار ماندہ . اوٹھ نہین سکتا . ڈاك گھر تك جائی کون ؟ » (۳)

نواب شہاب الدین احمد خان بہادر کو زیادہ مُضحکانہ انداز مین تحریر کیا ھے :

« آج میری پاس ٹکٹ ھی نہ دام . معاف رکھنا . والسلام . » (٤)

۲) اور یا اوسوقت بیرنگ خط ارسال کرتے کہ اوسکے تلف ھوجانے کا خطرہ ھوتا . اور چونکہ تلف ھوجانیکا خطرہ اھم مکاتیب کے سلسلہ مین زیادہ ناپسندیدہ معلوم ھوتا ھے ، اور اھم مکاتیب بے تکلف اور با تکلف دونون قسم کے مکتوب الیہ کو لکھے جاتے ھین ، بنابرین اس عذر کے ماتحت

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۵ (۳) ایضاً ، ص ٤۲۵ (٤) ایضاً ، ص ۲۹۱

میرزا صاحب نے والیان ریاست تک کو بیرنگ خطوط لکھے ہین ۔ چنانچہ ایکبار نواب انور الدولہ بہادر نے خط نہ لکھنے کی شکایت کی ، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« سونچتا ہون کہ دونون خط بیرنگ گئی تھی ۔ تلف ہونا کسیطرح متصور نہین ۔ » (۱)

در اصل میرزا صاحب یہ سمجھتے تھے کہ ڈاکیا بیرنگ خط ضایع نہین کرتا ۔ بلکہ کوشش کرکے مکتوب الیہ تک خط پہنچاتا ہے ، تاکہ اوس سے محصولِ ڈاک وصول کرسکے ۔ یہ خیال سید احمد حسن مودودی کے خط مین ظاہر بھی کیا ہے ۔ فرماتے ہین :

« یہ خط عمداً بیرنگ بھیجتا ہون ۔ کہتی ہین کہ پیڈ کی تلف ہونیکا احتمال ہی ، اور بیرنگ کا نہین ۔ » (۲)

سیف الحق سیاح کو لکھتے ہین :

« پیڈ خط گاہ گاہ تلف بھی ہوجاتا ہی ۔ نظر اس بات پر یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہون ۔ تاکہ ضایع نہونیکا احتمال قوی رہی ۔ » (۳)

چودھری عبد الغفور سرور کو ضروری خطوط کے بیرنگ ارسال کرنے کی ہدایت کرتے ہوے لکھتے ہین :

« ایک قاعدہ آپکو بتاتا ہون ۔ اگر اوسکو منظور کیجی گا تو خطوط کی نہ پہنچنی کا احتمال اوٹھ جائیگا ، اور رجستری کا درد سر جاتا رہیگا ۔ آدھ آنہ نہ سہی ، ایک آنہ سہی ۔ آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجی ، اور مین بھی بیرنگ بھیجا کرون ۔ اسٹامپ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتی ہین ۔ اس قاعدہ کا جیسا کہ مین واضع ہوا ہون بادی بھی ہوا ، اور یہ خط بیرنگ بھیجا ۔ » (٤)

مولوی عزیز الدین صاحب نے قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے خط ارسال کرنیکی اطلاع اور اوسکے جواب نہ لکھنے کی شکایت کی ، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« خط از روی احتیاط بیرنگ بھیجا ہی ۔ پوست پڈ خط اکثر تلف ہو جاتی ہین ۔ چنانچہ قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط ، جسکا آپ نی ذکر لکھا ہی ، آنکھین پھوٹ جائین اگر مین نی دیکھا ہو ! آپ اون سی میرا سلام نیاز کہیی ، اور خط کی نہ پہنچنی کی اونکو خبر پہنچائیی ۔ » (٥)

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰٤ (۲) ایضاً ، ص ۲٤٤ (۳) ایضاً ، ص ١٤
(٤) عود ہندی ، ص ۳۳ (٥) اردوی معلی ، ص ۲۱۷

والی بھرتپور کا انتقال ہوا اور یہ خبر دلی پہنچی، تو میرزا صاحب کو فکر ہوئی کہ کہین جانی جی، جو مرزا تفتہ کے مربی تھے، معزول تو نہین کردیے گئے۔ اس خبر کے استفسار کیلئے مرزا تفتہ کو خط لکھا اور اوس مین ہدایت کی کہ

«واسطی خدا کی! نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو، اور جو صورت ہو، مجکو لکھو، اور جلد لکھو، کہ مجھپر خواب و خور حرام ہی۔ کل شام کو مین نی سنا۔ آج صبح قلعہ نہین گیا، اور یہ خط لکھکر از راہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہی۔ تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانہ کرنا۔ آدھ آنا ایسی بڑی چیز نہین۔ ڈاک کی لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتی ہین، اور پوست پڈ پڑا رہتا ہی۔ جب اوس محلہ مین جانا ہوتا ہی تو اوسکو بھی لیجاتی ہین۔» (۱)

«دستنبو» کی طباعت کے متعلق ضروری ہدایتین بیرنگ خط مین لکھکر فرماتے ہین:

«واسطی تاکید کی بیرنگ بھیجا گیا۔» (۲)

اسیطرح منشی حبیب اللہ خان ذکا کو ایک ضروری خط بیرنگ لکھکر از راہِ معذرت فرماتے ہین:

«بھائی! یہ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون۔» (۳)

نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایک عریضہ، جو اونکی والدۂ ماجدہ کی تعزیتِ وفات کے متعلق تھا، ارسال کیا ہے، اور اوسکا جواب نہ پاکر دوسرا عریضہ بیرنگ ارسال کرتے ہوے آخر مین از راہِ معذرت لکھتے ہین:

«پرسون ایک قطعہ جناب بیگم صاحبہ و قبلہ کی تاریخ وفات کا بھیجا ہی۔ یقین ہی کہ پہنچیگا۔ از راہ احتیاط وہ قطعہ اس ورق مین پھر لکھتا ہون، اور نیز از راہ احتیاط یہ خط بیرنگ روانا کرتا ہون۔» (٤)

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط کے ضایع ہوجانے کے اسدرجہ قایل تھے کہ جب اونہین کوئی خط نہ ملتا تو وہ اسے ڈاکخانہ کی سہل انگاری پر محمول کرکے یہ لکھدیا کرتے تھے کہ ڈاک مین ضایع ہوگیا ہوگا۔ اور اگر کسی دوست

(۱) اردوی معلی، ص ٦١ (۲) ایضاً، ص ۵۰ (۳) ایضاً، ص ٤۳ (٤) مکاتیب، ص ۲۰

سے جوابِ خط مین تاخیر ہوتی، یا انکے مرسلہ خط کا حوالہ نہوتا تو باور کرلیتے کہ خط ڈاك مین تلف ہوگیا. ممکن ہے اوسوقت ڈاك کا محکمہ زیادہ منظم نہوا ہو. ورنہ اس زمانہ مین پوسٹ پیڈ خطوط ضایع ہوا کرین تو کاروبارِ عالم مختل ہوجائے، اور بالخصوص تجارت پیشہ حضرات گورنمنٹ کے اس مفید ترین محکمہ کے خلاف قانونی چارہ جوئیان کرنے لگین.

میرزا صاحب کا پتہ

اگرچہ باعتبارِ حسب و نسب میرزا صاحب دلی کے مشاہیر مین شمار کیے جاتے تھے، لیکن اونکی وسیع و مسلسل مراسلت نے اس شہرت مین چار چاند لگادیے تھے. اونکے پاس روزانہ ہندوستان اور بیرونِ ہند سے اردو، فارسی اور انگریزی خطوط آتے رہتے، جن مین سرکاری اور نجی ہر قسم کی تحریرین ہوتی تھین. چونکہ اونکو شہر مین ہر شخص جانتا تھا، اسلئے اونکا خط دلی کے ڈاك خانہ مین پہنچکر کبھی ضایع نہوتا. اونکی ڈاکخانہ کی معروفیت کی ایك وجہ یہ بھی تھی کہ پورے شہرِ دھلی مین وہ اپنے نام کے اعتبار سے وحدہ لاشریك تھے، اور ڈاکیا اسد اللہ خان غالب کا مسمی ایك ہی ذات کو جانتا تھا.

میرزا صاحب کو اپنی اس شہرت و ناموری کا اس درجہ پاس تھا، کہ کوئی دوست یا شاگرد اونکے مکان کا پتہ دریافت کرتا، یا اونکے نام کے خط پر لانبا چوڑا پتہ لکھدیتا، تو وہ اس کو اپنی توہین خیال کرتے. چنانچہ ایکبار نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی نے مکان کا پتا دریافت کیا. میرزا صاحب نے برہم ہوکر لکھا:

» سنو صاحب! حسن پرستون کا ایك قاعدہ ہی کہ وہ امرد کو دوچار برس گھٹا کر دیکھتے ہین. جانتے ہین کہ جوان ہی، لیکن بچہ سمجھتے ہین. یہ حال تمھاری قوم کا ہی. قسم شرعی کھا کرکہتا ہون کہ ایك شخص ہی کہ اوسکی عزت اور نام‌آوری جمہور کی نزدیك ثابت اور متحقق ہی، اور تم صاحب بھی جانتی ہو. مگر جبتك اوس سی قطع نظر نہ کرو، اور اوس مسخری کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تمکو چین نہ آئیگا. پچاس برس سی دلی مین

رهتا هون . هزارها خط اطراف و جوانب سی آتی هین . بهت لوگ ایسی هین که محله نهین لکهتی . بهت لوگ ایسی هین که محلهٔ سابق کا نام لکهدیتی هین . حکام کی خطوط ، فارسی اور انگریزی ، یهانتك که ولایت کی آئی هوی ، صرف شهر کا نام اور میرا نام . یه سب مراتب تم جانتی هو ، اور اون خطوط کو تم دیکهه چکی هو . اور پهر مجهسی پوچهتی هو که اپنا مسکن بتا . اگر مین تمهاری نزدیك امیر نهین نه سهی . اهل حرفه مین سی بهی نهین هون ، که جبتك محله اور تهانه نه لکها جائی هرکاره میرا پتا نه پائی . آپ صرف دهلی لکهکر میرا نام لکهدیا کیجئی . خط کی پهنچنی کا مین ضامن .» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی نے پتہ معلوم نہونیکی وجہ سے خط لکھنے مین تردد کا اظہار کیا . اونکو لکھتے ھین :

«قبله ! آپ کو خط کی بهیجنی مین تردد کیون هوتا هی ؟ هر روز دو چار خط اطراف و جوانب سی آتی هین . گاه گاه انگریزی بهی . اور ڈاك کی هرکاری بهی میرا گهر جانتی هین . پوسٹ ماسٹر میرا آشنا هی . مجکو جو دوست خط بهیجتا هی وه صرف شهر کا نام اور میرا نام لکهتا هی . محله بهی ضرور نهین . آپ هی انصاف کرین ، که آپ لال کنوان لکهتی رهی ، اور مجکو بلیمارون مین خط پهنچتا رها . خلاصه یه که خط آپکا کوئی تلف نهین هوا .» (۲)

مولوی حبیب الله خان ذکا نے یکے بعدِ دیگرے دو نیازنامے بھیجے ، مگر میرزا صاحب کی طرف سے جواب نہ ملا . اونھون نے اس کو دلی کے ڈاکخانہ کی غفلت پر محمول کرکے آخری خط بذریعۂ رجسٹری ارسال کیا ، اور اوس مین جواب ندینے کی شکایت لکھی . اسکے جواب مین میرزا صاحب الفاظ و مطالب کے گل کھلاتے ھین :

«میری مشفق ! میری شفیق ! مجهسی هیچ و پوچ کی ماننی والی ! مجهسی بری کو اچها جاننی والی ! میری محب ! میری محبوب ! تمکو میری خبر بهی هی ؟ آگی ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگی بهرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا رهآورد هی رعشه وضعف بصر . جهان چار سطرین لکهین ، انگلیان ٹیڑهی هوگئین . حرف سوجهنی سی رهگئی . اکهتر برس جیا . بهت جیا . اب زندگی برسون کی نهین ، مهینون کی اور دنون کی هی . پهلا خط تمهارا پهنچا .... دوسرا خط مع غزل آیا ... غزل بعد مشاهده تمکو بهیجی گئی ، اور لکها گیا که نوید حصول صحت جلد بهیجو . کل ایك خط رجسٹری دار آیا . گویا ستارهٔ دنباله دار آیا . حیران که ماجرا کیا هی ؟ باری کهولا اور دیکها . خط نوید رفع مرض و حصول صحت سی خالی اور شکوههای بیجا سی لبریز .

(۱) اردوی معلی ، ص ۴۱۸ (۲) ایضاً ، ص ۲۰۷

صاحب ! میری نام کا خط جہان سی روانہ ہو وہین رہ جای تو رہجای . ورنہ دلی کی ڈاکخانہ مین پہنچکر کیا مجال ہی جو مجھ تك نہ پہنچی ؟ اسیطرح میرا خط یہانکی ڈاکخانی سی نہ روانہ ہو کیا معنی ؟ جہان پہنچی وہان کی ڈاك کی کارپردازون کو اختیار ہی . مکتوب الیہ کو دین یا ندین . » (۱)

مرزا تفتہ کو ایك خط مین صاف طور پر لکھدیا ہے ، کہ نامور آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہین ہے . فرماتے ہین :

« بات یہ ہی کہ نامور آدمی کیواسطی محلہ کا پتا ضرور نہین . مین غریب آدمی ہون . مگر فارسی انگریزی جو خط میری نام کی آتی ہین تلف نہین ہوتی . بعض فارسی خط پر پتا محلہ کا نہین ہوتا ، اور انگریزی خط پر تو مطلق پتـا ہوتا ہی نہین . شہر کا نام ہوتا ہی . تین چار خط انگریزی ولایت سی مجکو آئی . جانی اونکی بلا کہ بلی مارون کا محلہ کیا چیز ہی . » (۲)

مولانا حاتم علی مہر کو تحریر کیا ہے :

« اور یہ بھی آپکو معلوم رہی ، کہ میری خط کی سرنامی پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہین . شہر کا نام اور میرا نام . قصہ تمـام . » (۳)

ایکبار میرزا صاحب نے مکان تبـدیل کیا . مرزا تفتہ کو تردد ہوا کہ یہ مکان کس محلہ مین واقع ہے . اونکے اس تردد کے رفع کرنے کیلئے ارشاد ہوا ہے :

« یہ مکان بہ نسبت اوس مکان کی بہشت ہی . اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیمارون کا . اگرچہ ہی یون کہ مین اگر اور محلہ مین بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاك وہین پہنچتی . یعنی اب اکثر خطوط لال کنوی کی پتی سی آتی ہین ، اور بی تکلف یہین پہنچتی ہین . بہرحال تم وہی « دلی . بلیمارون کا محلہ » لکھکر خط بھیجا کرو . » (٤)

تفتہ ہی کو دوبارہ لکھا تھا :

« میری نام کا کوئی لفافہ ضائع نہین جاتا . خـدا جانی اوس پر کیـا بجوگ پڑا ؟ » (٥)

سید احمد حسن صاحب مودودی کی شکایت پر تحریر کیا ہے :

« میری نام کا لفـافـہ جس شہر سی چلی اوسی شہر کی ڈاك گھر مین رہجای تو رہجای . ورنہ دلی کی ڈاکخـانہ مین پہنچکر کیا امکان ہی کہ تلف ہو ؟ » (٦)

ایکبار میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کے نام خط لکھا . ڈاکیے نے غلطی سے کسی دوسرے میر مہدی کو جا دیا . مجروح نے میرزا صاحب کو اسکی اطلاع دی . اس اطلاع پر ارشاد ہوتا ہے :

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۷ (۲) ایضاً ، ص ۸۷ (۳) ایضاً ، ص ۲۵۱
(٤) ایضاً ، ص ۷۵ (٥) ایضاً ، ص ٦۸ (٦) ایضاً ، ص ۲٤٥

«وہ جو تمنے لکھا تھا کہ تیرا خط میری نام کا میری ہمنام کی ھاتھ جا پڑا ۔ صاحب قصور تمھارا ھے ۔ کیون ایسی شہر مین رھتی ھو جہان دوسرا میر مہدی بھی ھو ؟ مجکو دیکھو کہ مین کب سی دلی مین رھتا ھون ۔ نہ کوئی اپنا ھمنام ھونی دیا ۔ نہ کوئی اپنا (ہم) عرف بننی دیا ۔ نہ اپنا ھم تخلص بہم پہنچایا ۔» (۱)

ابتداءِ مراسلت مین نواب فردوس مکان کے فرامین جامع مسجد کے پتہ سے جاتے تھے ۔ حالانکہ میرزا صاحب آٹھ سات برس سے بلیماروں کے محلہ مین چلے آئے تھے ۔ لیکن اس کے باوجود یہ فرامین میرزا صاحب کو ملتے رہے ۔ جب خود انھین نے سرکار کو لکھا کہ آیندہ اھلِ دفتر کو صحیح پتا لکھنے کی ھدایت کردیجائے ، تب دوسرا پتا لکھا گیا ۔ میرزا صاحب فرماتے ھین :

« دبیران خاص بر عنوان نامہ ھای پیشین نشان کلبۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشتہ اند و من از ھفت ھشت سال در محلۂ بلیماری مانم ۔ سپس نشان این محلہ نگاشتہ شود ۔» (۲)



(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸۹ (۲) مکاتیب ، ص ۱٤

متعلقاتِ انشاء

اس بحث کے آخر مین بعض ایسے حالات کا تذکرہ بھی ضروری ھے، جو بظاھر میرزا صاحب کے عادات و خصائل کی ایك کڑی معلوم ہوتے ہین، لیکن انکی انشا کی کیفیت و کمیت کے اندازہ کیلئے اونکا مطالعہ افادہ سے خالی نہین، اور اس لئے اونہین متعلقات انشا کے عنوان سے ذکر کیا جا سکتا ھے.

جواب مین جلدی

خطوط کا جواب دینے مین میرزا صاحب بہت با ضابطہ تھے. وہ یون تو ھر خط کا جواب فوراً لکھتے، اور غیر اختیاری عذر کے علاوہ کسی اور عذر کے پیش کرنے کا کبھی موقع نہ آنے دیتے. لیکن ضروری و جواب طلب خط کے جواب مین بیحد جلد بازی سے کام لیتے تھے. بسا اوقات ایسا ھوتا کہ یہ جانتے ھوے کہ اب ڈاك کا وقت گزر چکا ھے جواب لکھ لیتے اور مکتوب الیہ کو بتا دیتے کہ اس مجبوری کے سبب آج خط سپردِ ڈاك نہوسکا. مثلاً بیخبر کو تحریر کیا ھے:

«جنابعالی! آج دوشنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھے. پہر دن چڑھا ھوگا .... غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمھارا خط لایا ... باآنکہ خط جوابطلب نہ تھا جواب لکھنی لگا.» (۱)

نواب انور الدولہ بہادر شفق کو لکھا ھے:

«خداوند نعمت! آج دوشنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھے. اسوقت کہ بارہ پر تین بجی ھین عطوفت نامہ پہنچا. اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا. ڈاك کا وقت نرھا. خط کو معنون کر رکھتا ھون. کل شنبہ ١٦ فروری کو ڈاك مین بھجوا دونگا.» (۲)

نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھتے ھین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۵ (۲) ایضاً، ص ۲۹۵

«آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک بارہ پر تین بجی تمہارا خط آیا. اودھر پڑھا ادھر جواب لکھنی بیٹھا.» (۱)

ایکبار میر مہدی مجروح کا خط صبح کی ڈاک سے موصول ھوا. میرزا صاحب نے اوسکا فوراً جواب لکھا اور اوس مین تحریر کیا:

«مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا، تو مین جواب لکھونگا. آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت، ابھی کھانا پکا بھی نہین، تبرید پیکر بیٹھا تھا، کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا.» (۲)

انھین کو لکھتے ھین:

«اسوقت تمھارا ایك خط اور یوسف مرزا کا ایك خط آیا. مجکو باتین کرنی کا مزا ملا، تو دونون کا جواب ابھی لکھکر روانا کیا. اب مین روٹی کھانی جاتا ھون.» (۳)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے:

«آج سنیچر بار کو دوپہر کی وقت ڈاك کا ھرکارہ آیا، اور تمھارا خط لایا. مین نی پڑھا، اور جواب لکھا، اور کلیان کو دیا. وہ ڈاك کو لیگیا. خدا چاھی تو کل پہنچ جائی.» (٤)

معلوم ھوتا ھے کہ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ع تك ڈاك کا ھرکارہ خط تقسیم بھی کرتا تھا اور دلی سے باھر جانیوالے خطوط جمع بھی کیا کرتا تھا. اسلئے کہ ایکبار مرزا تفتہ کا خط آیا. میرزا صاحب نے اوسکا جواب لکھکر اوسیوقت ھرکارہ کو دیا اور آخر مین لکھا:

«اسوقت تمھارا خط پہنچا، اور اسیوقت مین نی یہ خط لکھکر ڈاك کی ھرکارہ کو دیا.» (۵)

عذر تاخیر

چونکہ میرزا صاحب خطوط کا جواب با قاعدگی سے دیا کرتے تھے اس لئے اگر اونکا کوئی دوست اپنے نیازنامہ کا جواب نہ پانے کی شکایت لکھتا، اور فی الحقیقت کسی وجہ سے جواب مین تاخیر ھوجاتی، تو میرزا صاحب فوراً عذر تاخیر لکھدیتے. لیکن اگر شکایت پا در ھوا ھوتی تو اپنے اوپر کبھی ذمہ داری نہ لیتے اور صاف انکار کردیتے. ایکبار میر احمد حسن

(۱) اردوی معلی، ص ٤١٢ (۲) ایضاً، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً، ص ۱۹۳
(٤) ایضاً، ص ۸۰ (۵) ایضاً، ص ۸۰

صاحب مودودی نے شکایت کی کہ آپنے میرے کئی خطون کا جواب نہین بھیجا. اسکے جواب مین ارشاد فرماتے هین :

« آپ کی کسی خط کا جواب میری ذمه باقی نہین هی . دو یا تین جس خط کا جواب نہین پہنچا اوسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ مین تلف هوی ، اور میری پاس نہین پہنچی . » (۱)

ایکبار اپنی عادت کے خلاف حاتم علی مہر کے خط کا جواب دوسرے دن لکھا ، تو ساتھ هی ساتھ تاخیر کی تلخی کو ظرافت کی چاشنی سے بدلنے کی بھی کوشش کی . فرماتے هین :

« بندہ پرور ! آپکا خط کل پہنچا . آج جواب لکھتا هون . داد دینا کتنا شتاب لکھتا هون ؟ » (۲)

اسیطرح میر مہدی مجروح کے خط کے جواب کو کئی دن کی دیر هوگئی تو اونہین لکھا :

« واہ واہ سید صاحب ! تم تو بڑی عبارت آرائیان کرنی لگی . نثر مین خود نمائیان کرنی لگی . کئی دن سی تمہاری خط کی جواب کی فکر مین هون . مگر جاڑی نی بیحس و حرکت کردیا هی . آج جو بسبب ابر کی وہ سردی نہین ، تو مین نی خط لکھنی کا قصد کیا هی . » (۳)

ایکبار مرزا حاتم علی مہر کو خط لکھا ، اور بکس مین رکھ لیا . کئی دن کے بعد کھولا تو خط برآمد هوا . اسکے متعلق اونہین تحریر فرماتے هین :

« مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید * خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی . صبح کو مین نی آپکو شکایت نامہ لکھا ، اور بیرنگ ڈاك مین بھیجدیا . دوپہر کو ڈاك کا هرکارہ آیا . تمہارا خط اور ایك مرزا تفتہ کا خط لایا . معلوم هوا کہ جس خط کا جواب مین آپ سی مانگتا هون ، وہ نہین پہنچا . کچھ شکوہ سی شرمندگی اور کچھ خط کی نہ پہنچنی سی حیرت هوئی . دوپہر ڈھلی مرزا تفتہ کی خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنی لگا . بکس مین سی وہ تمہاری نام کا خط نکل آیا . اب مین سمجھا کہ خط لکھکر بھول گیا هون ، اور ڈاك مین نہین بھیجا . اپنی نسیان کو لعنت کی اور چپ هو رها . متوقع هون کہ میرا قصور معاف هو . » (٤)

ایك مرتبہ میرزا صاحب نے تفتہ کو خط لکھا . اونکی طرف سے جواب نہ ملا . بلکہ خط آیا تو اولٹی خط نہ بھیجنے کی شکایت درج تھی . میرزا صاحب اسکے جواب مین لکھتے هین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤۰ (۲) ایضاً ، ص ۲٦۸ (۳) ایضاً ، ص ۱۷٤ (٤) ایضاً ، ص ۲۵۵

«آج پنجشنبه کی دن ١٨ نومبر کو تمہارا خط آیا، اور مین آج هی جواب لکھتا هون. کیا تماشا هی که تمهارا خط پہنچتا هی، اور میرا خط نہین پہنچتا؟» (١)

لیٹی لیٹی لکھتی

میرزا صاحب کی وضعِ خطوط نویسی اسدرجه پخته هوچکی تهی، که شدتِ مرض اور زیادتیِ ضعف کے باعث نشست و برخاست کی قوت نهونے کی حالت مین بهی جوابِ خط سے دوستون کو محروم رکھنا گوارا نکرتے، اور لیٹے لیٹے جواب لکھتے تهے. چنانچه ایکبار فروری سنه ١٨٥٤ع مین تپ و لرزہ کا شدید دوره هوا. ابهی مرض کی شدت باقی تهی که مرزا تفته کا خط آگیا. میرزا صاحب نے اوسی حالتِ ضعف مین جواب دیا، اور اوس مین لکھا:

«مین چار دن سی لرزی مین مبتلا هون... اتنی سطرین مجھ سی بهزار جر ثقیل لکھی گئی هین.» (٢)

صاحبعالم صاحب مارهروی کو بحالتِ بیماری لکھا هے:

«جو کچھ لکھنا هوتا هی وه بهی اکثر لیٹی لیٹی لکھتا هون.» (٣)

اسیطرح ایك مرتبه خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کا خط آیا، تو میرزا صاحب کو اوٹهنا بیٹهنا دشوار تها. لیکن اوسی حالت مین جواب لکھکر آخر مین فرمایا:

«باره پر دو بجی هرکاره نے آپ کا خط دیا. پلنگ پر پڑی پڑی خط پڑها، اور اوسیطرح جواب لکھا.» (٤)

سنه ١٨٦٢ع مین تقریباً سارا جسم زخمون سے بهرا هوا تها، اور بالخصوص سیدهے هاتھ کے پهوڑے کی تکلیف سے روح تحلیل هوئی جاتی تهی؛ لیکن اس حالت مین بهی خطون کے جوابات برابر بهیجتے رهے. چودهری عبد الغفور سرور کو لکھتے هین:

«اشعار کی اصلاح یك قلم موقوف. خطوط ضروری لیٹی لیٹی لکھتا هون. دو خط چودهری

(١) اردوی معلی، ص ٧٠ (٢) ایضاً، ص ٧٨ (٣) ایضاً، ص ٢٠٣ (٤) عود هندی، ص ١٧٤

صاحب کی آئی ، اور ایك خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کی آئی . جواب نہ لکھ سکا . آج اپنی کو طعنی دیکر مرد بنایا جب یہ عبارت لکھی . » (۱)

انھین کے ایك خط مین اشعار کے حسن و قبح کا معیار بتاتے ہوے آتش و ناسخ کا ذکر کرتے ہین . لیکن استشہاد مین انکا کوئی شعر یاد نہین آتا تو کہتے ہین :

« یاد کیا آوی . لیٹا ہوا ہون . دمبدم پانو کی ورم کی ٹیس ہوش اوڑانی دیتی ہی . انا للہ وانا الیہ راجعون ! » (۲)

اسی زمانہ مین مرزا تفتہ کو لکھا ہے :

« مین ناتوان بہت ہوگیا ہون . گویا صاحب فراش ہون . کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائی تو اوٹھ بیٹھتا ہون . ورنہ پڑا رہتا ہون . لیٹی لیٹی خط لکھتا ہون . » (۳)

ضعف کی سبب مراسلت مین کمی

لیکن جب بوجہِ پیرانہ سالی میرزا صاحب کا ضعف روز افزون ہونے لگا ، تو مجبوراً مراسلت مین کمی کرنی پڑی . تاہم اس حالت مین یہ کبھی نہوا کہ کسی جوابطلب خط کا جواب ندیا ہو . ہاتھ مین رعشہ اور بینائی مین نقصان آجانے کے بعد اخبارات مین اپنی اس حالت کا اعلان کرکے اربابِ ادب سے التجا کی تھی کہ آیندہ جوابِ خط اور اصلاحِ اشعار سے معاف رکھے جائین . لیکن اسپر بھی برابر خطوط چلے آتے تھے . اس زمانہ مین میرزا صاحب کسی بے تکلف دوست کے منتظر رہتے . جب ایسا دوست آجاتا ، اوس سے جواب لکھا دیتے . ایکبار مرزا شمشاد علی بیگ رضوان نے کوتاہ قلمی کی شکایت کی . اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ہین :

« مرزا ! رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترك ہوتی جاتی ہی . تحریر کا تارك نہین ہون ، بلکہ متروك ہون .... اگر تمہاری خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ہی نہ مقام شکایت . » (٤)

اپریل سنہ ١٨٦٦ ع مین سید احمد حسن مودودی کو لکھتے ہین :

« پیر و مرشد ! آپ کو میری حال کی بھی خبر ہی . ضعف نہایت کو پہنچ گیا . رعشہ پیدا ہو گیا . بینائی مین بڑا فتور پڑا . حواس مختل ہوگئی . جہانتك ہوسکا احباب کی خدمت بجا لایا .

---

(۱) اردوی معلی ، ص ١٥١ (۲) ایضاً ، ص ١٥٠ (۳) ایضاً ، ص ٩٤ (٤) ایضاً ، ص ٣٢١

اوراق اشعار لیٹی لیٹی دیکھتا تھا ، اور اصلاح دیتا تھا . اب نہ آنکھ سی اچھی طرح سوجھی ، نہ ھاتھ سی اچھی طرح لکھا جائی . کہتی ھین کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کی خدا نی فرض اور پیمبر نی سنت معاف کردی تھی . مین متوقع ھون کہ میری دوست خدمت اصلاح اشعار مجھپر معاف کردین . خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سی ھوسکیگا لکھدیا کرونگا . زیادہ حد ادب . » (۱)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے کیفیتِ مزاج دریافت کی تو اسپر در افشانی فرماتے ھین :

« تم میری بات پوچھتی ھو . مگر مین کیا لکھون ؟ ھاتھ مین رعشہ . انگلیان کہنی مین نہین . ایک آنکھ کی بینائی زایل . جب کوئی دوست آجاتا ھی ، تو اوس سی خطوط کا جواب لکھوا دیتا ھون . » (۲)

جون سنہ ۱۸۶۷ ع مین میان داد خان سیاح کو اپنی حالت لکھتے ھوے فرماتے ھین :

« میرا حال اسی سی جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا . آگی لیٹی لیٹی لکھتا تھا . اب رعشہ و ضعف بصارت کی سبب سی وہ بھی نہین ھوسکتا . » (۳)

انھین کو اگست سنہ ۶۷ ع مین لکھا ھے :

« آگی مین لیٹی لیٹی کچھ لکھتا تھا . اب وہ بھی نہین ھوسکتا . ھات مین رعشہ . آنکھون مین ضعف بصر . کوئی متصدی میرا نوکر نہین . دوست آشنا کوئی آجاتا ھی تو اوس سی جواب لکھوا دیتا ھون . بھائی ! مین تو اب کوئی دن کا مہمان ھون . اور اخبار والی میرا حال کیا جانین ؟ ھان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والی کہ یہ یہان کی رھنی والی ھین ، اور مجھسی ملتی رھتی ھین . سو اونکی اخبار مین مین نی اپنا حال مفصل چھپوا دیا ھی . اور اوس مین مین نی عذر چاھا خطون کی جواب سی اور اشعار کی اصلاح سی . اوس پر کسی نی عمل نکیا . ابتک ھر طرف سی خطون کی جواب کا تقاضا اور اشعار اصلاحون کی چلی آتی ھین ، اور مین شرمندہ ھوتا ھون . بوڑھا ، اپاھج ، پورا بھرا ، آدھا اندھا . دنرات پڑا رھتا ھون . » (٤)

نواب میر غلام بابا خان بہادر نے کبھی کبھی اطلاعِ خیریت کی خواھش کی تھی . اونھین ٦ اپریل سنہ ۱۸٦۸ ع کو لکھتے ھین :

« آپ جو فرماتی ھین کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر . آگی اتنی طاقت باقی تھی ، کہ لیٹی لیٹی کچھ لکھتا تھا . اب وہ طاقت بھی زائل ھوگئی . ھاتھ مین رعشہ

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً ، ص ٤۰ (۳) ایضاً ، ص ۳۳ (٤) ایضاً ، ص ۲۰

پیدا ہوگیا ۔ بینائی ضعیف ہوگئی ۔ متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہین ۔ عزیزون اور دوستون مین سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو مین مطلب کہتا گیا وہ لکھتے گئے ۔» (١)

سید احمد حسن صاحب کو کسی دوست نے اطلاع دی کہ اب میرزا صاحب کو افاقہ ہے ۔ اونہون نے میرزا صاحب سے اسکی تصدیق چاہی ۔ اسپر تحریر فرماتے ہین :

«وہ جو آپ نے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے ۔ آگے ناتوان تھا ۔ اب نیمجان ہون ۔ خط نہین لکھ سکتا ۔ ایک لڑکے سے یہ چند سطرین لکھوادی ہین ۔ جو مین کہتا گیا ہون ، وہ غریب لکھتا گیا ہے ۔» (٢)

اپنی اس مجبوری کے زمانہ مین میرزا صاحب دوستون اور شاگردون کے خطوط کی طرح اعزّہ کے خطوط کا جواب بھی بمشکل دیا کرتے تھے ۔ نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے باقر علیخان کامل کو پوتون کی طرح پالا تھا ۔ وہ روزگار کی تلاش مین الور گئے ۔ دلی مین بیوی اور ایک بچی چھوڑ گئے تھے ۔ میرزا صاحب سے امید تھی کہ اپنی اور بہو اور پوتی کی خیریت سے مطلع کرتے رہین گے ۔ لیکن میرزا صاحب ، جواب معذور ہوچکے تھے ، اونکو بھی تاخیر سے جواب دیتے تھے ۔ ایکبار اونہون نے شکایت کی ۔ میرزا صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا :

«مجھسے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا ۔ بھائی ! اب میری اونگلیان نکمی ہوگئی ہین ، اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ہے ۔ دو سطرین نہین لکھ سکتا ۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوے دھرے رہتے ہین ۔ جب کوئی دوست آجاتا ہے مین اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون ۔ پرسون کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا ۔ اب اسوقت مرزا یوسف علیخان آگئے ۔ مین نے اونسے یہ خط لکھوا دیا ۔» (٣)

---

(١) اردوی معلی ، ص ٨ (٢) ایضاً ، ص ٢٤٦ (٣) ایضاً ، ص ٣٢١

طباعتِ خطوط

میرزا صاحب کی ممانعت

سب سے پہلے منشی شیو نراین اکبرآبادی اور هرگوپال تفته کو میرزا صاحب کے خطوط کی طباعت کا خیال پیدا هوا. ان دونون نے علیحدہ علیحدہ میرزا صاحب کو اپنی تجویز سے مطلع کرکے اشاعت کی اجازت چاهی. لیکن اوس عهد تك مراسلت مین انشا پردازی کے تمام اصول و ضوابط کا لحاظ ضروری شمار هوتا تها، اور میرزا صاحب کے خیال مین زبانِ اردو کے لئے اس بارِ گران کا تحمل دشوار تها. چنانچه هنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کی فرمایشِ اردو کے جواب مین انهون نے یهی لکهدیا تها، که اس زبان مین زورِ قلم صرف کرکے معانیِ نازك پیدا کرنا اور اسطرح اپنا کمالِ انشا ظاهر کرنا مشکل هے. اس مین گنجایشِ عبارت آرائی کهان جو کوشش کیجائے؟ لهذا مجهے اس خدمت سے معاف رکها جائے.(۱) علاوه ازین انهون نے اردو مراسلت کاوش پژوهی سے بچنے کیلئے شروع کی تهی، اور اسوجه سے کبهی قلم سنبهالکر اور دل لگاکر کوئی خط نه لکها تها. ان یارانِ باصفا کی تجویز منظور کرلینے مین خطره هوا که کهین کمالِ انشایِ فارسی کے مداح اردو نثر دیکهکر شکوهِ سخنوری پر نکته چینی نه کرنے لگین، اور اردو کا یه پهیکا پکوان فارسی کی اونچی دوکان کی شهرت پر دهبا نه لگادے. اسلئے ۱۸ نومبر سنه ۱۸۵۸ع کو منشی شیو نراین اکبرآبادی کو جواباً لکها:

«اردو کے خطوط جو آپ چهاپا چاهتے هین یه بهی زاید بات هے. کوئی رقعه ایسا هوگا که جو مین نے قلم سنبهالکر اور دل لگاکر لکها هوگا. ورنه صرف تحریر سرسری هے. اوسکی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۶۳ و ۳۶۶ و ۳۶۷ پر وه خطوط ملاحظه هون جن مین میرزا صاحب نے اردو نثر لکهنے سے انکار کیا هے. اور ساته هی اس انکار کی وجوه بهی بتائی هین.

شہرت میری سخنوری کی شکوہ کی منافی ھو . اس سی قطع نظر کیا ضرور ھی کہ ھماری آپس کی معاملات اوروں پر ظاھر ھون ؟ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میری خلاف طبع ھی . » (۱)

اسی اثنا مین مرزا تفتہ کا پرزور نیازنامہ آیا . اوسکو پڑھکر ۲۰ نومبر سنہ ۵۸ ع کو ادھر منشی شیو نراین کو لکھا :

« رقعوں کی چھاپنی کی باب مین ممانعت لکھ چکا ھون . البتہ اس باب مین میری رای پر تمکو اور مرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ھی . » (۱)

اور اوسطرف مرزا تفتہ کی ھٹ کے جواب مین مشفقانہ تحریر کیا :

« رقعات کی چھاپنی جانی مین ھماری خوشی نہین ھی . لڑکون کی سی ضد نکرو . اور اگر تمھاری اسی مین خوشی ھی تو صاحب مجھ سی نہ پوچھو . تمکو اختیار ھی . یہ امر میری خلاف رای ھی . » (۲)

اسکے بعد ان دونون نے طباعت مکاتیب کے سلسلہ مین کچھ نہین لکھا . جس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ انھون نے ارادۂ طباعت فسخ کردیا تھا .

مکتوبات غالب کا پہلا مجموعہ . مہر غالب

اس واقعہ کے دو سال بعد سنہ ۱۲۷۸ ھ (۱۸٦۱ ع) مین چودھری عبد الغفور سرور مارھروی اور منشی ممتاز علیخان رئیس میرٹھ نے میرزا صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر اون خطوط کی طباعت کا تہیا کیا ، جو سرور کے نام میرزا صاحب نے لکھے تھے . ترتیب کا کام سرور کے سپرد ھوا اور طباعت کا ذمہ ، ممتاز علیخان نے لیا . مجموعہ کا سرور نے « مہر غالب » نام رکھا اور اوسکے دیباچہ مین لکھا :(۳)

« ارباب علوم کو معلوم ھو کہ مین انکسار ظہور ، عبدالغفور متخلص بہ سرور ، مارھروی بدو شعور سی اھل سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواھان تھا . جب کلام بلاغت نظام رشک صائب ، فخر طالب ، جناب اسد اللہ خان صاحب غالب کا دیکھا ، دل کو بھایا . یکتا پایا . ترسیل

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٦۱ (۲) ایضاً ص ۱۰۵

(۳) اگرچہ سرور نی سنہ ۱۸٦۱ ع مین میرزا صاحب کی خطوط مرتب کرلیے تھی . لیکن دیباچہ لکھنی کی نوبت سنہ ۱۸٦۳ ع مین آئی ، جب کہ کتاب پریس کو جا رھی تھی . اسلئی کہ عود ھندی (ص ٤۷) مین میرزا صاحب کا ایك خط اس دیباچہ کی تعریف مین درج ھی ، جو اسلئی سنہ ۱۸٦۳ ع کا مکتوبہ معلوم ھوتا ھی کہ اس مین میرزا صاحب نی ماقبل مکتوب کا حوالہ دیا ھی ، اور ماقبل کا خط کثرت بثور و اورام کی داستان پر مشتمل ھی ، جو سنہ مذکورہ کا واقعہ ھی .

مراسلات مین قدم بڑھایا . هر کتابت کا جواب آیا . .... جو نامہ کہ بنام میری بعبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویون سی دلربا تر ، اور هر سطر اوسکی سلسلہ مویون سی تاب فرسازیادہ هی . جس آنکھ نی دیکھا وہ بینا هی . جس کان نی سنا وہ شنوا هی . پس تنہا متلذذ هونا اور آپ هی آپ مزہ اوٹھانا خلاف انصاف جانا . دل مایل تمام بشہرت عام هوا . اور هنوز یہ قصد ناتمام تھا ، کہ بحسن اتفاق فخر زمان ، وحید دوران ، جناب ممتاز علیخانصاحب متوطن میرٹھ ... رونق افزای مارهرہ هوی ... ایك روز محفل ممدوح مین ذکر همہ دانی و شیوہ بیانی جناب استادی و مخدومی درمیان آیا . ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلکشا هی . فارسی کا کیا کہنا ! اردو بھی یکتا هی . نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع هوا . لیکن نثر اردو زیور طبع سی عاری رها . اگر وہ خطوط کہ بنام تمہاری آئی اور تم نی سنائی هین جمع کرو تو مین اوسکی انطباع کا بیڑا اوٹھاتا هون . اس تقریر سی نسیم تاثیر نی غنچۂ دل کھلایا . منشای خاطر ظہور مین آیا . وہ مکتوب کہ بنام میری آئی تھی ترتیب دیئی . گویا جواهر بی بہا کان قلمدان سی نکالکر کشتیء اوراق مین جمع کئی . چونکہ محبت جناب غالب میری حال پر بہت غالب هی ، لهذا نام‌اس انشا کا « مہر غالب » (بکسر میم) مناسب هی . سال ختم تالیف بھی اس نام سی مطابق پایا . » (١)

یہ تجویز پاس هوگئی اور منشی ممتاز علی خان صاحب میرٹھ چلے آئے . لیکن ابھی طباعت شروع نہوئی تھی کہ اونھین خیال پیدا هوا کہ میرزا صاحب کے مزید رقعات تلاش کرکے اس مجموعہ مین شامل کئے جائین . اس خیال کی تکمیل مین قدرت نے امداد کی اور اونھین ایك اور مجموعہ کا پتہ چلا ، جو میرزا صاحب کے علم و امداد سے مرتب کیا جا رها تھا .

مکاتیب غالب کا دوسرا مجموعہ

یہ مجموعہ منشی غلام غوث خان بہادر بیخبر مرتب کر رهے تھے . انھون نے اپنے ارادہ کی اطلاع میرزا صاحب کو پہلے سے دیدی تھی ، اور یہ خواهش کی تھی ، کہ اون تمام خطون کی نقول بھی مہیا کردین ، جو دوسرے احباب اور شاگردون کے نام لکھے گئے هین . میرزا صاحب نے اس التماس کو قبول کرلیا تھا . لیکن اوسوقت تك اونکا یہ خیال تھا کہ صرف وہ خط مرتب کیے جائین ، جن مین کوئی ادبی خوبی هو . روزمرہ

(١) عود هندی ، ص ٥ و ٦ .

کی نجی ضروریات پر مشتمل خطون کو خارج کردیا جائے . اسلئے بیخبر کو جواب مین لکھا تھا :

« آپ کو معلوم رهی که منشی حبیب الله ذکا اور نواب مصطفی خان حسرتی کو کبهی اردو خط نہین لکھا . هان ذکا کو غزل اصلاحی کی هر شعر کی تحت مین منشاء اصلاح سی آگهی دیجاتی هی . نوابصاحب کو یون لکھا جاتا هو : « کہار آیا . خط لایا . آم پهنچی . کچھ بانٹی . کچھ کهائی . بچون کو دعا . بچون کی بندگی . مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام » . یه تحریر اس هفته مین گئی هو . غرضکه عامیانه لکهنا اختیار کیا هو . اب یه عبارت جو تمکو لکھ رها هون یه لایق شمول مجموعۂ نثر اردو کہان هی ؟ یقین جانتا هون که ایسی نثرون کو آپ خود نه درج کرین گی . » (۱)

اسی زمانه مین مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کو ایك خط لکھا تھا . اوسکی نقل بیخبر کو روانه کرتے هوے تمهیداً تحریر کرتے هین :

« پیر و مرشد ! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر هین کلکته مین . مولوی عبد الغفور خان اونکا نام اور نساخ اونکا تخلص هی . میری اونکی ملاقات نہین . اونهون نی اپنا دیوان چهاپی کا موسوم به « دفتر بیمثال » مجکو بهیجا . اوسکی رسید مین یه خط مین نی اونکو لکھا . چونکه یه خط مجموعۂ نثر اردو کی لایق هی ، آپ کی پاس ارسال کرتا هون . » (۲)

لیکن ان نجی خطون کی موجودگی سے معلوم هوتا هے که بیخبر نے اونکے اس مشوره کو نه مانا ، اور هر قسم کے خط شاملِ مجموعه کرلیئے .

مقام طباعت

میرزا صاحب کا خیال تها که بیخبر اس مجموعه کو اله آباد مین ، جهان وه مقیم تهے ، طبع کرائینگے . اسلئے ایك انگریز کے استفسار کے سلسله مین بیخبر کو لکھا :

« جناب کیمس صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجکو آیا . کچھ اردو زبان کی ظہور کا حال پوچها تها . اوسکا جواب لکھ بهیجا . نظم و نثر اردو طلب کی تهی . مجموعۂ نظم بهیجدیا . نثر کی باب مین تمهارا نام نہین لکها . مگر یه لکهاکه اله آباد مین وه مجموعه چهاپا جاتا هی . بعد انطباع و حصول اطلاع وهان سی منگا کر بهیجدونگا . » (۳)

(۱) عود هندی ، ص ۱۷٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۲۵ (۳) ایضاً ، ص ۱۷۵

مگر بیخبر نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوے لکھا کہ منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے اپنے مطبع مین طباعت کا اہتمام کیا ھے۔ میرزا صاحب ان بزرگ سے واقف تھے، اسلئے بیخبر کی اس خبر پر اطمینان ظاھر کیا، اور جب بیخبر نے دوبارہ اونکا ذکر کیا تو تحریر فرمایا:

"حضرت پیر و مرشد! اس سے آگے آپکو لکھ چکا ہون کہ منشی ممتاز علیخان صاحب سے میری ملاقات ہو، اور وہ میری دوست ھین۔" (١)

طباعت مین تاخیر

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کا کام سنہ ٦١ع مین شروع کیا۔ میرزا صاحب کے مکتوب الیہم مین سے جو بزرگ خود اونکے دوست تھے اونسے براہِ راست، اور جنکی خدمت مین خود نیاز حاصل نہ تھا اونسے بتوسطِ غالب خطوط کی نقلین مہیا کین، اور سنہ ٦٥ع مین یہ سلسلہ ختم کردیا۔ لیکن میرزا صاحب نے، جو سنہ ٦٣ع کے بعد سے طباعت کا انتظار کرنے لگے تھے، آخرِ کار مجبور ہوکر تقاضا شروع کردیا۔ چنانچہ ایک خط کے آخر مین بیخبر کو لکھا ھے:

"اور ھان حضرت! وہ مجموعہ چھپے گا بالفتح یا چھپے گا بالضم۔ چھپ چکا ہو تو حق التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کرے فقیر کو بھیجئے۔" (٢)

احباب کے تقاضے

اس مجموعہ کی ترتیب مین مختلف اصحاب کے پاس سے خطوط کی نقلین منگائی گئی تھین۔ اسلئے پبلک مین کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جب اشاعت مین زیادہ تاخیر ہوگئی تو میرزا صاحب کے پاس تقاضے کے خطوط آنے لگے۔ ان تقاضون سے پریشان ہوکر میرزا صاحب نے ٧ مارچ سنہ ١٨٦٤ع کو بیخبر کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:

"ھان حضرت! کہیے۔ منشی ممتاز علیخان کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو

(١) عود ہندی، ص ١٣٨ (٢) ایضاً، ص ١٢٥

چھپے گا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکے طالب ہین۔ بلکه بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہے۔» (۱)

پنجاب احاطے کی مانگ

ان تقاضا کرنیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصه زنده دلانِ پنجاب نے لیا تھا۔ ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹھہراتے ہوے بیخبر کو تحریر کیا:

«اجی حضرت! یه منشی ممتاز علیخان کیا کر رہے ہین؟ رقعے جمع کئے اور نه چھپوائے۔ فی الحال پنجاب احاطه مین اونکی بڑی خواہش ہے۔ جانتا ہون که وه آپکو کہان ملین گے جو آپ اون سے کہین۔ مگر یه تو حضرت کے اختیار مین ہے که جتنے میرے خطوط آپکو پہنچے ہین وه سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین۔ جی یون چاہتا ہے که اس خط کا جواب وہی پارسل ہو۔» (۲)

میرزا صاحب کا دیباچه

غالباً اس کے جواب مین خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا که آپ مجموعهٔ نثرِ اردو کیلئے دیباچه لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے۔ اس سلسله مین میرزا صاحب نے تحریر کیا:

«مین صاحب فراش ہون۔ اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے۔ خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہون۔ اس حال مین دیباچه کیا لکھون؟» (۳)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچه لکھنے کی درخواست کی تو اونہین ظریفانه انداز مین لکھا:

«بنده پرور! اگر ایك بندهٔ قدیم، که عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپے مین ایك حکم بجا نه لاوے تو مجرم نہین ہو جاتا۔ مجموعهٔ نثر اردو کا انطباع اگر میری لکھی ہوی دیباچه پر موقوف ہے، تو اوس مجموعه کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاہتا، بلکه چھپ جانا بالضم چاہتا ہون۔ سعدی علیه الرحمه فرماتے ہین:

رسم است که مالکان تحریر * آزاد کنند بندهٔ پیر

آپ بھی اوسی گروه یعنی مالکان تحریر مین سے ہین۔ پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتے؟» (٤)

---

(۱) عود هندی، ص ۱۲٤ (۲) ایضاً، ص ۱۳٥ (۳) ایضاً، ص ۱۳۸ (٤) ایضاً، ص ۱۲۷

عود ہندی

خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بھیجدیے ۔ منشی صاحب نے چودھری عبــد الغفور سرور اور خواجه صاحب کے مجموعہای مکاتیب کو یکجا کرکے « عودِ ہندی » نام رکھا ، اور خود دیباچه لکھکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی :

« ... نجم الدوله اسد الله خان بہادر غالب ، جنکی ذات باکالات محتاج تعریف نہین ... سارا ہند اونہین جانتا هی ۔ ایران تك اونکی جادو بیانی کا چرچا هی ۔ مجھی مدت سی اسکا خیال تھا که فارسی تصنیفین تو اونکی بہت مرتب هوئین ، اور چھاپی گئین ۔ ... مگر کلام اردو نی سوای ایك دیوان کی ترتیب نپائی ۔ یه دولت ارباب شوق کی هاتھ نه آئی ۔ حالانکه نثر اردو اونکی اورون کی فارسی سی هزار درجه بہتر هی ۔ یه سلاست بیان ، یه شستگی زبان ، روزمره کی صفائی ، اداؤن کی شوخی ، کسی کو کب میسر هی ؟ اوسی بهی ترتیب دیجئی ۔ قدردانون پر احسان کیجئی ۔ میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکتا چودهری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یه ذکر آیا ، تو اونهون نی جتنی خطوط مرزا صاحب کی اونکی نام آئی تهی ، سب کو ایك جا کرکی اور اوسپر ایك دیباچه لکهکر ، وه مجموعه عنایت کیا ۔ عرصه تك سرگرم تلاش رها ۔ جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بهم پهچائین ۔ بڑی محنت اوٹهائی ، تب تمنا برآئی ، اور مجموعه مرتب هوا ۔ آج پورا اپنا مطلب هوا ۔

خواجه غلام غوث خانصاحب بہادر بیخبر تخلص ، جو نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالك مغربی و شمالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص هین ، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رهی ۔ بہت کچھ ذخیره اونکی بدولت بهم پہنچا ۔

اس کتاب کی دو فصل اور ایك خاتمه هی ۔ پہلی فصل مین چودهری صاحب کی مرتب کیی هوی خطوط اور اونکا لکها هوا دیباچه ، دوسری فصل مین میری جمع کیی هوی رقعات ، اور خاتمه مین چند نثرین هین ، جو جناب غالب نی اورون کی کتابون پر تحریر فرمائی هین ۔ « عود هندی » اس کتاب کا نام هی ۔ » (۱)

عود ہندی کا سال طباعت

عودِ ہندی کا یه اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

(۱) عود ہندی ، ص ۲ و ۳

چھپے گا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکے طالب هین. بلکه بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہے.» (۱)

پنجاب احاطے کی مانگ

ان تقاضا کرنیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصه زنده دلانِ پنجاب نے لیا تھا. ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹھہراتے ہوے بیخبر کو تحریر کیا:

«اجی حضرت! یه منشی ممتاز علیخان کیا کر رہے هین؟ رقعے جمع کئے اور نه چھپوائے. فی الحال پنجاب احاطه مین اونکی بڑی خواهش ہے. جانتا هون که وه آپکو کہان ملین گے جو آپ اون سے کہین. مگر یه تو حضرت کے اختیار مین ہے که جتنے میرے خطوط آپکو پہنچے هین وه سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین. جی یون چاهتا ہے که اس خط کا جواب وہی پارسل ہو.» (۲)

میرزا صاحب کا دیباچه

غالباً اس کے جواب مین خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا که آپ مجموعۂ نثرِ اردو کیلئے دیباچه لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے. اس سلسله مین میرزا صاحب نے تحریر کیا:

«مین صاحب فراش هون. اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے. خطوط لیٹے لیٹے لکھتا هون. اس حال مین دیباچه کیا لکھون؟» (۳)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچه لکھنے کی درخواست کی تو اونهین ظریفانه انداز مین لکھا:

«بنده پرور! اگر ایک بندۂ قدیم، که عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپے مین ایک حکم بجا نه لاوے تو مجرم نہین ہو جاتا. مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میری لکھی ہوی دیباچه پر موقوف ہے، تو اوس مجموعه کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاهتا، بلکه چھپ جانا بالضم چاهتا هون. سعدی علیه الرحمه فرماتے هین:

رسم است که مالکان تحریر * آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اوسی گروه یعنی مالکان تحریر مین سے هین. پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتے؟» (٤)

(۱) عود هندی، ص ۱۲٤ (۲) ایضاً، ص ۱۳۵ (۳) ایضاً، ص ۱۳۸ (٤) ایضاً، ص ۱۲۷

عود ہندی

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بھیجدیے۔ منشی صاحب نے چودھری عبـــد الغفور سرور اور خواجہ صاحب کے مجموعہاے مکاتیب کو یکجا کرکے «عودِ ہندی» نام رکھا، اور خود دیبـاچہ لکھکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی:

«... نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر غالب، جنکی ذات باکمالات محتاج تعریف نہین ... سارا ہند اونھین جانتا ھے۔ ایران تک اونکی جادو بیانی کا چرچا ھے۔ مجھی مدت سی اسکا خیال تھا کہ فارسی تصنیفین تو اونکی بہت مرتب ہوئین، اور چھاپی گئین۔ ... مگر کلام اردو نی سوای ایک دیوان کی ترتیب نپائی۔ یہ دولت ارباب شوق کی ھاتھ نہ آئی۔ حالانکہ نثر اردو اونکی اورون کی فارسی سی ہزار درجہ بہتر ھے۔ یہ سلاست بیان، یہ شستگی زبان، روزمرہ کی صفائی، اداؤن کی شوخی، کسی کو کب میسر ھے؟ اوسی بھی ترتیب دیجئے۔ قـدر دانون پر احسان کیجئے۔ میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکمتا چودھری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یہ ذکر آیا، تو اونھون نی جتنی خطوط مرزا صاحب کی اونکی نام آئی تھی، سب کو ایک جا کرکی اور اوسپر ایک دیباچہ لکھ کی، وہ مجموعہ عنایت کیا۔ عرصہ تک سرگرم تلاش رھا۔ جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بہم پہنچائین۔ بڑی محنت اوٹھائی، تب تمنا بر آئی، اور مجموعہ مرتب ھوا۔ آج پورا اپنا مطلب ھوا۔

خواجہ غلام غوث خانصاحب بہادر بیخبر تخلص، جو نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص ھین، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رھی۔ بہت کچھ ذخیرہ اونکی بدولت بہم پہنچا۔

اس کتاب کی دو فصل اور ایک خاتمہ ھے۔ پہلی فصل مین چودھری صاحب کی مرتب کیی ھوی خطوط اور اونکا لکھا ھوا دیباچہ، دوسری فصل مین میری جمع کیی ھوی رقعات، اور خاتمہ مین چند نثرین ھین، جو جناب غالب نی اورون کی کتابون پر تحریر فرمائی ھین۔ «عود ھندی» اس کتاب کا نام ھے۔» (۱)

عود ہندی کا سال طباعت

عودِ ہندی کا یہ اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

(۱) عود ہندی، ص ۲ و ۳

شہرِ میرٹھ مین طبع کیا. کتاب ۱۸۸ صفحون پر تمام ہوئی. خاتمہ حکیم غلام مولانا قلق میرٹھی نے لکھا. آخر مین چار تاریخی قطعے اضافہ کیے گئے. ان مین ایك قلق کا، ایك اونکے شاگرد منشی عبد الحکیم محو میرٹھی کا، اور بقیہ دو غالباً خود منشی ممتاز علیخان صاحب کے ہین.

ان قطعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مین طباعت پایۂ تکمیل کو پہنچی. آخری صفحے کے نچلے گوشہ مین ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ہجری درج ہے، جس سے تاریخ و ماہ بھی متعین ہوجاتے ہین.

میور صاحب کی نذر

آخری قطعہ کے مطالعہ سے ایك نئی بات یہ معلوم ہوتی ہے، کہ منشی ممتاز علیخان نے میور صاحب (غالباً سر ولیم میور گورنر ممالك مغربی و شمالی) کی خدمت مین عود کا مطبوعہ نسخہ نذر گزرانا تھا. سر ولیم میور علومِ مشرقیہ کے عالم تھے. خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے، جو عودِ ہندی کی جمع و ترتیب مین برابر کے شریك تھے، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبہ کے اعلی حاکم کے نام معنون کرکے اوسکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہرِ توثیق ثبت کرین. اوس زمانہ مین اردو زبان مین ایسی نادر کتابین معدودے چند شایع ہوئی تھین. گورمنٹ بعض سیاسی مصالح کے ماتحت نئی مفید کتابون کی اشاعت مین انعام کے نام سے یا امدادِ طبع کہکر اخراجات کا بار اوٹھا لیا کرتی تھی. اسلئے بعید نہین کہ منشی صاحب کو بھی کچھ روپیہ ملگیا ہو.

میرزا صاحب کا حق تصنیف

ایکبار میرزا صاحب نے کتاب کی فوری اشاعت کا تقاضا کرتے ہوے بیخبر کو لکھا تھا:

«اور ہان حضرت! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم. چھپ چکا ہو تو حق

التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی همت اقتضا کرے فقیر کو بهیجے ۔ » (۱)

یه امر یقینی هے که عودِ هندی میرزا صاحب کی زندگی مین شایع هوئی ۔ اسلئے بظاهر یه خیال هوتا هے که میرزا صاحب نے حق التصنیف حاصل کیا هوگا ۔ لیکن اونکے مکاتیب مین اسکی طباعت یا حق التصنیف کے نسخون کی وصولیابی کا مطلق ذکر نهین پایا جاتا ۔ بنابرین اس باره مین کسی قطعی رای کا اظهار غیرِ مناسب هے ۔

عود کی رقعات کی تعداد

عودِ هندی کے کل رقعات کی تعداد ۱۶۲ هے ۔ ان مین ۲۵ چودهری عبد الغفور سرور کے نام ، ۲ صاحبعالم مارهروی کے نام ، ۲ شاه عالم مارهروی کے نام ، ۲۰ نواب انور الدوله بهادر شفق کے نام ، ۲ یوسف علیخان عزیز کے نام ، ۳۱ میر مهدی مجروح کے نام ، ۱ میر سرفراز حسین کے نام ، ۱ میرزا علاء الدینخان بهادر علائی کے نام ، ۱ مرزا تفته کے نام ، ۱۸ مرزا حاتم علی مهر کے نام ، ۲۵ خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کے نام ، ۱ مولوی عبد الغفور خان نساخ کے نام ، ۱ ظهیر الدینخان کیطرف سے اونکے چچا کے نام ، ۱ نواب مصطفی خان شیفته کے نام ، ۱ نواب مردان علیخان رعنا کے نام ، ۱ مرزا رحیم بیگ کے نام ، ۱۰ مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام ، ۱۵ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام ، ۱ مولوی عزیز الدین کے نام ، ۱ سید محمد عباس صاحب کے نام اور ۱ منشی غلام بسم الله صاحب کے نام هے ۔

ان خطوط کے علاوه دو تقریظین ، مرزا حاتم علی مهر کی مثنوی کی تقریظ اور رجب علی بیگ سرور کی گلزار سرور کی تقریظ ، اور تین دیباچے ، حدایق الانظار کا دیباچه ، قواعدِ تذکیر و تانیث کا دیباچه ، اور مرزا کلب حسین خان بهادر کے مجموعۀ قصاید کا دیباچه بهی کتاب مین شامل هین ۔ نیز

(۱) عود هندی ، ص ۱۲۵

ایک خط بیخبر کا بھی درج کیا گیا ھے، جو میرزا صاحب کے خط کا جواب تھا اور اپنی ادبی خوبیون کی وجہ سے منشی ممتاز علیخان بہادر کی نظر مین شاملِ مجموعہ ھونے کے قابل تھا .

مکاتیب غالب کا تیسرا مجموعہ

ابھی عودِ ہندی طبع ھونے نہ پائی تھی، کہ اطرافِ ھند سے میرزا صاحب کے مجموعۂ خطوط کی مانگ شروع ھوگئی . میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر کو اونکے مرتب کردہ مجموعہ کی طباعت کے متعلق بار بار لکھا . لیکن جب سال پر سال گزرنے لگا اور کسی طرح کتاب نہ چھپی، تو انھین اوسکی طباعت کی طرف سے مایوسی ھوگئی . احبابِ دھلی نے یہ دیکھ کر، کہ میرٹھ اس ادبی انقلاب مین پہلا قدم اوٹھانے سے قاصر نظر آتا ھے، تہیا کیا کہ اس شرف کو خود حاصل کرین، اور مالکِ اکمل المطابع دھلی کو اخراجاتِ طباعت برداشت کرنے پر آمادہ کرلیا . اب خطوط کی فراھمی کا مسئلہ باقی رھتا تھا . وہ اسطرح حل ھوگیا کہ خود میرزا صاحب، جو اپنی انشا کی حقیقی قدر و قیمت اور بازاری مانگ سے باخبر ھوچکے تھے، اس مین ھاتھ بٹانے کیلئے تیار ھوگئے . چنانچہ چارون طرف اصلِ خطوط یا اونکے نقول کی طلب مین خطوط لکھے گئے، اور رفتہ رفتہ کافی ذخیرہ فراھم ھوگیا . اس سلسلہ مین خود میرزا صاحب نے جن احباب کو لکھا اون مین سے نواب علاء الدین خان بہادر علائی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ھے . بقیہ اصحاب نے میرزا صاحب کے تقاضائی خطوط کی نقلین نہین بھیجین . اسلئے کچھ نہین کہا جاسکتا کہ وہ کون بزرگ تھے جنھین خود میرزا صاحب نے ارسالِ نقول کیلئے لکھا تھا .

نواب علاء الدین خان بہادر کو سب سے پہلا خطوط طلب مکتوب اونکے لوھارو پہنچنے کے بعد لکھا ھے . فرماتے ھین :

« مقصود ان سطور کی تحریر سی یه هی که مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میری مسودات اردو کی جمع کرنی پر اور اوسکی چھپوانی پر آماده هوی هین ۔ مجھسی مسودات مانگی هین، اور اطراف و جوانب سی بھی فراهم کیے هین ۔ مین مسوده نہین رکھتا ۔ جو لکھا وه جہان بھیجنا هو وهان بھیجدیا ۔ یقین هی که خط میری تمھاری پاس بہت هونگی ۔ اگر اونکا ایك پارسل بناکر بسبیل ڈاك بھیجدوگی ، یا آج کل مین کوئی ادھر آنیوالا هو اوسکو دیدوگی ، تو موجب میری خوشی کا هوگا ، اور مین ایسا جانتا هون که اوسکی چھاپی جانی سی تم بھی خوش هوگی ۔ » (۱)

نواب علاء الدین خان بہادر نے اس خواهش کی تکمیل مین پس و پیش کیا ۔ میرزا صاحب نے سمجھا که غالباً نواب صاحب نجی معاملات کی اشاعت کے خیال سے گریز کر رهے هین ۔ اگرچه کچھ عرصه قبل خود میرزا صاحب نے تفته کو یه کہکر اشاعتِ خطوط سے روکا تھا که نجی واقعات کو منظرِ عام پر لانا کیا ضرور هے ؟ لیکن اب اونکا ادبی عقیده بدل چکا تھا ۔ چنانچه نواب صاحب کے اس خیال کی تردید مین تحریر کیا :

« میری خطوط اردو کی ارسال کی باب مین جو کچھ تمنی لکھا تمھاری حسن طبع پر تم سی بعید تھا ۔ مین سخت بیمزه هوا ۔ اگر بیمزگی کی وجوه لکھون تو شاید ایك تختۂ کاغذ سیاه کرنا پڑی ۔ اب ایك بات موجز و مختصر لکھتا هون ۔ سنو بھائی ! اگر اون خطوط کا تمکو اخفا منظور هو ، اور شہرت تمھاری منافی طبع هی ، تو هرگز نه بھیجو ۔ قصه تمام هوا ۔ اور اگر اونکی تلف هونی کا اندیشه هی ، تو میری دستخطی خطوط اپنی پاس رهنی دو ، اور کسی متصدی سی نقل اوترواکر ، چاهو کسی کی هاتھ چاهو بسبیل پارسل، ارسال کرو ، لیکن جلد ۔ خدا کی واسطی ! کہین غصه مین آکر « عطای تو بلقای تو » کہکر اصل خطوط نه بھیجدینا ، که یه امر میری مخالف مقصود هی ۔ » (۲)

معلوم هوتا هے که اس خط کے بعد بھی علائی نے ارسالِ نقول مین توقف کیا تھا ؛ مگر میرزا صاحب نے پھر اس کے متعلق کچھ نه لکھا ، اور جب اونھون نے اصلِ خطوط بھیجکر میرزا صاحب کے ترکِ طلب کا سبب دریافت کیا ، تو صبح شنبه ۳۰ مئی سنه ۱۸۶۳ع کو از راهِ معذرت لکھا :

« لاموجود الا الله ۔ اوس خدا کی قسم ! جسکو مین نی ایسا مانا هی ، اور اوسکی سوا کسی کو موجود نہین جانا هی ، که خطوط کی ارسال کو مکرر نه لکھنا از راه ملال

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۹۸ (۲) ایضاً ، ص ۴۳۳

نه تھا. طالب کی ذوق کو سست پاکر مین متوقف ہوگیا. متوسط ایك جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر ہی. اپنا نفع نقصان سونچیگا. لاگت بچت کو جانچیگا. مین متوسط کو مہتمم سمجھا تھا، اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائیگا. ۳۰ رقعی ایك جگہ سی لیکر اونکو بھیجی. اوسکی رسید مین تقریباً اونھون نی طلب رقعات بہ تکلیف سوداگر لکھی، اور اوس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا. ظاھرا کتابین لیکر کہین گیا ہوگا. (یا) کتابین لیی گیا ہوگا. یہ ۲۳ لفافی اور ۳٤ خط بدستور میری بکس مین موجود و محفوظ رھین گی. اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلین اوسکو اور اصل تمکو بھیجدونگا. ورنہ تمھاری بھیجی ہوی کاغذ تمکو پہنچ جائینگی.» (۱)

غالباً اس خط کی روانگی کے بعد ھی مہتمم طبع نے خطوط کی نقلین حاصل کرلین. میرزا صاحب یکشنبہ ۳۰ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۰ ھ مطابق ۲۱ جون سنہ ۱۸٦۳ ع کو اصل خطوط واپس کرکے لکھتے ھین:

«میری جان! مرزا علی حسین خان آئی اور مجھسی ملی. مین نی خطوط مرسلہ تمھاری یکمشت اونکو دیی. اب تمھاری پاس بھیجنی کا اونکو اختیار ہی. رسید کا البتہ مجھی انتظار ہی.» (۲)

اردوی معلی

مکاتیب کا یہ تیسرا مجموعہ «اردوی معلی» کے اسم سے موسوم ھوا. میر مہدی مجروح نے اسکا دیباچہ اور میرزا قربان علی بیگ سالك نے خاتمہ لکھا. کتاب دو حصون مین منقسم ھوئی. «پہلے حصہ مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے. تا طلبای مدرسہ فائدہ اوٹھائین. دوسرے حصے مین مطالب مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی». (۳) لیکن غالباً پہلی بار صرف حصۂ اول شایع ھوسکا. اس لئے کہ کتب خانۂ عالیۂ رامپور مین جو نسخہ موجود ھے وہ مکمل ھوتے ھوے صرف حصۂ اول پر مشتمل ھے.

اردوی معلی کا سال طباعت

بظاھر یہ یقین کرنے کے تمام وجوہ موجود تھے کہ مکاتیب کا یہ مجموعہ جلد از جلد شایع ھوگا. لیکن قدرت نے اس ادبی انقلاب کی اولیت کا شرف میرٹھ ھی کو ودیعت کیا تھا. عود ھندی ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھ

---

(۱) اردوی معلی، ص ٤۲۸ (۲) ایضاً، ص ٤۰۸ (۳) ایضاً، ص ۵

کو شایع ہوگئی ، اور اردوی معلی کو یہ دن بھی نصیب نہوا کہ اپنے خالقِ مجازی کا دیدار کرلیتا . اسلئے کہ حسبِ تصریحِ خاتمۂ طبع یہ مجموعہ جمعہ کے دن ۲۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ھ مطابق ۶ مارچ سنہ ۱۸۶۹ع کو چھپ کر تیار ہوا ،[۱] اور میرزا صاحب نے ۲ ذیقعدہ سنۂ مذکور کو وفات پائی . اس حساب سے اونکے انتقال سے ۱۹ دن کے بعد کتاب تمام ہوئی . سالک نے سالِ طبع لکھا :

کیا کہون ! کچھ کہا نہین جاتا ٭ لب پہ نالون کا ازدحام ہوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب ٭ سببِ رنجِ خاص و عام ہوا
ھے یہی سالِ طبع و سالِ وفات ٭ «آج اونکا سخن تمام ہوا»
۱۲۸۵

مقام طباعت اور حق تصنیف

اردوی معلی دلی کے مطبعِ اکمل المطابع مین طبع ہوا . حکیم غلام رضا خان اس کے مالك ، میر فخر الدین مہتمم ، اور لاله بہاری لعل منشی تھے .[۲]

کتاب کے آخر مین ایك اعلان شایع ہوا کہ اسکا حقِ تصنیف میرزا صاحب نے حکیم غلام رضا خان صاحب کو عطا کردیا ھے ، اور ایك رقعہ بطورِ سند لکھدیا ھے . لھذا کوئی صاحب حکیم صاحب کی بلا اجازت رقعات چھاپنے کا قصد نکرین . اسکے بعد میرزا صاحب کی حسبِ ذیل تحریر چھپی :

« پیکر بی روح و روان فقیر اسد الله خان غالب تخلص ھیچمدان کہتا ھی اور لکھدیتا ھی کہ یہ جو اردوی معلی تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دھلی مین چھاپا ھوا ، سو مین نی از راہ فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم اقبالنشان حکیم (غلام) رضا خان کو بخشدیا ھی اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا . اب اور کوئی صاحب اگر مالك اکمل المطابع حکیم (غلام) رضا خان کی بی اطلاع اردوی معلی کی چھاپنی کا قصد کرین گی تو مواخذہ سی محفوظ نرھین گی . اور فوراً حسب منشاء قانون بستم ، سنہ ۱۸٤۷ع سزا پائینگی . (مہر نجم الدولہ دبیر الملك اسد الله خان بہادر نظام جنگ ۱۲٦۷) » (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۵۸
(۲) ایضاً ، ص ۵ و ٤۱٤
(۳) ایضاً ، ص ٤٦٤

اردوی معلی کا پہلا ایڈیشن

اردوی معلی حصۂ اول کا پہلا ایڈیشن ٤٦٤ صفحات پر مشتمل ھے۔ ان مین ٥ صفحے میر مہدی مجروح کے دیباچہ کے ھین۔ پانچوین صفحے کی پندرھوین سطر سے خطوط شروع ھوکر صفحۂ ٤٥٨ کی تیرھوین سطر پر ختم ھوتے ھین، اور باقی چار سطرین خاتمۃ الطبع پر مشتمل ھین۔ صفحۂ ٤٥٩ سے ٤٦١ کی ساتوین سطر تک میرزا قربان علی بیگ سالک کا خاتمہ ھے۔ اسکے بعد منشی جواھر سنگھ جوھر کی تاریخِ طبع ھے، اور پھر اسی صفحہ کی گیارھوین سطر سے صفحۂ ٤٦٤ کی تیرھوین سطر تک تصحیحِ اغلاط کا نقشہ دیا ھوا ھے۔ بعد ازان میرزا صاحب کا اعلانِ عطیۂ حقِ تالیف ھے۔ شروع مین زرد رنگ کا ٹائٹل پیج ھے۔ یہ میرزا صاحب کی زندگی ھی مین چھپ گیا تھا۔ اسلئے اس مین اونھین مرحوم نہین لکھا گیا ھے۔

رقعات کی تعداد

اردوی معلی کے اس ایڈیشن کے رقعات کی کل تعداد ٤٧٢ ھے۔ ان مین ۱۰ نواب میر غلام بابا خان بہادر کے نام، ۲۹ منشی میان داد خان سیاح کے نام، ۱۰ منشی حبیب اللہ خان ذکا کے نام، ۸۹ منشی ھرگوپال تفتہ کے نام، ۳ شاھزادہ بشیر الدین صاحب بہادر کے نام، ٥ سید بدرالدین المعروف بفقیر کے نام، ۱٦ چودھری عبدالغفور سرور مارھروی کے نام، ۲ میر سرفراز حسین صاحب کے نام، ٤۳ میر مہدی مجروح کے نام، ۲ شاہ عالم صاحب کے نام، ۲ صاحب عالم صاحب کے نام، ۱ مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کے نام، ۱ مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام، ۱۱ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام، ۲ مردان علیخان رعنا مرادآبادی کے نام، ۲ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام، ۱ مولوی عزیزالدین صاحب کے نام، ۱ مفتی سید عباس صاحب کے نام، ۲۳ عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان صاحب کے نام، ۱ حکیم ظہیر الدین

احمد خان کے نام، ۱ نجم الدین حیدر خان کے نام، ۵ نواب میر ابراهیم علیخان بهادر وفا کے نام، ۲ مولوی احمد حسن صاحب قنوجی کے نام، ۱۱ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام، ۱ تفضل حسین خان کے نام، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام، ۲ منشی نبی بخش صاحب کے نام، ۱ منشی عبداللطیف ابن منشی نبی بخش کے نام، ۱٤ خواجه غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص به بیخبر کے نام، ۱ نواب ضیاءالدین احمد خانصاحب بهادر نیر کے نام، ۷ مرزا شهاب الدین احمد خانصاحب کے نام، ۱۹ نواب انور الدوله سعدالدین خانصاحب شفق کے نام، ۳ میر افضل علی عرف میرنصاحب کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ سالك کے نام، ۲ مرزا شمشاد علی بیگ خانصاحب رضوان کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ صاحب کامل کے نام، ٤ ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب کے نام، ۱۲ یوسف مرزا صاحب کے نام، ۳۳ منشی شیونراین کے نام، ۲ بابو هرگوبند سہای صاحب کے نام، ٦ نواب امین الدین احمد خان بهادر رئیسِ لوهارو کے نام، ٥٦ مرزا علاءالدین احمد خانصاحب بهادر علائی کے نام، ۱ مرزا امیرالدین احمد خان عرف فرخ مرزا کے نام، ۲ میر احمد حسین میکش کے نام، ۱ حکیم غلام مرتضی خان کے نام، ۱ حکیم غلام رضا خان کے نام، ۳ ماسٹر پیارے لال صاحب کے نام، ۲ منشی جواهر سنگھ جوهر کے نام، ۱ منشی هیرا سنگھ کے نام، اور ۲ منشی بهاری لال مشتاق کے نام هین۔

اردوی معلی حصۂ دوم

غالباً میرزا صاحب کے یکایك انتقال کے صدمه نے مہتممینِ اشاعتِ اردویِ معلی کو حصۂ دوم کی ترتیب و طباعت کیطرف سے برداشته خاطر کردیا، اور یه حصه دیباچه کے وعده کے باوجود شایع نهوسکا۔

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردوی معلی کی اشاعت کا ارادہ کیا. خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصۂ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مہتممِ طباعت نے حصۂ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا. خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین «اس حصه مین خاصکر وہ رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین».

چونکه میر مهدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعده کیا تها، اسلئے کہا جاسکتا هے که موجوده حصۂ دوم نے اونکے اراده کی تکمیل کردی. لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مهدی مجروح کا ذخیره خواجه صاحب کو نہین ملا. ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے.

مجتبائی ایڈیشن کا حصۂ دوم ٥٦ صفحات پر مشتمل هے. ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے. اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین. بعد ازان شاہِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین. انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالۂ تذکیر و تانیث مصنفۂ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین. یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱ - ۱۳ پر درج هین. انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ٥ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ٥ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزاده بشیرالدین کے نام، ۱ کیول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوھر کے نام ، ۱ منشی ھیرا سنگھ کے نام ، اور ۲ میر مہدی مجروح کے نام ھین .

ضمیمۂ اردوی معلی

سنہ ۱۹۲۹ع مین شیخ مبارك علی صاحب ، تاجرِ کتب لاھور ، نے اردویِ معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا ھوا ایك ضمیمہ بھی شایع کیا ھے ، جو اوسوقت تك غیر شایع شدہ ۲۳ خطوط پر مشتمل ھے . ان مین سے ۲۲ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایك شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام ھے .

اس ضمیمہ کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے ھین ، جو پبلشر کو آغا محمد باقر ، ایم-اے ، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دھلوی سے دستیاب ھوے تھے .

مکاتیب غالب . میرزا صاحب کی خطوط کا آخری مجموعہ

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعہ « مکاتیبِ غالب » کے نام سے شایع کیا جا رھا ھے ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے .

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت بارہ سال تك جاری رھی . اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ ھوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تك پہنچ جاتی . لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصہ محفوظ نہین رہ سکا . صرف وہ خطوط دست بردِ زمانہ سے بچ گئے ھین ، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے .

سرکاری خط و کتابت سے قطعِ نظر خود شہر کے اربابِ ذوق سے بھی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے ، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بھی رھتی تھی ؛ لیکن بدقسمتی کہ بجز ایك خط کے شہر کے کسی گوشہ سے

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردوی معلی کی اشاعت کا اراده کیا. خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصۂ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مہتممِ طباعت نے حصۂ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا. خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین «اس حصه مین خاصکر وه رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین».

چونکه میر مہدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعده کیا تها، اسلئے کہا جاسکتا هے که موجوده حصۂ دوم نے اونکے اراده کی تکمیل کردی. لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مہدی مجروح کا ذخیره خواجه صاحب کو نہین ملا. ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے.

مجتبائی ایڈیشن کا حصۂ دوم ٥٦ صفحات پر مشتمل هے. ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے. اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین. بعد ازان شاہِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین. انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالۂ تذکیر و تانیث مصنفۂ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین. یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱ - ۱۳ پر درج هین. انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ٥ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ٥ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزاده بشیرالدین کے نام، ۱ کیول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوھر کے نام ، ۱ منشی ھیرا سنگھ کے نام ، اور ۲ میر مہدی مجروح کے نام ھین .

ضمیمۂ اردوی معلی

سنه ۱۹۲۹ع مین شیخ مبارك علی صاحب ، تاجرِ کتب لاھور ، نے اردوی معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا ھوا ایك ضمیمه بھی شایع کیا ھے ، جو اوسوقت تك غیر شایع شده ۲۳ خطوط پر مشتمل ھے . ان مین سے ۲۲ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایك شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام ھے .

اس ضمیمه کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے ھین ، جو پبلشر کو آغا محمد باقر ، ایم-اے ، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دھلوی سے دستیاب ھوے تھے .

مکاتیب غالب . میرزا صاحب کے خطوط کا آخری مجموعه

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعه « مکاتیبِ غالب » کے نام سے شایع کیا جا رھا ھے ، جو موصوف نے نواب فردوس مکان ، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے .

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت باره سال تك جاری رھی . اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ ھوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تك پہنچ جاتی . لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصه محفوظ نہین ره سکا . صرف وه خطوط دست بردِ زمانه سے بچ گئے ھین ، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے .

سرکاری خط و کتابت سے قطعِ نظر خود شہر کے اربابِ ذوق سے بھی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے ، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بھی رھتی تھی ؛ لیکن بدقسمتی که بجز ایك خط کے شہر کے کسی گوشه سے

کوئی مکتوب دستیاب نهوا. ایك خط اگرچه ایك غیر سرکاری مکتوب الیه کے نام تها، لیکن حسنِ بخت سے دارالانشا کی مِثلون مین ملا، جو اس مجموعه مین شامل کردیا گیا هے.

مکاتیب کی تعداد

مجموعۂ هذا کے مکاتیب کی تعداد ۱۱۵ هے. ان مین سے ٤۱ نواب فردوس مکان کے حضور مین، ٦٤ نواب خلد آشیان کی خدمتِ مبارك مین، ۲ صاحبزاده سید زین العابدین خان بهادر کے نام، ٦ منشی سیلچند میر منشیِ دارالانشا کے نام، ۱ خلیفه احمد علی رامپوری کے نام، اور ۱ مولوی محمد حسن خان ایڈیٹر اخبارِ دبدبۂ سکندری کے نام هے.

نواب فردوس مکان کے نام کے عرایض مین ٤ بزبانِ فارسی اور بقیه اردو مین هین. چونکه مجموعه مین ایك فارسی قصیده اور ایك قطعه مستقل نمبرون کے تحت درج کئے گئے هین، بنابرین کل خطوط کی تعداد ۱۱۷ هوتی هے، جن مین سے ٤۲ نواب فردوس مکان کے اور ٦٥ نواب خلد آشیان کے نام هین.

مکاتیب غالب کی طباعت

آخر مین مکاتیبِ غالب کی طباعت کے متعلق دو چار لفظ کهنا بهی ضروری هے. جیسا که ناظرین ملاحظه کرین گے کتاب کی طباعت نهایت خوشنما نسخ ٹائپ مین کرائی گئی هے. اس اقدام کا واحد منشا یه هے که اردو خوان پبلك میرزا صاحب کے کلام کی خاطر ٹائپ کے حروف پڑهنے کی جرات کرے، اور اسطرح ان حروف کی عادی هوکر اهلِ مطابع سے اسی قسم کی طباعت کی خواهان هو. جب تك اردو کتابین پتهر کے چهاپے کے بجائے لوهے کے حروف مین طبع هونا شروع نهونگی، اردو پریس دیگر ترقی یافته اقوام کے پریس کے دوش بدوش چلنے کے قابل نهین هوسکتا. کیونکه پتهر کی چهپائی

مین صحت، خوشنمائی اور یکسانیت کی وہ خوبیان یك قلم مفقود ہین، جو برے سے برے ٹائپ مین بھی پائی جاتی ہین. اسکے علاوہ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے بھی پتھر کا چھاپا سراسر ناقص ہے. اگر اسکے بجائے ٹائپ اختیار کرلیا جائے تو مبتدی کی چھ مہینے کی محنت گھٹکر صرف دو ماہ رہجائے گی، اور اسطرح برادرانِ وطن کا تعلیمی نقطۂ نظر سے اس عجیب و غریب خط پر اعتراض یك لخت دفع ہوجائے گا.

خاتمہ

دیباچہ کے مباحث نے امید کے خلاف کافی وقت لیا، اسلئے اس عذر کیساتھ سلسلۂ کلام ختم کرتا ہون:

لذیذ بود حکایت، دراز تر گفتم
چنانکہ حرفِ عصا گفت موسی اندر طور

والحمد لله رب العلمین.





شبیه مبارک جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بهادر فردوس مکان طاب ثراه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

«بحضور نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض وعمانِ احسان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر دام اقباله مقبول باد»[1]

(نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان طاب ثراہ نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر ابن نواب سید علی محمد خان بہادر بانیِ ریاستِ روہیلکھنڈ کے فرزندِ اکبر تھے. آپ جنابعالیہ فتح النسا بیگم صاحبہ بنتِ محمد نور خان بڑیچ ھمشیرزادۂ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے بطن سے دو شنبہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۱ ھجری مطابق ۵ مارچ سنہ ۱۸۱۶ ع کو متولد ھوے، اور دو شنبہ ۱۳ رجب سنہ ۱۲۷۱ ھ مطابق یکم اپریل سنہ ۱۸۵۵ ع کو مسندِ حکم رانی پر قدم رکھا. جلوس سے دو سال دو ماہ بعد ۱٤ رمضان سنہ ۱۲۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۱۸۵۷ ع کو مشہور واقعۂ غدر رونما ھوا. آپ نے اس فتنہ کے فرو کرنے مین حکومتِ ھند کی اعانت کرکے بسلسۂ اعترافِ خدمات خلعت قیمتی بیس ھزار روپیہ، ایك لاکھ بیس ھزار سالانہ آمدنی کا جدید علاقہ، اور «فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیہ» کا خطاب حاصل کیا. سلامی گیارا ضرب توپ کے بجائی تیرا ضرب مقرر کیگئی، اور مراسلت مین القاب وآداب «نواب صاحب مشفق بسیار مهربان کرمفرمایِ مخلصان سلامت، بعد از شوقِ ملاقاتِ

---

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ھی.

مسرت آیات مشہودِ خاطرِ الطاف ذخائر میدارد» طے پایا. آپ نے خود اس عطیه کی حسبِ ذیل تاریخ ارشاد فرمائی ہے:

جب گورمنٹ سے ہوا حاصل ملك مجکو بصیغۂ انعام
ناظم از روی ِ ہمتِ عالی سالِ بخشش ہے بخششِ حکام

آپ نے عربی و فارسی کی باقاعده اور ایك حد تك مکمل تعلیم پائی تھی۔ فارسی مین خلیفه غیاث الدین عزت مصنف غیاث اللغات اور میرزا غالب سے، اور علومِ عربیه و حکمیه مین مفتی صدر الدین آزرده اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا. تخت نشینی کے بعد شعر وسخن کا مشغله بھی شروع کردیا تھا. ناظم تخلص کرتے تھے، اور میرزا غالب سے مشورۂ سخن تھا. نکته رس ذھن، رنگین وشوخ طبیعت، اور اعجوبۂ روزگار استاد نے اونکو زبانِ اردو کا ایك بلند پایه شاعر بنادیا. مومن وغالب کے بعد انکی نظیر «الا ما شاء الله» کا حکم رکھتی ہے. دیوان دو بار شایع ہوا، لیکن اب کمیاب ہے.

آپ فنونِ سپہگری مین بھی کامل دستگاه رکھتے تھے. جسم ورزشی اور مضبوط، اور چہره نہایت خوش قطع تھا. داڑھی مونچھ صاف کراتے، اور اکثر رنگین و زرتار لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے.

آپنے دس سال چند ماه حکومت کرکے جمعه کے دن ۲٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۱ اپریل سنه ۱۸٦٥ ع کو اس دارِ فانی سے رحلت کی، اور قلعۂ معلے کے اندر امام باڑے مین اپنے والدِ ماجد کے برابر مدفون ہوے.)

(۱)

بحضورِ سراسر سرور، جنابِ مستطاب، نوابِ همایون القاب، جهانیان کام بخش، جهان جهان کامیاب، دام بقاءه بقبول الاقبال.

سجده فشانیِ قلم باپوزش گستریِ عریضه نگار توام افتاده. همانا آن درگاهِ اسکندر و دارا گزرگاه پیوسته در نظر است، که هم از دور در

زمرهٔ نزدیکان بندگی بجا می آورد. سپاسِ این معنی خود از اندازه افزون تواند بود، که بعنوانِ روشناسیِ ذره با مهر، وآشنائیِ قطره با بحر، گدا را با شاه بیگانگی درمیان نیست. در آن روزگارِ رنگین تر از نوبهار، که به فرِ فرخندگیِ وجودِ مسعود، وساده با سپهرِ ساده دم از برابری زد، نگاشتن وروان داشتنِ قطعهٔ تاریخِ جلوس[۱] به توانائیِ آن دانائی و روان آسائیِ آن شناسائی صورت پزیرفت. اکنون که گیتی خدایِ قلمروِ دانش، آن به فرتابِ تابِ نظر با برجیس جلیس، وآن به فروزهٔ فروزشِ عمل با عقلِ فعال همال، امیر الدوله مولوی حافظ محمد فضل حق خان بهادر[۲] به بندهٔ فرمان پزیر فرمان فرستادند، که غالب به

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قطعهٔ تاریخ کا پتا نہین چلا.

(۲) مولانا فضل حق مولانا فضل امام صاحب کی صاحبزادی اور خیرآباد کی رہنی والی تھی. علوم عقلیه و نقلیه اپنی والد ماجد سی اور حدیث مولانا شاه عبد القادر دهلوی سی حاصل کی. امیر مینائی «انتخاب یادگار» (ص ۲۹۱) مین لکھتی هین: «فنون حکمیه مین مرتبهٔ اجتهاد، بڑی ادیب، بڑی منطقی، نهایت ذهین، نهایت زکی، طلیق و ذلیق، انتہا کی صاحب تدقیق و تحقیق، ... جس شهر مین آپ رونق افروز هوی، صدها آدمی بهره اندوز هوی. شاهجهان آباد مین اگرچه عدالتین کی سررشته دار تھی، مگر بڑی ذی اقتدار وصاحب اختیار تھی. جهجهر مین مشاهرهٔ جلیله پر نوکر رهی. الور اور سهارنپور اور ٹونك سب جگه معزز و موقر رهی. لکھنو مین صدر الصدور تھی، اور اس دار الریاست (رامپور) مین پہلی محکمهٔ نظامت اور پھر مرافعهٔ عدالتین پر مامور تھی. جناب مستطاب نواب فردوس مکان کو بھی آپ سی تلمذ رها هی، اور بندگان حضور (نواب خلد آشیان) نی بھی کچھ پڑھا هی. آٹھ برس بہت اعزاز واکرام کیساتھ رهی. پھر یہان سی تشریف لیگئی». مولانا سنه ۱۲۱۲ھ مین پیدا هوی، اور ۲ صفر سنه ۱۲۷۸ھ کو ٦٦ سال کی عمر مین جزائر انڈمان مین، جهان بجرم بغاوت سنه ۵۷ ع آپکو جلاوطن کردیا گیا تها، وفات پائی. آپنی متعدد تصنیفات چھوڑی هین، ان مین سی هدیهٔ سعیدیه، جو نواب سید محمد سعید خان بهادر کی نام معنون هی، نواب فردوس مکان کیلئی لکھی گئی تھی. میرزا غالب انکی مخلص دوست اور معتقد خاص تھی. جب مولانا نی سررشته داری عدالت دهلی سی استعفا دیا اور نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جهجهر تشریف لیجانی لگی، تو میرزا صاحب اور دیگر اهل دهلی کو بیحد قلق تها. حتی که خود شاه ظفر، جو اوسوقت ولی عهد تھی، اسپر متاسف تھی. میرزا صاحب نی مولوی سراج الدین احمد کی نام ایك مکتوب مین یه تمام واقعه لکھکر خواهش کی هی که اسکو اخبار آئینهٔ سکندر مین شائع کرین. اسی مکتوب مین مولانا کی علمی منزلت کی باری مین تحریر کرتی هین: «نهفته مبادکه بی تمیزی وقدر شناسی حکام رنگ آن ریخت که فاضل بی نظیر والمعی یگانه مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشته داری عدالت دهلی استعفا کرده خود را از ننگ و عار وارهاند. حقا که اگر پایهٔ علم و فضل و دانش وکنش مولوی فضل حق آن مایه بکاهند که ازصد یك واماند، و باز آن پایه را بسررشته داری عدالت دیوانی سنجند، هنوز این عهده دون مرتبهٔ وی خواهد بود» (کلیات نثر غالب، ص ۱٤۷).

پرستشگری کمر بندد ، و در مشاطگیِ شاهدانِ افکار حسنِ خدمت عرضه دهد ، اندیشهٔ مهر پیشه درنگ برنتافت . وهم امروز که فردایِ ورودِ نوازشنامهٔ مولاناست ، این نامه ، که بخطِ بندگی ماناست ، روان داشته آمد . چشمداشت آن ست که دوریِ راه تفرقه درمیان نیندازد . وسپس در حاضرانِ آن حضرت ، و دعا گویانِ دولت بشمار آیم . زیاده حدِ ادب . بختِ ازل آورد در روز افزونیِ دولتِ ابد پیوند باد . عرضداشتِ هوا خواه أسد ألله . نگاشته و روان داشتهٔ چار شنبه ۲۸ جنوری سنه ۱۸۵۷ ع . (مهر نجم الدوله دبیرالملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ، سنه ۱۲٦۷)[1] .

(۲)

(همانا اگر گوهرِ جان فرستم به نواب یوسف علی خان فرستم
ز نامش نشانے بعنوان طرازم ز مدحش طرازے بدیوان فرستم
ز دخلش حسابے به معدن نویسم ز بذلش صلائے بعمان فرستم
ز لطفش، که عامست در کام بخشی ، نویدے به گبر و مسلمان فرستم

(۱) اس عریضه مین میرزا صاحب نے جس سابق تعلق کی طرف اشاره کیا هے وه رشتهٔ استادی و شاگردی تها . نواب فردوس مکان اپنے والد ماجد کی تخت نشینی سے پہلے دهلی مین قیام پزیر هوے تهے . طلب علم کا زمانه تها . انکے چچا نواب سید عبدالله خان بهادر صدرالصدور میرٹهه اور نواب سید عبد الرحمن خان بهادر میرزا صاحب کے محب تهے . ان دونون کے حسب ارشاد نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب سے فارسی کی تعلیم پائی . اس عریضه کے جواب مین نواب صاحب نے ٥ فروری سنه ٥۷ ع کو ارقام فرمایا: «نمیقهٔ انیقهٔ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت واشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده ، باطلاع خیریتها سرمایهٔ سرور نا محصور افزوده ، از مزید شفقت وایتلاف قلبی متصور شد . مشفقا ! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الوصف دلم خواست که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود . چون سبیلے به ازین بنظرم نرسید ، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده ، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . از آنجا که اتحاف شیرینی هم درین خصوص ازدستوراتست ، لهذا مبلغ دوصد و پنجاه روپیه بتقریب شیرینی الف رقیمة الوداد هذا میرسد . بمقتضای الطاف منظور فرموده از رسید آن مطلع فرمایند . و مخلص را لیل و نهار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثائق بعبارت سلیس که در خواندنش تأملے بوقوع نیاید ، مسرور و مطمئن میفرموده باشند» .

زنطقش، که خاصست در ملک‌گیری مثالے بشیراز و شروان فرستم
زهے شهسوارے که گردِ سمندش پیِ سرمهٔ چشمِ خاقان فرستم
رود سام چون بهرِ پیکار سویش عزا نامه سویِ نریمان فرستم
درش را بود پایهٔ در خیالم نگه سویش از دور پنهان فرستم
کلیم ار عصا ارمغانم فرستد من این ارمغان بهرِ دربان فرستم
وجودش بود فخرِ اجرام و ارکان تحیت باجرام و ارکان فرستم
ز جودش بود وعده با زیردستان بشارت به برجیس و کیوان فرستم
ز مویش شمیمی به جنت رسانم ز کویش نسیمی برضوان فرستم
هم از شرقِ اشراقِ وی آفتابی باختر شناسانِ یونان فرستم
هم از رویِ نیکویِ وی ماهتابے به شب زنده دارانِ کنعان فرستم
اگر بگزرد تیرش از سینهٔ من دل از سینه همراهِ پیکان فرستم
وگر سر ازین راه دزدد جبین را چو گویش درین ره بچوگان فرستم
سرشت از خزانست بدخواهِ او را سه فصلِ دگر هم بدینسان فرستم
هم از آتشِ دوزخ آرم تموزش هم از زمهریرش زمستان فرستم
دگر تا بهاران بسختی بمیرد در اردی بهشتش بزندان فرستم
سپه چون کشد، گر نه از ناتوانی توانم که خود را بمیدان فرستم
درین انزوا از نفسهائی گیرا برایات آیاتِ قرآن فرستم
بتوقیعِ فضلِ حق آن عینِ معنی، که آباد بر وی فراوان فرستم
گزشت اندر اندیشه کز خامه رشحے بدان قلزمِ فیض و احسان فرستم
بدل گفتم «البته کاریست مشکل نباید که این نامه آسان فرستم»
سگالش چنین رفت در کار سازی که فرخ بود چون بفرمان فرستم
فرستادم، اما نیامد جوابے که تا هرچه فرمان رسد آن فرستم
ندانم که شورِ فغانِ گدا را چسان باز تا گوشِ سلطان فرستم

بدل گفتم «آرے فرستاده باشم گر از راهِ چاکِ گریبان فرستم
و گر جادهٔ ره نمایان نگردد هم از جیب چاکے بدامان فرستم
بدان تا روائی دهم کارِ خود را ز خون نابه موجے بمژگان فرستم
دمم در تنِ نے دمِ آتشین را فروزنده شمعے بایوان فرستم
برفتارِ ناز اندر آرم قلم را تدروے بصحنِ گلستان فرستم
سخن کوته آن به که از نظم جزوی بدیوانِ آن صدرِ گیهان فرستم»
فرستم ولیکن خرد چون پسندد که برگِ گیاهے به بستان فرستم
گرفتم که رنگین خیالم بگیتی شقایق به بنگاهِ نعمان فرستم
گرفتم که بحرِ روانم به معنی گهر جانبِ ابرِ نیسان فرستم
گرفتم که روشن روانم بدانش چراغے به مهرِ درخشان فرستم
درین پرده خواهم که از مورِ مسکین سلامے بسوئ سلیمان فرستم
نبشتم که خدمتگزار است غالب پیِ دعویِ خویش برهان فرستم
بشب بستم این نقش و در بندِ آنم که حرزِ دعا بامدادان فرستم
بقا بهرِ داور ز دادار خواهم به آمین خروش از سروشان فرستم)[۱]

(۳)

بحضورِ هور ظهور، حضرت نوابِ معلی القاب، جاودان کامیاب، ولیِّ نعمت، آیهٔ رحمت، دام اقباله.

سپاس بجا می آورد، و پوزش همی گسترد، آن بارگاهِ سپهر کارگاه را

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قصیده کا لفافه مثل مین موجود هی. اصل قصیده کی متعلق میر منشی صاحب لکھتی هین: «قصیدهٔ (همانا اگر گوهر جان فرستم) بتاریخ ۱۹ شعبان سنه ۱۲۷۶ه بمواجه میرزا نوشه صاحب بحضور پرنور گزرانیده شد». اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب صاحب نی قصیده دارالانشا سی منگایا، اور اپنی پاس رکھ لیا. چونکه اوسکا شامل مثل هونا متحقق تها، اسلئی کلیات غالب فارسی (نولکشور ایڈیشن) کی صفحه ۳۲۵ سی نقل کرکی یهان قوسین مین اضافه کردیا گیا هی. قصیده کی متعلق نوابصاحب کی رای عریضه نمبر (٤) کی حاشیه مین درج هوگی. پته کی نیچی میرزا صاحب نی لکھا هی: «ازغالب یکرنگ بیرنگ ازروی احتیاط یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷». روانگی قصیده کی یهی تاریخ عریضه نمبر (۳) مین بهی مذکور هی.

قبلۂ حاجات میداند . و بهنجارِ سرگزشت حکایتے بعرض میرساند . سه شنبه ۲۷ جنوری نامۂ مولینا و بالفضل اولینا[۱] بمن رسید . چهار شنبه ۲۸ جنوری عرضداشت روان داشتم . چون دو هفته گزشت ، و سررشتۂ ڈاك درین بندوبستِ جدید استوار نمانده ، گفتم «مگر نرسیده باشد» . دی ، که چهار شنبه یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷ بود ، چاشتگاه قصیدۂ بقصدِ اظهارِ فرمان پزیری فرستادم . شامگاه سرهنگِ یام[۲] منشورِ عطوفت آورد . بر مردمكِ دیده سودم ، وخردۂ جان نثار کردم . تا نورد از هم کشودم ، دو ورق از فهرستِ گنجینۂ اسرار ، یعنی اوراقِ اشعارِ گهر بار ، وسفتچۂ دوصد وپنجاه روپیه درآن نورد یافتم . دفترِ شعر سجلِّ اعتبارِ من شد ، و زرِ آن سفتچه بمعرضِ وصول آمد . کرم در بنده پروری بهانه می جوید ، ورنه این افتتاح بشیرینی نیاز نداشت . کریمان بنده را به نمك همی پرورند ، ولیِّ نعمت را بنده بشکر پروردن آئین است . شکرِ این شکر بعهدۂ جانِ شیرین فرو گزاشتم . واین نامه بهرِ آن ، که رسیدنِ عطیه حالی گردد ، بدین زودی نگاشتم . اشعار خود بهنگامِ خویش خواهد رسید ، واین سررشته هیچگاه از هم نخواهد گسست . زیاده حدِ ادب . نیرِ دولت واقبال سرچشمۂ فروغِ بے زوال باد . غالب . پنجشنبه ۱۲ فروری سنه ۱۸۵۷ .

(٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آداب بجا لاتاهون . غزلون کے مسودات صاف کر کر حضور مین بهیجتا هون . مسودات اپنے پاس رهنے دئے هین ، اس نظر سے که اگر احیاناً ڈاك مین لفافه تلف هوجائے ، تو مین پهر اوسکو صاف کر کر بهیجدون ، ورنه موقعِ حك واصلاح مجهے کیا یاد رهیگا .

مین نهین چاهتا که آپ کا اسمِ سامی اور نامِ نامی تخلص رهے . ناظم ،

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی مراد هین .
(۲) یام : ڈاك

عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وہ رہنے دیجے. مگر یہ نہین کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کرین. اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارك. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك

عنایت کا طالب غالب. روزِ یکشنبہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷[۱].

(میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۷ع کو ایك عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۱۱ ماہِ مذکور کو رامپور پہنچا. اسکا لفافہ شاملِ مثل ہے، اور اوسکی پشت پر یہ نوٹ تحریر ہے: «عرضی حسب الحکم چاك نمودہ شد. ۱۶ رجب سنہ ۱۲۷۳ ھ»)[۲].

---

(۱) عرائض نمبر (۳و٤) کی جواب مین نواب فردوس مکان نے ۳ رجب سنہ ۱۲۷۳ ھ مطابق یکم مارچ سنہ ۱۸۵۷ع کو تحریر فرمایا: «... دو قطعۂ صحیفۂ شریفہ، یکی مشعر ترسیل قصیدہ بمضمون انتظار و ہم در جواب رقیمة الوداد رسید اشعار و سفتچۂ مرسلۂ اینجا» و ثانی مع اشعار مذکور بعد نظر اصلاح و تجویز چند الفاظ جہت تخلص مخاص بایمای پسند از آنجملہ، بمضامین برجستہ و عبارات دلپسند متواتر بسبیل ڈاك گلگونہ آرای چہرۂ وصول فرحت شمول گردیدہ ... ومطالعۂ قصیدۂ نادرۂ فصاحت تضمین، کہ اگر ہر شعر نغزش راگنجینۂ معانی، و معدن لآلی سخندانی، خوانند بجا، و یا گلدستۂ برجستۂ چمنستان علوم وکمال نامند زیبا، غواص فکر در بحر زخار استعارات و نکات متینش مستغرق گرداب نارسائی، و اوہام عقلاء زمان بدریافت خوبی و بلاغت آن خزینۂ اسرار معترف بہ کوتاہی، قصائد عرفی و خاقانی بمقابلۂ متانت و برجستگی مضامین نزہت آگینش ہیچ، و معانی فیض قرین در الفاظ نادرش چون زلف ماہرویان پیچ در پیچ، ابواب افادہ و انشراح بی اندازہ بر روی دل صفا منزل کشود. رنگ کثافت طبعی از سجنجل خواطر مستفیضان زدود. و غزلیات کہ بنظر اصلاح «آہن کہ بپارس آشنا شد * فی الفور بصورت طلا شد» فائز گشتہ. العظمة للہ تغیر و تبدل الفاظ نادرہ در اشعار مذکور چون نقش بر نگین زینت تازہ گرفت، وطلای طبع خام بر محك فیض عام جلوہ پزیرفت ... ومنجملۂ الفاظ تخلص لفظ (ناظم) مطبوع طبع نیاز گشت».

(۲) اس عریضہ کی جواب مین نوابصاحب نے ۲۵ رجب سنہ ۷۳ ھ مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۵۷ع کو تحریر فرمایا: «صحیفۂ مسرت آگین ... مشعر رسید رقیمة الوداد و اینکہ صحائف شرائف عبارت اردو بعد ملاحظہ چاك شدہ باشند ... وصول گردیدہ. مشفقا! حسب الارقام سامی صحیفۂ موصوفہ را بعد استفاضۂ مضمونش چاك نمودہ شد. و آیندہ ہم دربارۂ ہمچو مکاتیب تعمیل ایمای سامی ملحوظ خواہد ماند». اس سی یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہی، کہ میرزا صاحب کی یہ خط و کتابت بصیغۂ راز تھی. ورنہ ۱۵ فروری سنہ ۵۷ع کا خط بھی زبان اردو ہی مین تھا، اوسکو چاك کرنی کی ہدایت کیون نہ کی. اور اگر کی تھی، تو یہان تعمیل کیون نہوئی. واللہ اعلم بحقیقة الحال.

(میرزا صاحب نے یکم اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع کو ایك اور عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۳ اپریل کو رامپور پہنچا. مثل مین اسکا بھی صرف لفافہ شامل ھے، اور اوسکی پشت پر نوٹ ھے: «عرضی از دستِ مبارك چاك شد، وبندِ غزلیاتِ مرسلہ در حضور ماند. ۹ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھ»).

(۵)

جنابِ عالی! کچھ کم مہینا ھوا، کہ مین نے حضور کی غزلون کو دیکھکر خدمت مین روانہ کیا ھے، اور اوسکے پہنچنے سے اطلاع نہین پائی. اب ڈاك مین خط تلف بھی ھو جایا کرتے ھین. اسواسطے مین متردد ھون، اور مدعا اس تحریر سے یہ ھے، کہ اگر وہ لفافہ نہ پہنچا ھو تو مین اوس مسودہ کو پھر صاف کرکر روانہ کرون. زیادہ حدِ ادب. از غالب. نگاشتۂ صبحِ پنجشنبہ ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھجری[۱].

(۶)

جنابِ عالی! آداب بجا لاتا ھون. اور عرض کرتا ھون، کہ اجورہ دار پہنچا. مگر لٹا ھوا، اور بھیگا ھوا، اور بھاگتا ھوا. گوجرون نے اوسے لوٹ لیا. روپیہ کمّل سب لے لیا. خط اوس داروگیر مین گرپڑا. بھیگ گیا. لفافہ مجھ تك نپونچھا[۲]. خط مع ھنڈوی کے پہنچا. خط مین سے القاب بتکلف پڑھا. اور یہ جملہ «سفتچۂ مبلغ دو صد و پنجاہ روپیہ» پڑھا گیا. اور باقی خیر و عافیت. «مکرر آنکہ» اسکے بعد جو کچھ لکھا تھا، اوس مین سے «مولوی» یہ لفظ، اور بعد ایك لفظ کے «خانصاحب» یہ پڑھا گیا. اور کچھ

---

(۱) نواب فردوس مکان نے اس عریضہ کے جواب مین ٤ رمضان سنہ ۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۵۷ ع کو تحریر فرمایا: «... مشفقا! این مرتبہ کہ توقف در تسطیر رقیمۃ الاخلاص بظہور آمدہ باعث آن عدم فرصتی تصور توان نمود. حالا کہ فرصت دست داد، بہ ترقیم ما فی الضمیر اتفاق افتاد».

(۲) یہ میرزا صاحب کا خود نوشتہ املا ھے. در اصل اونہین سہو ھوا. ورنہ یہی لفظ اسی سطر مین اونھون نے درست لکھا ھے.

نہین. مجکو غم یه هے که غزلہای اصلاحی اور دیوانِ اردو کی رسید مین نے نه پائی[1].

هنڈوی کا بعینه وہ حال جو میرے خط کا تها. کچه پڑها جائے، کچه نه پڑها جائے. آپ کا نام اور ڈهائی سو روپیه یه پڑها گیا. چونکه مہاجن مجکو جانتا تها، اوسنے اوس بهیجے ہوئے کاغذ کو اپنی چٹهی مین لپیٹ کر رامپور اوس مہاجن کے پاس بهیجا هے. جب وہ صحیح کرکر بهیجیگا، تب وہ مجکو روپیه دیگا. اوسکے صحیح کرنے مین کیا تامل هے. مین نے صرف بطریقِ اطلاع لکها هے. اور غزلون کی اور دیوان کی رسید اور جو اس

---

(۱) میرزا صاحب کی دیوان اردو کا یه نسخه کتبخانه مین موجود هی. سائز $11\frac{1}{2}\times 7\frac{3}{4}$، اوراق ۷۳ اور فی صفحه ۱۵ سطرین هین. خط صاف اور روشن نستعلیق اور ابتدائی دو صفحی طلاکار هین. هر غزل کی خاتمه پر رنگین بیل بوٹی هین اور تمام صفحات کی جدولین رنگ آمیز هین. آخرمین نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نیر کی تقریظ هی. اس نسخهٔ دیوان کی متعلق مرزا صاحب نی منشی شیونراین کو لکها هی: «اب تم سنو. دیوان ریختهٔ اتم و اکمل کہان تها. مگر هان مین نی غدر سی پہلی لکهواکر نواب یوسف علی خان بہادرکو رامپور بهیجدیا تها. اب جو مین دلی سی رامپور جانی لگا، تو بهائی ضیاءالدین خان صاحب نی مجکو تاکید کر دی تهی، که تم نواب صاحب کی سرکار سی دیوان اردو لیکر کسی کاتب سی لکهواکر مجکو بهیجدینا. مین نی رامپور مین کاتب سی لکهواکر بسبیل ڈاك ضیاءالدین خان کو دلی بهیجدیا تها» (اردوی معلی، ص ۳۸۱). بعدازان ۳ جولائی سنه ۶۰ع کو اس کی مکمل هونی کی باری مین لکها هی: «میان تمهاری باتون پر هنسی آتی هی. یه دیوان، جو مین نی تم کو بهیجا هی، اتم و اکمل هی. وہ اورکونسی دو چار غزلین هین جو مرزا یوسف علی خان عزیز کی پاس هین، اور اس دیوان مین نہین. اسطرف سی آپ اپنی خاطر جمع رکهین، که کوئی مصرع میرا اس دیوان سی باهر نہین هی. معہذا اون سی بهی کہونگا. اور وہ غزلین اون سی منگا کر دیکهونگا» (ایضاً، ص ۳۸٤). اس نقل سی منشی شیونراین نی اپنی مطبع واقع شہر آگرہ مین دیوان کی طباعت کا انتظام کیا تو اسکی متعلق میرزا صاحب نی نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکها: «اردو کا دیوان رامپور سی لایا هون، اور وہ آگرہ گیا هی. وهان منطبع هوگا. ایك نسخه تمهاری پاس بهی پہنچ جائیگا» (ایضاً، صفحه ٤۳۶). لیکن بعد ازان آگرہ مین انطباع سی قبل هی میرزا صاحب نی دهلی مین طبع کرا لیا. ان تمام خطوط سی معلوم هوتا هی، که اسوقت دیوان غالب کی جسقدر ایڈیشن شایع هو چکی هین، وہ سب کی سب نسخهٔ رامپور کی نقل اور نقل در نقل هین. میرزا صاحب نی خود اپنا کلام کبهی جمع نکیا (ایضاً، صفحه ۱۳۷). نواب ضیاء الدین خان نیر اور ناظر حسین مرزا کی کتب خانه مین اس کی نسخی موجود تهی، لیکن اونکی ذخیرۂ کتب کی ساتهہ هنگامۂ غدر مین لٹگئی. (عود هندی، صفحه ۲۷ و ۲۹ و ۶۵، واردوی معلی، صفحه ۲۰۳ و ۲۰۶ و ۲۵۹ و ۳۶۳). اگر رامپور مین اصل نسخه محفوظ نهوتا تو میرزا صاحب کی کلام کا موجودہ مجموعه دستیاب هونا تقریباً ناممکن تها.

خط مین « مکرر آنکه »[1] بعد مطالب مندرج تھے، وہ پھر ایسے ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیے گا، اور اوسکو تاکید کیجیے گا، که اسکو بھیجدے. یہان کے ساھوکار نے میری خاطر سے اس رقعه کو اپنی چٹھی مین روانه کیا ھے. غالب. پنجم ذی الحجه[2].

(۷)

بو الا خدمت، رفعات درجت، جناب نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض ومحیطِ احسان، عز نصره و دام ملکه.

آدابِ نیاز بجا می آرد، ونیازمندانه عرضه می دارد. در زمانِ چیره دستیِ کور نمکانِ سیاهِ روسیاه سررشتۀ یام از هم گسست. ناچار بفرستادنِ نامه بر رساندنِ نامه و پیام صورت بست. درین روزگار، که فرمانِ داورانِ دادگر روائی، وسلسلۀ آمد شدِ نامه رسائی یافت، نامه در یام روان داشته شد. و نارسیدنِ پاسخ آن را چنان پنداشته شد، که مگر آن نیایشنامه نرسیده باشد. یا فرطِ احتیاط مانعِ تحریرِ جواب گردیده باشد. هر آئینه در دل چنان گزشت، که درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، که سرگزشتِ من از ولیِ نعمت نهان، و حجابے درمیان نماند.

حالیِ رایِ جهان آرای باد، که دیرینه نمکخوارِ سرکارِ انگریزم. و ازسر آغازِ سالِ یکهزار وهشت صد وشش، که دران گاه شمارِ سنینِ عمرِ من از ده نگزشته بود، بعوضِ جاگیرِ عمِ حقیقیِ نسبیِ خود نصرالله بیگ خان بهادر[3]،

---

(۱) یہان لفظ « کی » ساقط معلوم ہوتا ھی.

(۲) نوابصاحب کی محوله فرمان کا مسوده مثل مین منسلك ھی، لیکن اوس مین قابل نقل بات کوئی نہین.

(۳) نصرالله بیگ خان ابتداء مرھٹون کیطرف سی آگره کی صوبیدار تھی. بعد فتح آگره اپنی برادر نسبتی نواب احمد بخش خان والی لوھارو وفیروزپور جھرکه (متوفی سنه ۱۸۲۷ع: حالات کیلئی ص ۱۲، نوٹ ۲. ملاحظه ہو) کی سفارش سی انگریزی فوج مین رسالدار ہوگئی، اور مدد معاش کیلئی نواحی اکبرآباد مین پرگنۀ سونك سونسا مرحمت ہوا. انہون نی سنه ۱۸۰۶ ع مین انتقال کیا.

که با جمعیتِ رسالهٔ چهار صد سوار بمعیتِ جرنیل لارڈ لیك بهادر[۱] در فتحِ هندوستان کوششهایِ نمایان کرده، وپرگنهٔ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیـات جاگیر یافته، و هم درآن عهد بمرگِ ناگاه از جهان رفته بود، بفرمانِ جرنیل لارڈ لیك بهادر ومنظوریِ گورمنٹ مشتِ زرے شاملِ جاگیرِ عمِ سبیِ من نواب احمد بخش خان بهـادر[۲] در وجهِ معاشِ من منجملهٔ زرِ استمراریِ سرکاری، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهرِ دوام واجب الادا بود، قرار یافت. چون جانشینِ احمد بخش خان[۳] کیفرِ کردار یافت، و جاگیر بسرکار باز یافت شد، رسیدنِ آن وجهِ مقرری از خزانهٔ کلکتریِ دهلی صورت پزیرفت. چنـانکه تا انجامِ اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکتریِ دهلی یافته ام. و از مئی خود آشکار است که حال چیست. پیوندِ تعلق با بهادر شـاه[٤] جز آن نبود، که از هفت هشت سال بتحریرِ تاریخِ سلاطینِ تیموریه، واز دو سه سال به اصلاحِ اشعارِ شهریار

(۱) لارڈ لیك سنه ١٧٤٤ع مین پیـدا هوئی. سنه ١٧٥٨ع مین پیدل فوج مین نام لکھایا. اور مختلف عہدون پر فائز رهکر سنه ۱۸۰۲ع مین جنرل مقرر هوگئی. سنه ١٨٠١ع سی سنه ١٨٠٥ع تك هندوستان کی افواج کی کمانڈر انچیف اور کونسل کی ممبر رهی. انهون نی مرهٹون سی کامیاب جنگ کی. اور انگلستان واپس جاکر ۲۰ فروری سـنه ۱۸۰۸ع کو فوت هوئی. یه بهت نامور اور هردلعزیز سپه سالار مانی جاتی تهی.

(۲) نواب احمـد بخش خان فیروزپور جهرکه کی رئیس اور لوهارو کی جاگیردار تهی. حکومت انگریزی مین انکی بڑی عزت اور منزلت تهی. نواب الهی بخش خان معروف، میـرزا غالب کی خسر، انکی چهوٹی بهائی تهی. احمد بخش خان نی آخر عمر مین حکومت سی کناره کشی اختیارکرکی اپنی بڑی لڑکی نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور جهرکه کی ریاست، اور نواب ضیاء الدین خان نیر و نواب امین الدین خان کو لوهارو کی جاگیر عطا کردی تهی. میرزا غالب کی پنشن ریاست فیروزپور سی متعلق تهی.

(۳) احمد بخش خان کی جانشین سی نواب شمس‌الدین احمد خان والی فیروزپور مراد هین. یه مزاج کی درشت اور فساد پیشه تهی. اسلئی نواب هوکر اهل خاندان سی تعلقات درست نه رکھ سکی. میرزا غالب بهی ان سی ناراض تهی. خط مین انکا نام نه لینی کی یهی وجه هی. مسٹر ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کی قتل کی الزام مین اکتوبر سنه ١٨٣٥ع کو انهین پهانسی دیدیگئی، اور ریاست فیروزپور ضبط هو گئی.

(٤) بهادر شاه هندوستان کی مغلیه فرمانرواؤن کی آخری چشم وچراغ تهی، یه سنه ١٨٣٧ع مین تخت نشین هوئی. غدر سـنه ١٨٥٧ع مین باغیون نی انهین اپنا مطلق العنان بادشاه بنایا. بعد فتح دهلی الزام بغاوت مین رنگون کی طرف جلاوطن کئی گئی، اور وهین ۷ نومبر سنه ١٨٦٢ع کو فوت هوئی. میرزا صاحب نی ایك خط مین میـر مهدی کو لکھا هی: «۷ نومبر، ١٤ جمادی الاول سال حال جمعـه کی دن ابو ظفر سراج الدین بهادر شاه قید فرنگ وقید جسم سی رها هوئی».

می پرداختم . درین هنگامه خود را بکنار کشیدم . و بدین اندیشه که مبادا گر یك قلم ترکِ آمیزش کنم ، خانهٔ من بتاراج رود ، وجان در معرضِ تلف افتد ، بباطن بیگانه وبظاهر آشنا ماندم . هرگاه شهر بر دستِ سپاهِ انگریز فتح شد ، همه جاگیر داران و پنسنداران از شهر بدر رفتند . چنانکه تا امروز آوارهٔ دشت وکوه اند . من از جا نه جنبیدم . وهم چنان گوشه گیر ماندم . درین بندوبست که خاصه از بهرِ سیاستِ مجرمان ست ، وتحقیقاتِ جرم از روی ِ دفترِ قلعه واظهارِ مخبران می کنند ، هیچگونه آلایشِ دامنِ من پدید نیامد . وداروگیر وباز پرس رو نه داد . بودنِ من در شهر از حکام نهان نیست . اما چون پرسشے درمیان نیست ، لاجرم محفوظ مانده ام . می بایست که خود سلسله جنبان گشتمے ، وبا حکام پیوستمے . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقهٔ معرفتے ندارم . ومعهذا هنوز موقع ومحلِ آن نمی نگرم ، که نامه نویسم ، وخواهشِ ملاقات بمیان آورم . راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتے بجا نیاورده ام . لیکن مقامِ شکر است ، که به تقدیم نرسیدنِ خدمت از راهِ بیدستگاهی است ، و ذریعهٔ اخلاص وخلوص همان بیگناهی است . حالِ خود را ، اگرچه پرسش از جانبِ آن والا مناقب نبود ، گفتم[۱] . وخون میخورم که صحت وعافیتِ ذاتِ همایونِ اقدس ، که یا رب ! جاودان سلامت باد ، چگونه دریابم . همدرین کنج ، که مسکنِ من ست ، شنیده ام که والا شان زین العابدین خان بهادر[۲] بشهر آمده اند . نیازمندیِ من با مرحومی نواب عبد الله خان بهادر[۳] ، ومهرورزیِ من

---

(۱) مزید تفصیل کی لئی ملاحظه هو اردوی معلی ، صفحه ۳۵ .

(۲) زین العابدین خان بهادر کا تذکره مکتوب نمبر ۱۰۷ کی ذیل مین ملاحظه هو .

(۳) نواب سید عبد الله خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر نواب فردوس مکان کی چچا تهی . شعر و سخن سی دلچسپی رکهتی تهی . زور آزمائی کا بهی شوق تها . دهلی مین عرصه تك مقیم رهی . میرزا صاحب اور ان مین بهت ارتباط وخلوص تها . پنج آهنگ مین میرزا صاحب کا ایك خط انکو نام بهی درج هی (کلیات نثر غالب، صفحه ۲۱۸) . یه عرصه تك میرٹهه کی صدر الصدور رهی تهی . اور وهین ستر برس کی عمر مین بعارضهٔ تپ سنه ۱۲۷٤ ه کو رحلت فرمائی ، اور درگاه چشتی پهلوان مین مدفون هوی . ان کا ایك شعر امیر مینائی مرحوم نی تذکرهٔ انتخاب یادگار (صفحه ۲۱۱) مین درج کیا هی . فرماتی هین :

منحصر تجهه پر شفاعت هی ، بهلا جائین کهان * ای شفیع عاصیان ! هم تیرا دامان چهوڑ کر

با اصغر علیخان مرحوم[١]، ومحبت وخلتِ من با نواب عبد الرحمن خان بهادر مغفور[٢] کجا دیده اند، وآن مدارج کی در نظر دارند، که ایشان را در ضمیر میگزشت، که گدای گوشه نشین را باید دید. من خود پائی، که رفتار داشته باشد، ندارم. واز زاویه برون آمـدن نتوانم. به نگاشتنِ این نامـه زحمتِ اوقاتِ ملازمان از آن رو روا داشته ام، که اگر نفرستادنِ نامه محض از رویِ احتیاط است، هویدا گردد، که در عنایت تفریط ودر رعایت افراط است. چشم دارم که بمشاهدۀ سوادِ نوازشنامـه فروغِ نظر اندوزم. شغلِ شعر وسخن هر آئینه یقین دارم که درین چنین فتنۀ وآشوب دل بدان کار چگونه گراید. دولت پاینـده ونصرت طرب فزاینـده باد. از **اسد اللهِ غالب**. نگاشته وروان داشتۀ پنجشنبه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨.

له ـ دبیرانِ خاص بر عنوانِ نامـه هایِ پیشین نشانِ کلبـۀ این درویشِ دلریش عقبِ مسجدِ جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلۀ بلّی‌مار می مانم. سپس نشانِ این محله نگاشته شود[٣].

(٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

منشورِ عطوفت کے دیکھنے سے زندگی کی صورت نظر آئی. مخمس اور

(١) سید اصغر علی خان مرحوم نواب سید عبد الله خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا زاد بهائی تهی، امیر مینائی تذکرۀ مذکور (صفحه ٢٥) مین لکهتی هین: «شاعر خوش مذاق هین. آفرینش مضامین عاشقانه مین طاق هین. مومن خان صاحب دهلوی کی شاگرد رشید. کلام انکا لایق دید وقابل شنید. ٣٨ برس کی عمر پائی. بارهوین رجب کو سنه ١٢٧٣ هجری تهی که عارضۀ خناق مین مبتلا هوکر میرٹهی مین رحلت فرمائی: وهان سی جنازه اونکا دهلی کوگیا. اور درگاه حضرت خواجه باقی بالله مین دفن هوی». ان کا دیوان شائع هوگیا هی.

(٢) نواب سید عبد الرحمن خان بهادر، نواب سید غلام محمد خان بهادرکی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا تهی.

(٣) اگر میرزا صاحب کی تخمینه کو صحیح مانا جائی، تو اونهین سنه ١٨٤٩ ع یا سنه ١٨٥٠ ع سی محله بلی مار مین مقیم هونا چاهئی. میر مهدی مجروح کی نام کی خط مین سنه ١٨٥٠ ع کی تصریح موجود هی. اسلئی یهی سنه درست معلوم هوتا هی. فرماتی هین: «.... یه لکهی که اسد الله خان پنشن دار سنه ١٨٥٠ع سی حکیم پٹیالی والی کی بهائی کی حویلی مین رهتا هو» (عود هندی، صفحه ٨٣، و اردوی معلی، صفحه ١٩٤).

غزلون کے پہنچنے کی اطلاع پائی. یہ بھی ایک بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ھے. ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ھے. میری کیا سخنوری اور سخن سرائی ھے. آپ کی قدر دانی بلکہ قدر افزائی ھے. تکلف ھے اگر کہون کہ تا قیامت رھو. بے تکلف دعا یہ ھے، کہ خدا کرے ایک سو بیس برس تک سلامت رھو.

اس قرینے سے، کہ بسبب کم فرصتی کے اون کا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا. دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپکو اختیار ھے. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ھے، اسکا دیکھنا ضرور درکار ھے. فارسیِ قدیم اور پھر حسنِ معنی اور صنعتِ الفاظ. با این همه هر امر کی احتیاط، اور ہر بات کا لحاظ[1].

جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ باوجودِ تعلقِ قلعہ کسی طرح کے جرم کا بہ نسبت میرے احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطایِ پنسن[2] قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جینا ھے. کہتے ھین کہ جنوری شروع سال مین پنسنداروں کو روپیہ ملے گا. دیکھئے کیا نیا گل کھلے گا. پہلی نومبر کو یہان اشتہارِ عام ہوگیا ھے، کہ اب قلمروِ ہندوستان مین عملِ ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ھے. مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون. اور وزرایِ ملکۂ دارا دربان کے دو سارتی فکٹ پا چکا ہون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاھئے، تو اسی کتاب موسوم بہ دستنبو مین دیکھا چاھئے. خوشنودی کا طالب غالب.
نگاشتۂ روزِ یکشنبہ هفتم نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع.

---

(۱) اس چار جزو کے رسالہ سے «دستنبو» مراد ھے. چنانچہ آخر عریضہ مین اسکو نام کی تصریح کرکے مرزا صاحب نے ابہام دور کر دیا ھے.

(۲) میرزا صاحب نے اس لفظ کا إملا «شین» کی بجائے «سین» سے لکھا ھے. اسی طرح لفظ سارٹیفکٹ مین پہلی «ٹ» کو «ت» تحریر کیا ھے.

(۹)

خداوندِ نعمت سلامت .

جو آپ بن مانگے دین، اوسکے لینے مین مجھے انکار نہین. اور جب مجکو حاجت آپڑے، تو آپسے مانگنے مین عار نہین .

بارِ گرانِ غم سے پست ہو گیا ہون. آگے تنگدست تھا، اب تہی دست ہو گیا ہون. جلد میری خبر لیجے . اور کچھ بھجوا دیجے . عنایت کا طالب غالب . چار شنبہ یازدہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ ھجری و ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع[1] .

(۱۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد آداب بجالانے کے عرض کرتا ہون، کہ منشورِ رافت لکھا ہوا ۲۵ نومبر کا جمعہ کے دن تیسری دسمبر کو اس دعا گویِ دولت کے پاس پہنچا ۔ ڈھائی سو روپیہ کی ھنڈوی معتمد کے حوالہ کی گئی . آج یا کل روپیہ آجایگا. خاطرِ عاطرِ اقدس جمع رہے .

میرے حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھے، مین وھان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کے وصول کا زمانہ قریب آیا ھے . اسکو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ھے، اور یقین بھی آتا ھے، کہ جنوری آغازِ سال

(۱) نواب فردوس مکان نی عرایض مورخۂ ۷ نومبر و ۱۷ نومبر کی جواب مین تحریر فرمایا: «... دو قطعۂ صحیفۂ تلطف طراز، اولین حاوی حالات نہ ملنی زر پنشن آپکو، اور دوسرا مورخہ اٹھاروین ماہ نومبر سنہ حال مشعر نوید خیریت مزاج وھاج کی، متواتر رنگ افروز چہرۂ وصول نشاط شمول کا ھوا . اور مراتب مندرجہ سی مطلع فرمایا . مشفقا! جو کہ مخلص کو اشتیاق معانقہ اور مکالمہ آپ کا بدرجۂ کمال ھی، اور اب تشریف آوری آپکی اس جگہ مناسب ھی، اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی، کہ آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے . اور قطعۂ ھنڈوی مبلغ دو سو پچاس روپیہ کا واسطی مصارف خدام آپ کی بلف رقیمۃ الوداد ھذا کی مرسل ھی . قبول فرمائیے . ...۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۸۸ع» . عریضہ نمبر ۱۰ ھنڈوی کی رسید اور نآنی کی عذر پر مشتمل ھی .

۵۹ عیسوی مین یه قصه انجام پائے. جس کو روپیه ملنا هے اوسکو روپیه، جس کو جواب ملنا هے اوس کو جواب ملجائے.

حضور نے یه کیا تحریر فرمایا هے، که ان باره غزلون کی اصلاح مین کلامِ خوش مطلوب هے. اگلی غزلون کی طرح نهون. مگر اگلی غزلون کی اصلاح پسند نه آئی، اور اون اشعار مین کلامِ خوش تها. حضرت کا تو اون غزلون مین بهی وه کلام هے، که شاید اورون کے دیوان مین ویسا ایك شعر بهی نه نکلیگا. مین بقدر اپنے فهم واستعداد کے کبهی اصلاح مین قصور نهین کرتا. زیاده حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضهٔ جمعه ۲۶ ربیع الثانی سنه ۷۵ و ۳ دسمبر ۵۸[1].

(۱۱)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

مین اس دولتِ ابد مدت کا از راهِ مودت خیر خواه هون. امرِ ملال انگیزِ اندوه آور مین آرائشِ گفتار گوارا نهین کر سکتا. نواب مرزا[2] نے دلی آکر پهلے نویدِ بزم آرائی سنائی. چاهتا تها، که اوسکی تهنیت لکهون.

---

(۱) نواب فردوس مکان کی مسودهٔ فرمان مین یه مضمون تحریر نهین. ممکن هے که مبیضه مین اپنی قلم سی اضافه کردیا هو.

(۲) نواب مرزا خان داغ تخلص خاف نواب شمس الدین خان دهلوی مراد هین. نواب فردوس مکان کی عهد مین انکی پهوپی عمده خانم ریاست سی وظیفه پاتی تهین. یه اونکو توسط سی ابتداء مورد انعام و عنایات رهی. بعد ازان تعلق خدمت بهی هوگیا. چنانچه نواب خلد آشیان کی عهد مین اصطبل اور فراش خانه کی داروغه تهی، سو روپیه ماهوار تنخواه پاتی تهی. نواب صاحب کی انتقال کی بعد بزم علم وادب منتشر هوئی، تو مرزا داغ حیدرآباد چلی گئی. اور وهان حضور نظام مرحوم کی استاد مقرر هوئی. اور وهین سنه ۱۳۲۲ه (۱۹۰۵ع) مین انتقال کیا. داغ صاحب شیخ ابراهیم ذوق دهلوی کی شاگرد تهی. اور رامپور مین شعراء دهلی کی کامیاب نماینده شمار هوتی تهی. امیر مینائی مرحوم لکهنوی اسکول کی حامی تهی، اسلئی دربار خلد آشیان مین ان دونون مین مسابقت کی سعی جاری رهتی تهی. بعض نقادون کا خیال هی که اس کشمکش مین امیر مینائی مرحوم نی داغ کا رنگ اختیار کرکی اعتراف شکست کیا. مگر واقعه یه هی که دربار رامپور کی یه تابنده گوهر اپنی علمی صحبتون مین ایك دوسری سی برابر استفاده کرتی رهی هین. اور یه فیصله دشوار هی که ان مین سی کس نی دوسری پر فتح پائی. تاهم نواب خلد آشیان کی دربار مین امیر صاحب کا رنگ سب سی زیاده جما. اسلئی قیام رامپور تك اونکو فتحیاب میدان سخن شمار کرنا بیجا نهین هی.

کل اوسنے از روی خطِ آمدِ رامپور حضرت جنابعالیه کے انتقال[۱] کی خبر سنائی. کیا کہون، کیا غم و اندوه کا ھجوم ھوا. حضرت کے غمگین ھونیکا تصور کرکر اور زیاده مغموم ھوا. بیدرد نہین ھون، که ایسے مقام مین بطریقِ انشا پردازی عبارت آرائی کرون. نادان نہین ھون، که آپ جیسے دانا دلِ دیده‌ور کو تلقینِ صبر و شکیبائی کرون.

از دستِ گدایِ بےنوا ناید ھیچ   جز آن که بصدقِ دل دعائی بکند

حق تعالی ذاتِ ستوده صفات کو دایماً اور ابداً جاه وجلال و دولت و اقبال کیساتھ سلامت با کرامت رکھے. عریضه نگار اسد الله المتخلص به غالب. مرقومۀ یکشنبه ۲۱ شعبان و ۲۸ مارچ سالِ حال.

(۱۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

ایك خط مشتمل اپنے حال پر اور ایك خط جناب بیگم صاحبه و قبله مغفوره کی تعزیت مین روانا کر چکا ھون. اب ایك قطعۀ تاریخ بھیجتا ھون. اگرچه ایك کا تعمیه ھے. لیکن تعمیه کتنا خوب اور بےتکلف ھے. عرضداشتِ اسد الله. معروضۀ ۱۳ رمضان و ۱۷ اپریل سالِ حال.

قطعه

جنابعالیه از بخششِ حق   بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز غالب سالِ رحلت   «خلود خلد» گفت از روی الهام

(سنه ۱۲۷۵ ھجری)

(۱۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

بعد تسلیم کے عرض کرتا ھون. آج دوشنبه کا دن ۱٤ رمضان

(۱) جناب عالیه نواب فردوس‌مکان کی والدۀ محترمه کا لقب تھا. انکا نام فتح النسا بیگم ھی. یه محمد نور خان ولد محمد شاه خان بڑیچ کی صاحبزادی، اور محمد نور خان نواب سید فیض الله خان بهادر کی همشیرزاده تھی (گلشن فتوت قلمی، ذکر نواب فردوس مکان، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۱).

المبارک کی اور ۱۸ ماہِ اپریل کی صبح کے وقت ڈاک کا ھرکارہ آیا، اور منشورِ عطوفت لایا. مین نے سر پر رکھا. آنکھون سے لگایا. تعجب ھے کہ میرے دو خطون کی رسید اس عنایت نامہ مین مرقوم نہین. آیا نہ پہنچے، یا پہنچے اور نہ پڑھے گئے، کچھ معلوم نہین[1].

پہلے خط مین یہ عرض کیا ھے، کہ مجموع پنسندارون کی مثل مرتب ھے، اور ھنوز صدر کو روانا نہین ھوئی. نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر[2] نے کلکتہ سے میری پنسن کے کواغذ طلب کئے، اور وہ کاغذ فہرست مین سے الگ ھو کر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ھوئے. وھان سے کلکتہ کو بھیجے جائین گے. پھر وھان سے حکمِ منظوری پنجاب ھوتا ھوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا. کل مین نے آپ سے سواری اور بار برداری مانگی. آج سواری اور بار برداری پہنچی، اور کل مین نے رامپور کی راہ لی. بلکہ اسی نیاز نامہ مین کچھ حسنِ طلب بھی تھا. افسوس کہ ایسا خطِ ضروری نہ پہنچے.

دوسرا خط جنابِ عالیۂ مغفورہ کی تعزیت مین تھا. اوسکا بھی ذکر اس عنایت نامہ مین تھا. ناچار پہلے خط کا مضمون اس ورق مین مکرر لکھدیا، اور دوسرے خط کے صرف ذکر پر اکتفا کیا. حق تعالی آپکو

---

(۱) نواب فردوس مکان کا محولۂ بالا خط حسب ذیل ھی: «.... حال تشریف آوری آپکا اسطرف کی ابھی تك سامعہ نواز نہین ھوا. اور دل صفا منزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا ھی. اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار کی ھوتا ھی، کہ آپ براہ عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی، کہ کبتك ممکن الوقوع ھی، مطلع اور مطمئن فرمائیے. ۹ رمضان سنہ ۱۲۷۵ھ ۱۳ اپریل سنہ ۵۹ ع».

(۲) لارڈ کیننگ بہادر سنہ ۱۸۱۲ ع مین پیدا ھوئی. سنہ ۱۸۵۲ ع مین ھندوستان کی گورنر جنرل اور سنہ ۱۸۵۸ ع مین پہلی وائسرائی بنائی گئی. غدر انھی کی عہد حکومت مین رونما ھوا. اودہ حکومت کی مکمل ضبطی بھی اسی عہد کا واقعہ ھی. مارچ ۱۷۶۲ ع مین انگلستان واپس گئی، اور ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۲ ع کو وھین فوت ھوئی. اپنی عزم واستقلال، تدبر، اور خوبی انتظام کی بدولت انھون نی بڑی شہرت حاصل کی ھی.

سلامت رکھے ، اور صبر و ثبات و دولت و اقبال و عمر و جاہ و جلال بطریقِ دوام عنایت کرے .

دو غزلین منجملہ بارہ غزلون کے بعدِ اصلاح ارسال کرچکا ہون . خدا کرے پہنچ گئی ہون. پرسون ایك قطعہ جناب بیگم صاحب و قبلہ کی تاریخِ وفات کا بھیجا ہے . یقین ہے کہ پہنچے گا . از راہِ احتیاط وہ قطعہ اس ورق مین پھر لکھتا ہون. اور نیز از راہِ احتیاط یہ خط بیرنگ روانا کرتا ہون. زیادہ حدِ ادب . عریضۂ **اسد اللہ خان** . معروضۂ دوشنبہ چہاردہم رمضان سنہ ١٢٧٥ ، مطابق ہژدہم اپریل سنہ ١٨٥٩[١] .

قطعہ

جنابِ عالیہ از بخششِ حق بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت «خلودِ خلد» گفت از روی الہام
(١٢٧٥)

(١٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

نوازشنامہ کے ورودِ مسعود کی اطلاع دیتا ہون ، اور ہنڈوی کے پہنچنے کا شکر بجا لاتا ہون . ستمبر سنہ ١٨٥٩ کے مہینے کے سو روپیہ پہنچے . خاطرِ اقدس جمع رہے .

عزمِ ولایت کا حال معلوم ہوا . حق تعالی آپ کو ہر جگہ مظفر و منصور و کامیاب رکھے[٢]. خدمت گزار ہون، اور دعا و ثنا میرا کام ہے .

---

(١) اس عریضہ کی جواب مین نواب فردوس مکان نی تحریر فرمایا : « سابق اس سی دو قطعی تلطف صحیفۂ طمانینت افزا آپکی، اول مشعر مراتب تعزیت رحلت جناب والدہ صاحبہ معظمہ کی اس جہان فانی سی، اور دوسرا بانتظار جواب اور قطعۂ تاریخ رحلت جناب موصوفہ کی متواتر وصول ہوئی ··· سبحان اللہ کیا تاریخ آپنی تصنیف فرمائی ہی ، کہ الفاظ جامع مختصر ہین ، اور تعمیہ بطرز نادر اور بی تکلف ہی » .

(٢) نوابصاحب کی ٧ ستمبر سنہ ١٨٥٩ ع مطابق ٢٩ صفر سنہ ١٢٧٦ ھ کی فرمان سی معلوم ہوتا ہی کہ میرزا صاحب نی سفر انگلستان کی باری مین استفسار کیا تھا . جس کی جواب مین نوابصاحب نی مذکورۂ بالا (باقی)

بڑھاپے نے کھو دیا۔ جز نفسے چند مجھ مین کچھ باقی نہین۔ زیادہ حدِ ادب۔ عرضداشتِ غالب۔ معروضۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ عیسوی۔

(۱۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تقدیمِ تسلیم گزارش کرتا ہون۔ پرسون ایک نیازنامہ بھیجا ہے۔ یقین ہے کہ پہنچے گا، اور اوسکا جواب جلد عنایت ہوگا۔ کل نوازشنامہ، جس مین سو روپیہ[1] کی ہنڈوی بابت ماہِ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ تھی، شرفِ ورود لایا۔ زرِ مندرجۂ ہنڈوی معرضِ وصول مین آیا۔ خاطرِ اقدس جمع رہے..... (شنبہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹)[2]۔

(۱٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون۔ یہ میرا دردِ دل ہے۔ نامۂ تہنیت مین اسکا اندراج مناسب نہین جانا۔ مین انگریزی سرکار مین علاقہ ریاستِ دودمانی کا رکھتا ہون۔ معاش اگرچہ قلیل ہے، مگر عزت زیادہ پاتا ہون۔ گورمنٹ کے دربار مین داھنی صف مین دسوان نمبر

(بقیہ) تاریخ کو لکھا: «مشفقا! جو آپ نے نسبت عزیمت مخلص کے بسمت انگلستان استفسار فرمایا ہے۔ حال یہ ہے کہ فی الحقیقت ارادہ مخلص کا جانے انگلستان کو مصمم ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی زمانہ جانے کا مقرر نہین ہوا ہے۔ اسواسطے حوالہ خامۂ اتحاد نگار کے ہوتا ہے کہ جس وقت زمانہ جانے ولایت کا قرار پاویگا، آپکو پیشتر سے اس خصوص مین اطلاع دہی عمل مین آویگی»۔ میرزا صاحب کا عریضہ (نمبر ١٤) اس فرمان کا جواب ہے۔ یہان یہ واضح کردینا مناسب ہے کہ نواب صاحب کا یہ سفر ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے دست مبارک سے صلۂ خدمات غدر پانے کے سلسہ مین ہونیوالا تھا۔ لیکن بعد ازان کسی وجہ سے سفر ملتوی ہو گیا۔ اور گورنر جنرل کے دربار فتح گڑھ مین خلعت وغیرہ عطا ہوا۔ دربار کی تفصیل عریضہ نمبر ۱۷ کے حاشیہ مین ملاحظہ ہو۔

(۱) میرزا صاحب نے الفاظ کے اوپر حسابی رقم بھی لکھی ہے۔

(۲) میرزا صاحب کے اس عریضہ کا آخری حصہ پھٹگیا ہے۔ اسلئے نام اور تاریخ متن مین موجود نہین۔ قوسین مین جو تاریخ درج ہے وہ لفافہ سے نقل کردیگئی ہے۔

اور سات پارچے اور جیغه ، سرپیچ ، مالائے مروارید ، خلعت مقرر هے . لاڑد(۱) هاردنگ صاحب(۲) کے عهد تك پایا. لاڑد دلهوسی(۳) یهان آئے نهین . اب یه نوابِ معلی القاب آتے هین(٤). زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نهین . بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب(٥). وه بھی چیف سکرتر نرهے . لفٹنٹ گورنر هوگئے . وه سکرتر رهتے تو مجھے کچھ غم نتها . ابتك مین اپنے کو یه بھی نهین سمجھا که بیگناه هون یاگناهگار . مقبول هون یا مردود . مانا که کوئی خیر خواهی نهین کی ، جو نئے انعام کا مستحق هون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نهین هوئی ،

(۱) یه میرزا صاحب کا املا هی . صحیح لفظ لارڈ هی .

(۲) لارڈ هارڈنگ صاحب هندوستان کی گورنر جنرل تھی . سنه ۱۷۸۵ع مین پیدا هوئی . جولائی سنه ۱۸٤٤ع سی جنوری سنه ۱۸٤۸ع تك گورنر جنرل هند رهی. سکھی وار مین بهت نمایان خدمات انجام دین . انتظام مملکت مین بھی مفید اصلاحات نافذکین . جگه جگه اسکول قائم کئی . ریلوی اور آبپاشی کی محکمون مین اضافه کیا . اور اتوار کی عام تعطیل مقرر کی . آخر مین سنه ۱۸۵۲ع سی سنه ۱۸۵٦ع تك کمانڈر انچیف رهی ، اور اسی سال ماه ستمبر مین انتقال کیا .

(۳) لارڈ ڈلهوسی سنه ۱۸۱۲ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸٤۷ع مین هندوستان کی گورنر جنرل مقرر کئی گئی . اور ۱۲ جنوری سنه ۱۸٤۸ع کو آفس کا چارج لیا . انهون نی سکھون کو زیر کرکی سنه ۱۸٤۹ع مین پنجاب کا الحاق کیا . انکا اندرونی انتظام مملکت بهت عمده اور مضبوط مانا جاتا هی . محکمهٔ ریلوی مین نئی ضابطی نافذ کئی . اور صوبون کی درمیان ٹیلیگراف سسٹم قائم کیا . شاهی ڈاکخانه کا نظم بھی انهی کا رهین منت هی . پبلك ورکس ڈپارٹمنٹ ، جیل ، جنگلات ، سروی اور محکمهٔ تعلیمات قائم کیا . لیجسلیٹیو کونسل کا از سر نو انتظام کرکی اوسی وسعت دی . برما پر حمله کیا ، اور خان قلات اور امیر افغانستان سی معاهدی مرتب کئی . صوبه برار فوجی مصارف کی لئی حاصل کیا . ان کی هاتھون بهت سی دیسی ریاستون کا خاتمه هوا . حادثهٔ غدر کی تمام ذمه داری بھی انهی کی کاندھون پر رکھی جاتی هی . یه بڑی جفاکش کارکن تھی . چنانچه انکی سوانح کا خلاصه فتح ، استحکام ، اور ترقی هی . انهون نی لندن واپس جاکر سنه ۱۸٦۰ع مین انتقال کیا .

(٤) لارڈ کیننگ بهادر وائسرائی مراد هین .

(٥) ایڈمنسٹن صاحب سنه ۱۸۱۳ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸۳۱ع مین اضلاع شمال و غرب مین تقرر هوا . ستلج کی فتح کی بعد وهان کی ریاستون کی کمشنر بنائی گئی . سنه ۱۸۵۳ع مین پنجاب کی کمشنر مالیات هوئی . سنه ۱۸۵۵ع سی سنه ۱۸۵۷ع تك گورنمنٹ آف انڈیا کی فارن سیکریٹری رهی . بعد ازان جنوری سنه ۱۸۵۹ع مین پنجاب کی گورنر هوگئی . اور فروری سنه ۱۸٦۳ع تك اس عهده پر فائز رهی . انهون نی ۲٤ ستمبر سنه ۱۸٦٤ع کو انتقال کیا .

جو دستورِ قدیم کو برہم مارے[۱]. بہر حال اس تشویش مین ہون. راہِ چارہ مسدود، اور دکھ موجود. عرفی خوب کہتا ھے:

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ   زند بفرقم وگوید که هان سرے میخار

مرقومۂ صبحِ یکشنبه ۷ نومبر سنه ۱۸۵۹[۲].

(۱۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون. منشورِ عطوفت پہنچا. نوابِ عالی جناب کی ملازمت کا حال بسبیلِ اجمال مندرج تھا. مین از روی اخبار به تفصیل دریافت کر چکا ہون. ہندستان مین کسی رئیس کیواسطے یه بات کاھےکو ہوئی ھے. مسند تکیه کسی کو کب ملا ھے. یه کمالِ عز و شان اور استحکامِ بنایِ ریاست کا نشان ھے. لطف یه ھے که اب صاحبانِ کورٹ آف ڈرکٹر حائل نہین رھے. نواب گورنر جنرل بہادر نائبِ سلطنت ہین. اس صورت مین جو کچھ انہون نے دیا ھے، وہ عطیه حضرتِ فلك رفعت ملکۂ معظمه کا ھے. ایسے شاھنشاہ کی سرکار سے وسادۂ سروری کا عطا ہونا بہت بڑی نوازش اور سزاوارِ صد گونه نازش ھے. یه چار بالشِ امارت اور «کاشی پور» کا ضمیمۂ ملكِ موروثی ہونا پہلے آپ کو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپ کی اولاد و اخوان و انصار کو اور سب کے بعد **غالبِ** دعا گویِ گوشه نشین کو مبارك ہو. زیادہ حدِ ادب. مرقومۂ صبحِ یکشنبه ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ ع[۳].

---

(۱) یه فارسی کی محاورہ «برہم زدن» کا ترجمه ھی.

(۲) نواب فردوس مکان نی جواباً تحریر فرمایا: «شفقا! ہنگام ملاقات کی اکثر صاحبان ذیشان سی تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپ کا عمل مین آیا ھی. الله تعالی کی فضل اور قدردانی سرکار دولتمدار سی یقین واثق ھی که جو مدارج شریف آپکی قدیم سی ہین، پیشگاہ گورنمنٹ سی بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا. کسواسطی که اھالی سرکار ابدقرار قدردان و قدرشناس ہین».

(۳) میرزا صاحب نی اس عریضه مین جس واقعه کی طرف اشارہ کیا ھی، وہ اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۹۷-۱۱۰) کی بیان کی مطابق حسب ذیل ھی: (لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نی ۱۵ نومبر سنه (باقی)

(۱۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لا کر عرض کرتا هون ، که سو روپیه کی هنڈوی بابت

(بقیه) ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنه ۱۲۷۶ھ کو مقام فتحگڑھ مین ایك عالیشان دربار منعقد فرمایا ... اس دربار مین بهت سی دیسی روسا اور بهت سی یوروپین معزز حکام خصوصاً کانڈر انچیف صاحب شریك تهی .... اس دربار عام مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بهادر سی مخاطب هو کر کها : «مجکو بڑی خوشی اس بات کی هی ، که ان خدمات کی عوض جو آپ نی ملکۂ معظمه کی کین ، آج آپ کا شکریه ادا کرنیکا موقع ملا . آپ اپنی ذات خاص سی زمانۂ غدر مین نهایت مستعد اور صادق رهی . اور آپ نی ، باوجود خوف جان و ریاست کی ، گرد و نواح مین نهایت مشقت اور مستعدی سی حکومت برقرار رکهی . اور ملکۂ معظمه کی افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی . سب سی بڑھ کر یه هی ، که آپ نی ایك مجمع کثیر همقوم ملکۂ معظمه کی جانین بچائین . ان کو سب آفتون سی محفوظ رکها . اور انکو هر طرح کی آسایش دی . حالانکه وه زمانه چارون طرف خوف سی گهرا هوا تها . مین بڑی خوشی سی روبرو سپه سالار افواج هند ملکۂ معظمه اور بهت سی معزز افسر اور حاکمان ملکی کی ، جو گرد و نواح اور دیگر مقامات هندوستان مین عهده‌های جلیله پر منصوب هین ، آپ کی حسن خدمات کا اقرار کرتا هون . مجکو یقین هی که آپ کی کارگزاریون کو یه لوگ هرگز نه بهولینگی» . اس دربار مین گورنر جنرل نی نواب سید یوسف علیخان بهادر کو خلعت قیمتی بیس هزار روپیه کا عطا کیا . اور سلامی کی فیر گیاره کی بجای تیره مقرر هوی : علاوه اسکی «فرزند دلپذیر» کا خطاب عنایت هوا . القاب وآداب ان الفاظ کی ساتھ قرار پایا : «نوابصاحب مشفق بسیار مهربان کرمفرمای مخلصان سلامت» .

بعد ازان ۲۵ نومبر سنه ۱۸۵۹ ع کو گورنر جنرل بهادر کی سکریٹری نی گورنمنٹ ممالك مغربی وشمالی کی سکریٹری کی نام حسب ارشاد گورنر جنرل بهادر ایك خط لکها . اس خط کی دفعه ۵ مین تحریر تها : (گورنر جنرل نی .... نواب صاحب کو مطلع کیا که انکی مستحکم وفاداری اور اعلی درجه کی امداد کی سبب سی ، جو انهون نی گورنمنٹ کو دی هی ، انکو پرگنۂ کاشی پور ضلع مرادآباد جسکی جمع ایك لاکھ چار هزار چار سو روپیه سالانه هی ، معافی مین بخشا هی . جسکو وه اور انکی وارث اپنی جاگیر کی ایك ٹکڑی کی طور پر اپنی قبضه مین رکهین .)

اس عطیۂ شاهی کی تهنیت مین میرزا صاحب نی یه قطعه فارسی نظم کیا :

ای آنکه خود بمهر همی پروری مرا — از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
رای تو در زمانه بامضای کارها — با اهتمام سهم سعادت سهیم باد
در صبح دولت تو ز گلهای رنگرنگ — دائم مشام دهر رهین شمیم باد
آن دم ، که مرده را باثر زنده ساختی ، — در باغ طالع تو بجای شمیم باد
پاشند آب گر برهت بهر دفع گرد — هر قطره زان نمونۂ در یتیم باد
هر صیغۂ ، که وضع وی از بهر امر تست، — فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
گر بهر خویش نیز دعای کنم چه باك — این نغمه هم گزیدۂ طبع سلیم باد
آزاده ام خلوص وفا شیوۂ من ست — راهم ورای مسلك امید و بیم باد (باقی)

مصارفِ ماہِ نومبر ۱۸۵۹ پہنچی. اور روپیہ وصول مین آیا. اور صرف ہو گیا. اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رھا. تم سے نکھون تو کس سے کھون. اس مشاہرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیج دیجیگا تو جلا لیجیگا. لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ صبحِ پنجشنبہ ھشتم دسمبر سنہ ۱۸۵۹ بمجردِ ورودِ عنایت نامۂ مرقومۂ ماہِ حال[1].

(بقیہ) چون رھروی کہ بر نمط جادہ رہ رود — پیوستہ سیر من بخط مستقیم باد
مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز — مانند کلك من دل دشمن دونیم باد
پابستۂ زمان و مکان نیست دردمند — گر خود رود بکعبہ برین در مقیم باد
شادم بکنج امن و نگویم کہ بندہ را — خشتی ز زر خالص و خشتی ز سیم باد
مقصود از لباس ہمان پوشش تنست — پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
بالجملہ این سہ بیت کہ سرجوش فکرتست — در خورد لطف خاص و عطای عمیم باد
«نواب مہر مہر منوچہر چہر را — حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
چون غنچۂ کہ پہلوی گل بشگفد بباغ — ملك جدید شامل ملك قدیم باد
ہر دم ترا بخلوت راز و ببزم انس — روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد»
(کلیات غالب فارسی، ص ۲٦)

اس قطعہ کی متعلق یہ بتانا، کہ کس تاریخ لکھا گیا، اور کب رامپور پہنچا، سخت دشوار ھی. اسلئی کہ مثل مین ایسا کوئی خط شامل نہین، جس مین اسکا ذکر ہو. لیکن ۲۷ نومبر کی مکتوب مین اسکا مذکور نہونی کی باعث، قیاس یہ ھی، کہ اس تاریخ کی بعد لکھا گیا ہوگا. اور اسی مہینی کی کسی آخری تاریخ مین یا ماہ دسمبر کی شروع مین نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال ہوا ہوگا. نوابصاحب کی تاریخ روانگی وآمد صاحب اخبار الصنادید نی ذکر نہین کی. لیکن خود نوابصاحب نی میرزا غالب کو ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۷٦ ھ مطابق ۸ نومبر سنہ ۵۹ع کو لکھا ھی: «مخلص بتاریخ ۱۲ اس مہینی کی طرف فرخ آباد کی روانہ ہوگا اور بتاریخ ۱۸ اس مہینی کی معاودت کرکی رامپور پہونچی گا....».

(۱) میرزا صاحب کی اس عریضہ کی جواب مین نواب فردوس مکان نی القاب وتسلیمات کی بعد تحریر فرمایا: «مشفقا! بپاس ارقام سامی کی، کہ مخلص کو آپ کی ذات ستودہ صفات سی محبت اور موانست قلبی ھی، ہنڈوی مبلغ دو سو روپیہ کی سوائی مشاہرۂ معینہ معطوف رقیمۃ الوداد ھذا کی مرسل ھی. اور چشمداشت آپ کی لطف فرمائی سی یہ ھی، کہ رسید ہنڈوی مذکور سی مطلع اور مطمئن فرمائین. اور سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ہوا ہون. لیکن ابتك آپ نی سرور ملاقات بہجت آیات سی مسرور نہین فرمایا: اب لازم اشفاق کا یہ ھی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.

اس ارشاد کی تعمیل مین میرزا صاحب صبح پنجشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ع کو دلی سی روانا ہوکر شام کو مرادنگر، اور جمعہ ۲۰ جنوری کو میرٹھ پہنچی. وھان ۲۱ کو قیام کرکی دوسری دن شاھجھانپور، گڑھ مکتیسر، اور مرادآباد ہوتی ہوی، جمعہ کی دن ۲۷ جنوری کو وارد رامپور (باقی)

(۱۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لاتا ہون . اور مزاجِ اقدس کی خبر پوچھتا ہون . اور بکمالِ ناچاری بصد گونه شرمساری عرض کرتا ہون که آج سه شنبه ۷ فروری کی ہے . جو لوگ که میرے ساتھ ہین گوش بر آواز ہین . اور جو وظیفه خوار دلی مین ہین وه چشم براه ہونگے . زیاده حدِ ادب . خوشنودی کا طالب غالب . صبحِ سه شنبه ۷ فروری سنه ۱۸٦۰[1] .

(۲۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

تقدیمِ مراسمِ تسلیم مقدمه اس گزارش کا ہے، که عالم دو ہین . ایك عالمِ شہادت ، ایك عالمِ غیب . جسطرح عالمِ شہادت مین آپ میری دستگیری کررہے ہین ، عالمِ غیب مین آپ کا اقبال مجکو مدد پہنچا رہا ہے . تفصیل اس اجمال کی یه که وه نقشا پنسن دارون کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وه اب صدر سے بعدِ صدورِ حکم آگیا . حکم به نسبت ہر واحد کے مختلف ہے .

(بقیه) ہوی . یہان منجانب ریاست مہمانداری کا انتظام کیا گیا . اور محلۂ راجدواره مین ایك مکان قیام کیلئی عطا ہوا . نواب فردوس مکان نی تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقه فروگزاشت نہین کیا . اور چند دن کی بعد زر دعوت کی نام سی سو روپیه ماهوار مقرر فرما دیا . رامپور کی آب وهوا میرزا صاحب کی مزاج کی موافق تھی . اسلئی وه چاهتی تھی که یہان زیاده عرصه رهین . لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ آئی تھی . اونهون نی دلی واپس چلنی کیلئی ضد کی . چونکه یه دونون کم عمر تھی اسلئی انکا تنہا دلی بھیجنا مناسب نه تھا . مجبوراً میرزا صاحب نی رخصت مراجعت کی درخواست کی . نواب فردوس مکان نی قیام پر اصرار کیا . لیکن آخرکار اجازت عطا فرما دی اور میرزا صاحب رامپور سی ۱۷ مارچ سنه ٦۰ع کو روانا هوکر ۲٤ ماه مذکور کو دلی جاجا پہنچی . سفر کی تفصیلات کیلئی دیباچه ملاحظه هو .

(۱) اس عریضه کی لفافه سی معلوم هوتا هی که یه میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب فردوس مکان کو لکھا گیا ، اور فتح محمد خانصاحب کی توسط سی کیمپ مین پیش هوا . مقام کا نام لفافه پر درج نہین . لیکن جوابی فرمان کی مسوده مین «از مقام کمهریا» تحریر هی . جس سی یه نتیجه نکلتا هی که اوسوقت سرکار بسلسلۂ دورۂ ریاست موضع کمهریا تحصیل سوار مین فروکش تھی .

تقلیل بہت ہے. سو روپیه مہینے والے کو پچھتر[۱] بھی هین، اور پچیس[۱] بھی هین، اور دس[۱] بھی هین. اب فرمائیے میرے واسطے کیا احتمال گزرتا ہے. یاسِ کلی ہے. لیکن واقعه یه هوا ہے، که سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم. طرفه یه که میرے نام کے ساتھ ایك انگریزی تحریر ہے، که جسکے دیکھنے سے یه معلوم هوتا ہے، که گورمنٹ کا حکمِ منظوری اس تحریر پر متفرع ہے. حکام کے عمله مین اور وکلا اور اهل شہر مین یه مشہور ہے، که وه تحریر ولایت سے آئی ہے. بہر حال دو امر هنوز مبہم هین. ایك اس انگریزی تحریر کا حال، اور دوسرے میرے بھائی کی پنسن کی حقیقت. سو یه دونون امر چند روز مین معلوم هو جائینگے. اور جو معلوم هوگا، وه عرض کیا جایگا. غالب. ۲۲ اپریل سنه ۱۸۶۰[۲].

(۲۱)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

شکرِ بنده پروری بجا لاکر عرض کرتا هون، که کل ۱۲ جولائی کو نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پہنچا، اور روپیه معرضِ وصول مین آیا. متوقع هون، که یه عطیه چوتھی پانچوین انگریزی کو، جیسا که همیشه

(۱) ان مقامات پر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی هین.

(۲) اس عریضه کے جواب مین ۲۸ رمضان سنه ۱۲۷۶ ھ مطابق ۲۰ اپریل سنه ۱۸۶۰ع کو نواب صاحب نے تحریر فرمایا: «مشفقا! جب کوئی مسرت پیش آنیوالی هوتی هے، تو آغاز هی سے مقدمات سرور پیدا هوتے هین. ایسی سامان نظر آتے هین که بے اختیار دلکو انبساط، طبیعت کو نشاط هو. حسن اتفاق دیکھیئے، که ۱۹ تاریخ اپریل سال حال پہلے تو ایك لاکھ بیس هزار کی جاگیر پر دخلدهانی کا خریطه آیا. مین اوسی پڑھرها تھا، که آپکا نامهٔ سرور افزا پونچا. اوس سے آپکی پنشن کی بحالی کا مژده پایا. نشهٔ سرور دوبالا هوگیا. اور اسقدر بالیدگی اور خوشی حاصل هوئی که زینہار بیان اوسکا مجال زبان وقلم نہین. بارخدایا مبارك هو. سپاس منعم حقیقی ادا نہین هوسکتا. اسوقت مین بلا نقصان پنشن کا جاری هونا محض شان قدرت باری هے. شکر اوسکے احسانات کا کہانتك ادا کیجئے. عجب قدرت نمائی فرمائی هے. دلکو طرفه مسرت هاتھ آئی هے». میرزا تفته کے نام کے ٦ مئی سنه ۱۸۶۰ع کے خط سے معلوم هوتا هے که ٤ مئی سنه ۱۸۶۰ع کو زرپنشن وصول کیا گیا تھا (اردوی معلی، صفحه ۹۰). وصول شده رقم، دوهزار دوسو پچاس روپیه کے خرچ کی پوری تفصیل کیلئے اردوی معلی، صفحه ۱۸۲، خط بنام میر مهدی ملاحظه هو. آخر مین یه عرض کرنا ضروری هے که میرزا صاحب کے عریضه کی تاریخ ۲۲ اپریل سہو قلم معلوم هوتا هے.

پہنچتا تھا ، پہنچا کرے . دسوین بارھوین نہوا کرے .

تم سلامت رہو قیامت تك

خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ جمعه ۲۳ ذی الحجه سنه ۱۲۷۶ مطابق ۱۳ جولائی سنه ۱۸٦۰ .

(۲۲)

ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت[۱] .

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامه کے ورود سے مین نے عزت پائی . سو روپیه کی ھنڈوی بابت مصارف مارچ سنه ۱۸٦۱ کے پہنچی . زرِ مندرجه معرضِ وصُول مین آیا . خاطرِ اقدس قرینِ جمعیت رھے . کلیاتِ فارسی کے پہنچنے سے اور اس نذر کے مقبول ھونے سے مجکو بہت خوشی حاصل ھوئی[۲] .

تم سلامت رہو قیامت تك

عنایت کا طالب **غالب**. صبحِ یکشنبه ۷ اپریل سنه ۱۸٦۱ ع .

(۲۳)

ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم توره اور خلعت کے عطیّه کا آداب بجا لاتا ھون . خدا آپ کو سلامت رکھے. اور اپنی اولاد کی اولاد کی شادیان کرنی اور اون

(۱) عریضه نمبر ۲۲ تا ۲۵ مین خلاف معمول لفظ «حضرت» ساقط ھی .

(۲) میرزا صاحب کا یه نسخۂ کلیات فارسی حسب تصریح فرمان مورخه ۳۰ مارچ سنه ٦۱ ع ڈاك کی ذریعه حضور مین پیش ھوا. نوابصاحب نی اسکو «آئینۂ جھان نما بل مخزن نکات مسرت افزا» تحریر کیا ھی . یه نسخه کتب خانۂ سرکاری مین محفوظ ھی : خط نہایت صاف، کاغذ نیلگون اور جابجا مرزا صاحب کی قلمی تحریر سی مزین ھی . اسکی کاتب کی باری مین مرزا صاحب نواب ضیاءالدین خان بہادر کو لکھتی ھین : «آپ کو دیوان کی دینی مین تامل کیون ھی . روز آپ کی مطالعه مین نہین رھتا . بغیر اوسکی دیکھی آپ کو کھانا نه ھضم ھوتا ھو ، یه بھی نہین . پھر آپ کیون نہین دیتی : رھا کتاب کی تلف ھونیکا اندیشه ، یه خفقان ھی . کتاب کیون تلف ھوگی . احیاناً اگر ایسا ھوا ، اور دلی لکھنو کی عرض راه مین ڈاك لٹگئی ، تو مین فوراً بسبیل ڈاك رامپور جاؤن گا ، اور نواب فخرالدین خان مرحوم کی ھاتھ کا لکھا ھوا دیوان تمکو لادونگا» (اردوی معلی ، صفحه ۲۸۹) .

شادیون مین توره وخلعت کی تقسیم نصیب هو .

یه تحریر نهین . مکالمه هے . گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریقِ انبساط عرض کرتا هون ، که یه سوا سو روپیئے ، جو توره و خلعت کے نام سے مرحمت هوئے هین ، مین کال کا مارا اگر یه سب روپیه کها جاؤنگا ، اور اس مین لباس نه بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رهیگا یا نهین ؟

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

داد کا طالب غالب . دوشنبه . بحسابِ تعزیه داران پانچوین ، اور از رویِ دوج ٦ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸[۱] .

---

(۱) اس عریضه مین نواب فردوس مکان کی منجهلی صاحبزادی سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کا حواله هی . یه شادی نواب سید احمد علی خان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بهادر ابن نواب سید فیض الله خان بہادر کی نواسی کیساتھ ۱۷ ذی الحجه سنه ۱۲۷۷ ه مطابق ۲۷ جولائی سنه ۱۸٦۱ ع کو قرار پائی تهی . مهینون قبل سی تیاریان هوئی تهین . ملازمان ریاست کو خلعت اور عام باشندگان شهر کو کهانا تقسیم هوا تها . اور ساری شهر مین جابجا رقص و سرود کی محفلین آراسته کی گئی تهین . ریاست کی بیرونی متوسلین اور احباب کی نام دعوتنامی جاری هوئی تهی . اس سلسله مین میرزا صاحب کو بهی دعوت شرکت دیگئی تهی . لیکن وه ضعف طبع کی سبب سی نآسکی تهی . چنانچه نواب علاء الدین خان علائی کو ۲۵ ستمبر سنه ۱۸٦۱ ع کو لکها هی : «والی رامپور نی بهی تو مرشد زاده کی شادی مین بلایا تها . یهی لکها گیا ، که مین معدوم محض هوگیا هون . تمهارا اقبال تمهاری کلام کو اصلاح دیتا هی . اس سی بڑهکر مجهسی خدمت نه چاهو» (اردوی معلی ، صفحه ۳۰٤ و ۳۰۵) .

میرزا صاحب نی توره و خلعت کا عطیه پاکر ایك تهنیت نامه اور دو قطعات مبارکباد نوابصاحب کی خدمت مین روانه کیئی تهی . قطعات مثل مین شامل نهین . لیکن حسن اتفاق سی کلیات فارسی (مطبوعه لکهنو ، ص ۳۱) مین شایع هوچکی هین . مقام کی مناسبت چاهتی هی که انهین یهان نقل کیا جائی . فرماتی هین :

(۱)

دید ور یوسف علیخان کز فروغ رای او   مهر تابان برد قسط فیض ومن هم یافتم
از ولیعهدش سخن رانم که چون ماه منیر   طلعتش را دیده روشن ساز عالم یافتم
وان دگر فرزانه فرزند فرهمندش که هست   کوکبی کش در دل افروزی مسلم یافتم
خواست تا سازد بآئین بهینش کدخدا   شادگشتم چون خبر زین جشن اعظم یافتم
بهره بردم در تصور زان همایون انجمن   بسکه در خود طاقت رنج سفر کم یافتم
بزم طوی فرخ حیدر علیخان را بدهر   خوشتر وخرم تر از بزم کی و جم یافتم (باقی)

(۲۴)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. آٹھ سات برس سے مصدرِ خدمت اور

(بقیه) سال این دولت فزا شادی بامعان نظر «مشتری» با «زهره» در «طالع» فراهم یافتم

اس قطعه مین مصرع آخر کی الفاظ (زهره، مشتری، اور طالع) سی سال جشن ۱۲۷۷ھ نکلتی هین.

(۲)

بهار هند که نامند بر شگال آنرا — پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
بباغ وکشت و بیابان و کوه سر تا سر — سحاب و سبزه و آب روان مبارکباد
گزشت عهد سموم و وزید باد خنك — ز جان به تن، دگر از تن بجان مبارکباد
اگرچه رحمت عامست لیك بالتخصیص — برامپور کران تا کران مبارکباد
زبرگ برگ نیستان که گرد آن شهر است — رسد بگوش چنان کز زبان مبارکباد
ز انبساط پراست آنچنان که از رگ ابر — بجای قطره تراود همان مبارکباد
سپس بداد گر آیم که اهل دانش را — شود هرآئنه خاطر نشان مبارکباد
خود ابر و باد بگیتی ز دیر باز نبود — عطیه ایست که بر همگنان مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خویشتن پرسم — برامپور خصوصاً چسان مبارکباد
چو رامپور بود وجه تازه روئی دهر — ز هر چه این همه گل کرد آن مبارکباد
ز فیض همت فرمانروای آن شهرست — که ورد خلق بود هر زمان مبارکباد
ظهور میمنت کدخدائی فرزند — بر آن رئیس سپهر آستان مبارکباد
که میهمان حق ست آن و ما طفیلی او — نزول مائده بر میهمان مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب — متاع خاصهٔ دریا و کان مبارکباد
کشایش در گنجینه و آنکه از در گنج — بدر شتافتن پاسبان مبارکباد
بطالبان زر و سیم سیم و زر فرخ — بسائلان تهی کاسه نان مبارکباد
بمن که تشنه‌لب باده‌های پرزورم — ازان میان دو سه رطل گران مبارکباد
مگو ز شادی اهل زمین، که می گویند — فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
بدین ترانه که هان ای امیر شاه نشان — نوید فرخی جاودان مبارکباد
بشهریار و ولیعهد و شاهزادهٔ عهد — خوشی و خوبی و امن و امان مبارکباد
ازان جهت که ستایش نگار نوابی — ترا هم ای اسد الله خان مبارکباد

نواب فردوس مکان نی ۱۱ جولائی سنه ۱۸۶۱ ع مطابق غرۂ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸ ھ کو ان قطعات کی متعلق تحریر فرمایا: «.... قطعات مبارکباد اور تهنیت نامۂ شادی کت خدائی برخوردار کامگار محمد حیدر علی خان بهادر ایام فرحت التیام مین سرور افزای خاطر نیاز هوی. اور سرمایه هزاران مسرت اور شادمانی کا ارزانی کیا. سبحان الله هریك شعر قطعون اور تهنیت نامه کا مضامین میمنت آگین اور معانی لطافت تضمین سی ایسا مملو تها، که وصول اسکا احاطۂ تحریر وتقریر سی متزاید هی. الله تعالی آپکو ابد الدهر سلامت با جمعیت رکهی». (باقی)

شریكِ دولت هون. لازم کرلیا هے، که بیهوده گزارش نکرون. اور کبهی کسی کی سپارش نکرون.

بهائی حسن علیخان کے بیٹون کے باب مین جو علی بخش خانصاحب[۱] کو لکها، اس کو مین سپارش نسمجها تها. مخبر بنا، اور آپ کے اهل کارون کو اوس بات کی خبر دی، که جس کا تدارك صاحبانِ ملك و حاکانِ عهد پر لازم هے. سو بمقتضایِ نصفت و عدالت وه مقدمه فیصل هوگیا. میر سرفراز حسین اور میرنصاحب کو[۲] والله بالله اگر مین نے بهیجا هو. نوکری کی

(بقیه) اب صرف تهنیت نامه باقی ره جاتا هی. بظاهر عریضه نمبر ۲۳ تهنیت نامه معلوم هوتا هی، لیکن اس کو مذکورۂ فرمان تهنیت نامه قرار نهین دیسکتی. اس لئی که فرمان سی مترشح هی، که تهنیت نامه بهی منظوم تها. اور یه عریضه منثور هی. علاوه برین اس کو تهنیت نامه قرار دینا اسلئی بهی ناممکن هی، که یه لفافه کی انگریزی تاریخ کی مطابق ۱۵ جولائی کو لکها گیا تها. اور تهنیت نامه کا ذکر نواب صاجب کی ۱۱ جولائی کی فرمان مین آچکا هی.

(۱) علی بخش خانصاحب شیخ محبوب بخش بن شیخ امان الله کی لڑکی تهی. یه ۱٤ شوال سنه ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع) کو نجیب‌آباد مین پیدا هوئی. انکی دادا اور نانا اس ریاست کی قدیمی نوکر اور خدمت گزار تهی. انهون نی ایام غدر مین بڑی جانفشانی اور خیرخواهی سی کام کیا. اور اسکی صله مین گورنمنٹ سی پانچ هزار روپیه کا خلعت، تلوار، طلائی گهڑی اور تین هزار چوده روپیه سالانه کی جاگیر ضلع مرادآباد مین انعام پائی. نواب خلد آشیان نی تخت نشینی کی ایك سال بعد انهین چالیس هزار روپیے نقد یکمشت عطا کیے. اور جب یه بیمار هوئی، تو دو بار بنفس نفیس انکی عیادت کو تشریف لیگئی. انهون نی ۲ محرم سنه ۱۲۸٤ھ مطابق سنه ۱۸٦۷ع کو رامپور مین انتقال کیا اور مولانا جمال الدین رح کی مزار مین دفن هوئی. انکی اولاد مین مولانا محمد علی مرحوم بین الاسلامی شهرت کی قومی رهنما هوئی هین (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱٤۱، وتذکرۂ کاملان رامپور، ص ٤٦٦).

(۲) میر سرفراز حسین میر مهدی مجروح کی بهائی اور میر افضل علی عرف میرن صاحب اونکی دوست تهی. میرزا صاحب سی بهی ان دونونکی خوردانه تعلقات تهی. اردوی معلی اور عود هندی مین انکی نام متعدد خطوط درج هین. میرزا صاحب نی انکی ابتری معاش کا حال دیکهکر خانسامان صاحب کی نام تعارفی خط دیکر رامپور بهیجا تها. لیکن شومی بخت سی اوس وقت یهان ملازمت نه مل سکی، اور یه دونون سو روپیه کی زیرباری کی بعد واپس چلی گئی. اس سلسله مین میرزا صاحب نی میر مهدی کو لکها هی: « سید صاحب کل پهر دن رهی، تمهارا خط پهنچا. یقین هی که اوسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمهاری پاس پهنچ گئی هون. حال سفر کا، جو کچه هی، اونکی زبانی سنلوگی. مین کیا لکهون. مین نی بهی جو کچه سنا هی اونهین سی سنا هی. اونکا اسطرح ناکام پهرنا میری تمنا اور میری مقصود کی خلاف هی. لیکن میری عقیدی (باقی)

جستجو کو نکلے تھے . میر سرفراز حسین نوکری پیشه ، اور میرن مرثیه خوان اور یہان کے مرثیه خوانون مین ممتاز . خانساماںصاحب کو جو مین نے یه لکھا ، که یه ایسے هین اور ایسے هین . غرض اس سے یه تھی ، که محرم مین جہان دس پانچ مرثیه خوان اور مقرر هوتے هین ، میرن بھی مقرر هو جائین . آخر جا بجا تھانه دار ، کوتوال ، تحصیلدار نوکر هین . میر سرفراز حسین هوشیار اور کارگزار آدمی هین . کسی علاقه پر یه بھی مقرر هو جائین . یه دونو امر یا ان دونون مین سے ایك هوجاتا بہتر تھا . نہوا بہتر . درحقیقت سپارش نتھی . صرف معرّف هونا تھا . سپارش کرتا تو کیا مین آپ کو نه لکھ سکتا تھا . میری طرف سے خاطرِ عاطر جمع رهے .

ز سینه تا بلبم سالها نیابد راه　　هرآن نفس که رضایِ تو اندرآن نبود

دادکا طالب غالب . دوشنبه ۲۲ جولائی سنه ۱۸۶۱ .

(۲۵)

ولیِّ نعمت آیۀ رحمت سلامت .

بعد تسلیم کے عرض کرتا هون . اور طلوعِ ستارۀ اقبال کی مبارکباد دیتا هون . یقین هے که اس سفرِ فیض اثر مین « ریل گاڑی » کی سواری کی بھی سیر دیکھ لی هوگی . یه اوس میمنت و شکوه و شوکت سے علاوه ایك تماشا

(بقیه) اور میری تصور کی مطابق هے . مین جانتا هون که وهان کچھ نہوگا . سو روپیه کی ناحق زیرباری هوئی . چونکه یه زیرباری میری بھروسی پر هوئی ، تو مجھی شرمساری هوئی . لیکن مین نی اس چھیاسٹھ برس مین اسطرح کی شرمساریان اور روسیاهیان بہت اوٹھائی هین . جہان هزار داغ هین ایك هزار ایك سہی . میر سرفراز حسین کی زیر باری سی دل کڑھتا هے » (اردوی معلی ، ص ۱۸۵) . بعد ازان ۱۸ اگست سنه ۱۸۶۱ع کو پھر لکھتی هین : « بھائی تم سچ کہتی هو . بر سر فرزند آدم هرچه آید بگزرد . لیکن مجھی افسوس اس بات کا هے که یه زیرباری میری تحریر کی بھروسه پر هوئی اور خلاف میری مرضی کی هوئی . جسطرح سی یه آئی هین ، اگرچه میری طبیعت اور میری خواهش کی منافی هے لیکن والله میری عقیده اور تصور اور قیاس کی مطابق هے . یعنی مین یہی سمجھا تھا که البته یونہی هوگا (ایضاً ، ص ۱۵٤) .

نیا دیکھا ۔ حق تعالی حضرت کو سلامت با کرامت رکھے[۱] ۔

دعا گو ایك مہینا بھر سے بیمار ہے ۔ ابتدا وهی قولنج دورے ۔ بسببِ استعمالِ ادویۂ حارّہ ، کہ اس مرض مین اوس سے گزیر نہین ، تپ نے آ گھیرا ۔ کئی باریان بھگتین ۔ اب دو باریان ٹلگئی هین ۔ لیکن طاقت باالکل[۲] سلب هوگئی ہے ۔ اور ضعفِ دماغ نے قریب به هلاکت پہنچا دیا ہے ۔ باالفعل[۲] آب سیب کا استعمال ہے ۔

---

(۱) نواب صاحب کی مذکورہ سفر کی تفصیل یہ هی ، کہ « .... جناب ملکۂ معظمه وکٹوریه آنجہانی کا ایك فرمان ۲۰ جولائی سنه ۱۸۶۱ ع کو صادر هوا : جسکا خلاصه یه تها . کہ [مابدولت نی اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارك سی ایك رتبۂ جدید بہادری جو آج سی دوام کیلئی خطاب ' موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا ' سی موسوم هوکر مشہور هوگا ، تجویز اور ایجاد کیا هی . اور مابدولت کا ارشاد هوتا هی ، کہ رتبۂ مذکور مین ایك شخص ' ساورن ' (سردار اعلی) ایك ' گرانڈ ماسٹر ' (سردار) اور پچیس ' نائٹ ' (بہادر) شریك رهین . اور والیان هند اور سرداران هندوستانی اور هماری رعایا مین سی وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتی هون ، اس رتبۂ عالی سی محروم نه کئی جائین . مابدولت کی تجویز اقدس سی مابدولت کی عزیز مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل هندوستان اس .... رتبه کی اول سردار مقرر هوی . اور یه مقتضای دانشمندی اور مصلحت هی ، کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسی اشخاص کو ، جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سی نامزد هوکر اس رتبه کی بہادر مقرر کئی جائین ، عہدۂ موسومه ' نائٹ بیچلر ' عطا کرنیکا مجاز هی ....] . اسکام کیواسطی لارڈ کیننگ صاحب نی ایك دربار الهآباد مین مقرر کرنیکی تجویز کی . اور نواب سید یوسف علیخان بہادر کو بھی بلایا . نوابصاحب مع خدم وحشم الهآباد گئی : یکم نومبر سنه ۱۸۶۱ ع کو ایك شاهانه دربار منعقد هوا .... جب تمام اهالی جاسه اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئی ، تو نوابصاحب بہادر تخت شاهی کی محاذی تشریف لیگئی . اور گورنر جنرل نی اپنی هاتھ سی اس رتبه کی تمغی عطا فرمائی . اور کھڑی هوکر بیان کیا : ' .... چونکه یه رتبه سب سی پہلی آپ صاحبون کو عطا هوا هی ، امید هی کہ آپ هند کی باشندون مین ایسا طریقه اختیار کرینگی کہ آپ کا طرز عمل دیکھنی سی هند کی سردارون یا باجگزارون کو ملکۂ معظمه کیساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا هو ' . بعد اس تقریر کی دربار برخاست هوا . اور نوابصاحب گورنر جنرل سی رخصت هوکر اپنی دارالریاست کو واپس تشریف لائی » (اخبار الصنادید ، ج ۲ ، ص ۱۱۳-۱۱۶) .

نوابصاحب کی فرمان بنام غالب مورخۂ ۸ اکتوبر سنه ۶۱ ع مطابق ۲ ربیع الثانی سنه ۷۶ھ سی معلوم هوتا هی ، کہ حضور ۱۳ اکتوبر سنه ۶۱ ع کو الهآباد روانه هوی . تقریباً ایك ماہ رامپور سی باهر رهنی کا خیال تھا . لیکن جیسا کہ میرزا صاحب کی خط سی معلوم هوتا هی نومبر کی پہلی هفته مین واپس تشریف لی آئی .

(۲) ان دونون لفظون مین میرزا صاحب نی ایك الف زائد لکھدیا هی . صحیح « بالفعل » اور « بالکل » هی .

طریقۂ دعا گوئی و ثنا خوانی کی رعایت سے نوبیت بسبیل مثنوی ، کہ جس مین حصولِ عطیۂ سلطانی کی ھجری وعیسوی تاریخ ھے ، بہر حال لکھ لی ھین . کل ورودِ عنایت نامه سے معزز ھو کر آج وہ اشعار نذر کرتا ھون[1] . زیادہ حدِ ادب . تم سلامت رھو قیامت تك . شفقت کا طالب غالب .
دو شنبه ۱۱ نومبر سنه ۱۸٦۱ .

(۲٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کل ایك شعر ظھوری مغفور کا اور ایك شعر غالب مرحوم کا ایك ورق پر لکھکر صبح کو ڈاك مین بھجوا دیا . شام کو توقیعِ وقیع ھرکارۂ ڈاك نے لادیا . اگست سنه ۱۸٦۲ کی پرورش کی ھنڈوی پہنچی ، اور سو روپیه وصول ھوگئے .

فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھے . چند روز سے تفقد و التفاتِ قدیم مین ، خدا نخواسته باشد ، کچھ کمی پاتا ھون . اگر غلط ھے میرا گمان ، تو بشرفِ اطلاع مشرف فرمائیے . اور اگر میرا دلِ دیوانه سچ سمجھا ھے ، تو متوقع ھون کہ عتاب کے سبب سے آگھی پاؤن . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رھو ھزار برس　ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

معروضۂ صبحِ دو شنبه ۱۵ ستمبر سنه ۱۸٦۲ ع . [مہرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ھ] .

یه عرضداشت جدا ھے ، البته اس کے جواب کا امیدوار ھون ، اور رسیدِ معمولی جدا ھے[2] .

(۲۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . نوازشنامه مع سو روپیه کی ھنڈوی کے پہنچا .

---

(۱) اس مثنوی کے متعلق لفافه کی پشت پر نوٹ ھے « تاریخ نزد منشی سیلچند ماند » . سرکار نے اسکی تعریف مین ۱۷ نومبر کو تحریر فرمایا « سبحان الله ! ھر تاریخ بے بدل اور بطور نادر اور تحفۂ بے مثل ھے » .
(۲) یه عبارت عریضه کے آخر مین مہر کے بعد تحریر ھے .

اگست سنه ۱۸٦۲ کے مہینے کی پرورش کا روپیه وصول هوا .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

[مہرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ھ] . دو شنبه ۱۵ ستمبر سنه ۱۸٦۲ .

(۲۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه مع هنڈوی سو روپیه کے شرفِ ورود لایا . سو روپیه مصارفِ ستمبر سنه ۱۸٦۲ کا معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

معروضۂ دهم(۱) اکتوبر سنه ۱۸٦۲ . خوشنودیِ مزاج کا طالب غالب .

(۲۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامۂ ربوبیت طراز ، مورخۂ ۱۱ مارچ سنه ۱۸٦۳ ، ۱٤ ماهِ مذکور کو مین نے پایا . دوسو روپیه کی هنڈوی کا شکر بجا لایا . کہانتک شکر بجا لاؤنگا . کس کس عنایت کا سپاس ادا کرونگا . « شکرِ نعمتهایِ تو چندانکه نعمتهایِ تو » .

اب سنیئے اپنے دعاگو کی داستان . منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے(۲) خلعت عطا کیا . اور فرمایا که هم تمهین مژده دیتے هین ،

(۱) لفافه پر یوم جمعه ۱۰ اکتوبر سنه ۱۸٦۲ لکہا هی .

(۲) سر رابرٹ منٹگمری صاحب مراد هین . یه فروری سنه ۱۸۵۹ ع سی جنوری سنه ۱۸٦۵ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رهی تهی . قدر بلگرامی کی نام کی مکتوب سی معلوم هوتا هی ، که مرزا صاحب انکی دربار مین شریك نہین هوی تهی . دربار کی بعد منٹگمری صاحب نی بلاکر اپنی طرف سی خلعت عطا کیا ، اور وهین دربار انباله کی متعلق گفتگو هوئی . فرماتی هین : « .... رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ بہادر قلمرو پنجاب یہان (دلی) آئی . دربار کیا . مین نگیا . دربار کی بعد ایك دن باره بجی چپراسی آکر مجکو بلا لیگیا . بہت عنایت فرمائی . اور اپنی طرف سی خلعت عطا کیا » (اردوی معلی ، ص ٤۰٦ ، لاهور ایڈیشن سنه ۱۹۲٦ ع) . منشی شیونراین کی نام کی خط مین واقعه کی مزید تفصیلات تحریر کی هین . فرماتی هین : « ... بڑی لارڈ صاحب کی ورود کی زمانی مین نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بهی دلی مین آئی . دربار کیا . خیر کرو . مجهه کو کیا . ناگاه دربار کی تیسری دن باره بجی چپراسی آیا . اور کہا که (باقی)

که نواب گورنر جنرل بہادر نے[1] اپنے دفتر مین تمھارے دربار اور خلعت کے بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا . مین نے عرض کیا که مین انبالے جاؤن ؟ فرمایا البته انبالے جانا هوگا .

بعد جناب نوابصاحب کے جانے کے شہر مین شہرت هوئی ، که دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع هین . گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا . آپ خط اپنا دے آیا . زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا . پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا . چنانچه لفافه بلحاظِ گرانیِ وزن رہنے دیتا هون ، اور خط بجنسه حضرت کو بھیجتا هون .

کل سے ایك اور خبر اوڑی هے ، که نصیبِ اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز هو گئی هے . انبالے مین دربار نکرینگے . اور شمله کو چلے جائینگے . اب مین دو وجه سے بین السفر و السکون متردد هون . پہلی وجه خاص . دوسری وجه عام . دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا هے ، اور سو مہاجن کے هان ڈاك اور خرچِ راه کیواسطے رهنے دئے هین . تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا . جو حکم آئیگا آپ سے عرض کر کے اوسکی تعمیل کرونگا .

(بقیه) نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا هے . بھائی یه آخر فروری هے . اور میرا حال یه هے که علاوه اوس دائیں هات کے زخم کے سیدھی ران مین اور بائیں هات مین ایك ایك پھوڑا جدا هے . حاجتی مین پیشاب کرتا هون . اوٹھنا دشوار هے . بہر حال سوار هوگیا . پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا . پھر نوابصاحب کی خدمت مین حاضر هوا . تصور مین کیا بلکه تمنا مین بھی جو بات نه تھی وه حاصل هوئی . یعنی عنایت سے عنایت ، اخلاق سے اخلاق . وقت رخصت خلعت دیا . اور فرمایا که یه هم تجھ کو اپنی طرف سے از راه محبت دیتے هین . اور مژده دیتے هین ، که لارڈ صاحب کے دربار مین بھی تیرا نمبر اور خلعت کھل گیا . انبالے جا . دربار مین شریك هو . خلعت پہن . حال عرض کیا گیا . فرمایا : ' خیر اور کبھی کے دربار مین شریك هونا ' . اس پھوڑی کا برا هو انبالے نجا سکا » (اردوی معلی ، ص ۳۸۳ و ۳۸٤) .

(۱) لارڈ الگن بہادر مراد هین . یه لارڈ کیننگ کے بعد هندوستان کے وائسرای هوے . جنوری سنه ۱۸٦۲ ع مین چارج لیا اور ۲۰ نومبر سنه ۱۸٦۳ ع کو فوت هوگئے . میرزا صاحب ایك مکتوب کے آخر مین لکھتے هین : « ۲۱ جمادی الثانی سال ' غفر ' مطابق ۳ دسمبر سال ' کیا غضب هے هے ' یه گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی هے » (اردوی معلی ، ص ٤۰۵) .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

معروضۂ ۱۶ مارچ سنه ۱۸۶۳ ۔ (مہرِ غالب سنه ۱۲۷۸ ھ)[۱] ۔

(میرزا صاحب نے ایک عریضه ۲۸ جولائی سنه ۱۸۶۳ع کو لکھا تھا. مثل مین اوسکا لفافه موجود ہے ۔ میر منشی صاحب دارالانشا نے اوسپر تحریر کیا ہے: «عرضی در حضور ماند») .

(۳۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. جب انبالے میرا جانا نہوا ، تو مین نے قصیدۂ

---

(۱) میرزا صاحب نے ۱۳ رمضان مطابق ٤ فروری (سنه ٦٣ع) کو میرزا تفته کے نام حسب ذیل خط لکھا هے : «... همیشه نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار مین مجکو ۷ پارچے اور تین رقم جواهر خلعت ملتا تھا . لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئے هین . ناامید هوکر بیٹھرها . اور مدت العمر کو مایوس هو رها . اب جو یہان لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے . مین جانتا تھا ، که یه بهی مجھسے نه ملینگے . کل اونهون نے مجکو بلا بهیجا . بہت سی عنایت فرمائی . اور فرمایا که لارڈ صاحب دلی مین دربار نکرینگے . میرٹ هوتے هوے اور میرٹ مین اون اضلاع کے علاقه دارون اور مالگزارون کا دربار کرتے هوے انبالے جائینگے . دلی کے لوگون کا دربار وهان هوگا . تم بهی انبالے جاؤ . شریك دربار هوکر خلعت معمولی لے آؤ . بهائی کیا کهون که کیا میری دل پر گزری . گویا مرده جی اٹھا . مگر ساتھ اس مسرت کے یه بهی سناٹا گزرا ، که سامان سفر انباله و مصارف بے انتها کهان سے لاؤن . اور طره یه که نذر معمولی میری قصیده هے . ادهر قصیده کی فکر . اودهر روپیه کی تدبیر . حواس ٹھکانے نہین . شعر کام دل و دماغ کا هے . وه روپیه کی فکر مین پریشان . میرا خدا یه مشکل بهی آسان کریگا . لیکن اندنون مین نه دن کو چین هے . نه رات کو نیند هے . یه کئی سطرین تهین ، اور ایسی هی کئی سطرین جناب نوابصاحب کو ، لکھکر بهیجدی هین . جیتا رها تو انبالے سے آکر خط لکھونگا» (اردوی معلی ، ص ۱۱۱) .

اس خط سے معلوم هوتا هے ، که میرزا صاحب نے محولۂ بالا «سطرین» چار فروری کو یا اس سے ایك دو دن قبل نوابصاحب کی خدمت مین ارسال کی تهین . سوء اتفاق سے ان سطور والا عریضه مثل مین موجود نہین . البته نوابصاحب کا جواب شامل هے . القاب وآداب کے بعد ارشاد فرمایا هے: «... مشفقا! هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای مصارف تشریف فرمائی سامی برای ملازمت جناب مستطاب معظم الیهم معطوف رقیمة الوداد هذا مرسل خدمت شریف است». یه فرمان ۱۱ مارچ سنه ٦٣ع کو تحریر کیا گیا تها . میرزا صاحب کے عریضه مین اسیکا حواله هے . اصل عریضه کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ۱۹ مارچ کو تحریر فرمایا : «... چونکه خط نواب صاحب کمشنر بہادر سے عدم حصول شرف ملازمت جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بهادر دام اقبالهم کا بمقام انبالے مستنبط هے . اسواسطے تشریف لیجانا آپ کا انبالے کو بلا استجازت ضرور نہین معلوم هوتا . آینده جو رای زرین آپکی اس خصوص مین مقتضی هو . اور خط مسطور بجنسه واپس بهیجا جاتا هے ...» .

مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریقِ ڈاك جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نوابِ معلی القاب کی نظر سے گزرانین[1]. اور یہ دستورِ قدیم تھا، کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا، تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکامِ ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافقِ معمول قصیدہ بھیجا، یقین ھے کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سے لشکر کو گیا، صدائی برنخاست. ناامید ہوکر بیٹھرھا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسمِ تحریرِ خطوط نرھی، تو دربار اور خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاك مین آیا. وھی افشانی کاغذ. وھی القاب. جی چاھتا تھا کہ اصلِ خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی خوشنودی کا طالب غالب. صبحِ سہ شنبہ ٤ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦۳[2].

---

(۱) قصیدۂ مذکور کیلئے مثنوی ابر گہربار (ص ۳۵، مطبوعہ اکمل المطابع، دھلی، سنہ ۱۲۸۰ھ) ملاحظہ ہو.

(۲) صاحب سکرتر بہادر کی محولۂ بالا خط کی نقل حسب ذیل ھی:

نقل خط جناب صاحب سکرتر بہادر

سر نامہ.

در شہر دھلی.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان، مرزا اسد الله خان غالب سلمہ الله تعالی.

خط بر کاغذ افشان.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان سلامت.

قصیدۂ با آب وتاب در مدحت نواب مستطاب معلی القاب ویسرای وگورنر جنرل بہادر دام اقبالہ وصول گردیده، بر رخ ارادت آن مہربان آبی، و بر جبین عقیدت ایشان تابی افزود. واز گرانمایہ گوھرھای بحر فکر یکتا سخنور معنی پرور، کہ گنج بر گنج نہاده بود، از نظر قبولی بندگان نوابصاحب ممدوح گزشتہ، طرب پیرای خاطر ھمایون ایشان گشت. زیاده چہ نگاشتہ آید. (دستخط انگریزی) مرقوم ۳۰ جولائی سنہ ۱۸٦۳ع.

یہان یہ امر قابل اظہار ھی کہ میرزا صاحب کی اس روحانی سرور کی حصول مین اونکی ایك جسمانی عارضہ نی خلل اندازی کی. چنانچہ جمعہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۸٦۳ع کو میر سرفراز حسین کو (باقی)

(۳۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـد تسلیم کے معروض ہے . نوازشنامه اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین . «شکرِ نعمتہایِ تو چنـــدانکه نعمتہایِ تو» . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیـامت تك   دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب **غالب** . سه شنبه پنجم جولائی سنه ٦٤ .

(۳۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت مع قطعۂ ہنـڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیـــه بابت تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦٤ کے معرضِ وصول مین آیا .

تم سـلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحّم کا طالب **غالب** . ۱۱ اگست سنه ۱۸٦٤ .

(۳۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامه مع ہنـڈوی عزِ ورود لایا . سو روپیـه بابت تنخواهِ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده

(بقیه) لکھتے ہین: «رجب کے مہینے مین سیدھے ہاتھ پر ایك پھنسی ہوئی، پھنسی پھوڑا ہوگئی . پھوڑا پھوٹکر زخم بنا . زخم بگڑ کر غار ہوگیا . اب بقدر یك کف دست وه گوشت مردار ہوگیا . انبالے جانی کی بھی یہی وجه ہوئی (اردوی معلی ، صفحه ۱۵۲) . بعدازان ۳ مئی کو منشی شیونراین کو لکھا ہے: «... اس پھوڑی کا برا ہو انبالے نجاسکا» (ایضاً ، صفحه ۳۸٤) . میرزا تفته کو ایك غیرمورخه خط مین اطلاع دی ہے: «لو صاحب! ہم نے لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکے انبالے کا جانا موقوف کیا . اور بڑی گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا . بیمار ہون . ہات پر ایك زخم ، زخم کیا ایك غار ، ہوگیا ہے . دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے» (ایضاً . صفحه ۳٦۸ ، لاہور ایڈیشن سنه ۱۹۲٦ ع) .

حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . جمعه نهم ستمبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . صدورِ والا نامه سے مین نے عزت پائی . بذریعهٔ هنڈوی سو روپیه بابت تنخواهِ ستمبر سنه ١٨٦٤ وصول هوئے . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

ترحم کا مستحق اور تفقّد کا طالب غالب . دو شنبه دهم اکتوبر سنه ١٨٦٤ عیسوی .

(٣٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم و نیاز معروض هے . جب سے حضرت کی ناسازیِ مزاجِ مبارك کا حال خارج سے مسموع هوا هے ، عالم الغیب گواه هے که مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میرے فرزند حسین علی خان[1] پر کیا گزر رهی هے . ایکدن رات میرے گھر مین روٹی نهین پکی . هم سب نے فاقه کیا . بارے وه خبرِ وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانے هوئے . باالکل[2] اطمینان جب هوگا که آپ کے غسلِ صحت کی نوید سنونگا ، اور قطعهٔ تاریخِ غسلِ صحت لکھکر

---

(١) حسین علی خان ، مرزا صاحب کی متبنی زین العابدین خان عارف کی لڑکی تهی . باپ کی انتقال کی بعد مرزا صاحب نی انهین پوتون کی طرح پالا تها . نواب خلد آشیان کی عهد مین ریاست سی وظیفه پانی لگی تهی . یه نهایت خوشگو شاعر تهی . اردو اور فارسی دونون زبانون مین شعر کهتی تهی . فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص تها . اپنی والد کی طرح انهون نی بهی نوجوانی کی عالم مین سنه ١٢٩٦ھ (١٨٨٠ ع) مین انتقال کیا . « شادان فرخ نهاد » مادهٔ تاریخ هی (انتخاب یادگار ، صفحه ٢٧ و ١٧٦ ، وتاریخ لطیف قلمی ، ص ١٥٢ ، مصنفه مولوی مهدیعلیخان مرحوم سابق تحویلدار کتب خانه) .

(٢) میرزا صاحب نی اس لفظ کا املا دو الفون کی ساتهه لکها هی . صحیح « بالکل » بیك الف هی .

بھیجونگا. فی الحال اتنا چاھتا هون که اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقتِ مرض سے آگہی حاصل هو[1]. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

تمھاری سلامتی کا طالب **غالب**. ٨ نومبر سنه ١٨٦٤.

(٣٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. ابتدای یکم نومبر سے ١١ تك عرض نہین کرسکتا که لیل و نہار مجھ پر کیسے گزرے هین. راہ دور، مین رنجور، معہذا بیمقدور. اگر دلی سے رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی هوتی، تو مین یہان ایك دم نه ٹھرتا اور خدمت مین حاضر هوتا. تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل هو. ناچار از راهِ اضطرار ٨ ماهِ حال یعنی نومبر کو عریضه روانا کیا. خدا کی عنایت اور مرشدِ کامل یعنی حضرت کی هدایت نے اوس خط کے جواب آنے کی مدت سے پہلے مجھے گردابِ اضطراب سے نکالا. کل ١٢ نومبر کو نوازشنامه آگیا. گویا میری جان بچ گئی. بلکه ایك اور نئی جان میرے بدن مین آ گئی. اب استدعا یه هے که حالِ ناسازیِ مزاجِ اقدس مفصل معلوم هو. زیادہ حدِ ادب[2].

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

عافیت کا طالب **غالب**. یکشنبه ١٣ نومبر سنه ١٨٦٤.

---

(١) نواب فردوس مکان اس سال عارضۂ سرطان مین مبتلا هوکر مسلسل ٦ ماہ تك علیل رهی. میرزا صاحب سی اونکی تعلقات شاگردانه اور کریمانه تھی. اسلئی جب علالت کی اطلاع ملی تو یه بہت متردد هوی. اور بذریعۂ عریضۂ هذا حقیقت مرض سی آگاہ کرنیکی درخواست کی. لیکن مثل مین اس کا جواب موجود نہین. اس سی خیال هوتا هی که غالباً شدت مرض کی سبب جواب مین تاخیر هوئی. اور جب اس عرصه مین میرزا صاحب کا آینده خط بھی موصول هوگیا تو دونون کی جواب مین مرض کی حقیقت سی اونہین اطلاع دیگئی.

(٢) اس عریضه کی جواب مین ١٩ نومبر کو نوابصاحب نی تحریر فرمایا « مشفقا! اب فضل الٰهی سی پھوڑۂ لاحقه مین بہت تخفیف اور قریب الاندمال کلی هی ». عریضه نمبر ٣٨ سی معلوم هوتا هی که یه فرمان مرزا صاحب کو ٢٦ نومبر کو موصول هوا.

(۳۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . عنایت نامه مع ھنـڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیه بابت اکتوبر سنه ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سـلامت رھو قیامت تك   دولت و عز و جاه روز افزون

عافیت کا طالب غالب . ١٣ نومبر سنه ١٨٦٤ .

(۳۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کس زبان سے کہون ، اور کس قلم سے لکھون ، که یه ھفتــه عشره کس تردد وتشویش سے بسر ھوا ھے . ھر روز شام تك جانبِ در نگران رھتا ، که ڈاك کا ھرکاره آئے ، اور حضرت کا نوازشنامه لائے . بارے خدا کی مہربانی ھوئی . از سرِ نو میری زندگانی ھوئی ، که کل چار گھڑی رات گئے ڈاك کے ھرکارے نے وه عطوفت نامـۂ عالی دیا ، جس کو پڑھکر روحِ تازه رگ و پے مین دوڑ گئی . نیـند کس کی . سونا کس کا . روشنی کے سامنے بیٹھـا اور اشعارِ تہنیت لکھنے لگا . سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لکھ لئے تب سویا . اب اس وقت وه مسوده صاف کرکے ارسال کرتا ھون[1] .

---

(۱) اشعار مذکور کی متعلق عریضه کی لفافه پر نوٹ ھی : « حسب الحکم تاریخ نزد مولوی امیر احمد صاحب فرستاده شد . یکم دسمبر سنه ١٨٦٤ ع » . امیر صاحب نی تذکرۂ انتخاب یادگار (ص ٢٥٠) مین ، قطعۂ تاریخ غسل صحت کی نام سی یه ٦ شعر درج کئی ھین :

دائم شنیدۂ که در اقصای مغربست   سر چشمۂ که خضر شد از وی بقا پذیر
جوی بریده اند و روان کرده اند آب   حمام را بحوض ازان فرخ آب گیر
ھنگام شب که زیر زمین باشد آفتاب   از تاب مہر گرم شد آن آب نا گزیر
حمام حوض بنگر و گل جامش آسمان   و آن را سفید کرده فروغ مه منیر
آمد برای غسل بگرما به اندرون   مانند معنی که نهد روی در ضمیر
اینك (فراغ) و (اخترنیك) و (خجسته روز)   پیداست زین سه لفظ سه تاریخ دلپذیر
١٢٨١ھ ١٢٨١ھ ١٢٨١ھ

(باقی)

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۷ نومبر سنہ ۱۸٦٤.

(۳۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ عزِ ورود لایا. از روی ِ ہنڈوی سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ نومبر سنہ ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

تمہاری سلامتی کا طالب غالب. ۱۳ رجب و دسمبر سنہ ۱۸٦٤.

(٤٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. حضرت کے قدمون کی قسم چوب چینی کے ارسال کا حکم ڈاک سے مین نے نہین پایا. ۲۲ دسمبر کو ہرکارہ آیا. نوازشنامۂ شرف افزا لایا. دلّی اب شہر نہین، چھاؤنی ہے، کنپ ہے. نہ قلعہ، نہ شہر کے امرا، نہ اطرافِ شہر کے روسا. بہر حال تین چار دن مین ہر یك جگہ سے منگوا کر رنگین وسنگین و بے گرہ یا کم گرہ خود چنکر پانچ سیر قطعاتِ

(بقیہ) اس مین چوتھی شعر کی بعد ایك شعر ساقط معلوم ہوتا ہی. نوابصاحب نی اس قطعہ کی تعریف مین حسب ذیل گرامی نامہ ٢٤ شعبان سنہ ١٢٨١ھ مطابق ٢٥ جنوری سنہ ١٨٦٥ع کو تحریر فرمایا: «ہماری صحت کی تہنیت مین قطعہ مبارك باد کا، جو آپ نی بھیجا ہی، وہ پونہچا. اوسکی آنی سی سرور صحت دوبالا ہوگیا. ایسی نظم ایسی تاریخین دوسریسی کب ہوسکتی ہین. حقا کہ اللہ تعالی نی آپکو بی مثل اور عدیم النظیر پیدا کیا ہی. جس کمال کو دیکھی اوس مین آپکی ذات فرد کامل ہی. فی الحقیقت ہم نی اس مرض مین بڑی تکلیف اٹھائی. بہت ایذا پائی. اللہ نی بڑا فضل فرمایا. دوستونکی دعا کو قبول کیا. شفا حاصل ہو گئی ہی. اندك زخم اندمال ہونیکو باقی ہی. غالب ہی کہ دس بارہ دن مین مرہم لگانا موقوف ہو جائی. آپ کا ہدیۂ مرسلہ اکثر نقل محفل رہتا ہی. جو سنتا ہی جو دیکھتا ہی وارفتہ ہوجاتا ہی. سچ ہی ایسی لوگ کہان پیدا ہوتی ہین. ہزارون برس فلك چرخ لگاتا ہی تب کہین ایك شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ہی. الہم بصحت وعافیت طول عمر عطا کری. اور تا دیرگاہ اہل جہان آپ کی ذات سی مستفید ہوا کرین. باقی خیریت».

چوب چینی ایك ٹهلیا مین رکهکر آٹے سے منهه بند کیا ۔ پهر کپڑا لپیٹا ۔ ڈورے سے خوب مضبوط باندهکر دو جگه اپنی مهر کی اور وه ٹهلیا کہار کو سونپی ۔

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

روزِ دو شنبه ۲٦ دسمبر سنه ۱۸٦٤ ۔ وقتِ صبح حوالۂ کہارِ سرکار ۔ (مهرِ غالب) ۔

(٤١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض هے ۔ نوازشنامـه کے ورود سے عزت اور ادراكِ صحت و عافیتِ مزاجِ اقدس سے مسرت حاصل هوئی ۔ پرچۂ هنـڈوی اوس توقیع مین ملفوف پایا ۔ سو روپیـه بابت تنخواهِ دسمبر سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا ۔ زیاده حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

حضور کی سلامتی کا طالب غالب ۔ ١٤ جنوری سنه ۱۸٦٥ عیسوی ۔

(٤٢)

بحضرتِ فلك رفعت ، نوابِ معلی القاب ، انجم گروه ، آفتاب شکوه ، به بخشش و بخشایش بینوایان را تونگر کن ، و ناتوان را توانا ساز ، در عز و جاه با تاجداران همسر ، و در ملك و سپاه با شهریاران انباز ، که بفرزانگی حلقه درگوش افگنندۂ دانش گستران ، و بمردانگی غاشیه بردوش نهندۂ دلاوران ۔

هرچـه از نیایش وستایش بتقدیم همیرسد ، حرزِ بازویِ همت است ، تا بدان نیرو در سخن دلـیری تواند کرد ۔ همانا از رازِ سپهر و ستاره سخن همیرود ۔ وخجستگی و فرخندگیِ چند گفته می شود ۔

این نافِ هفته که راستان در باسـتان این را «بهرام روز» میگفتند ، و اکنون سه شنبه نام دارد ، روزیست فیروز ویژه ، درین سالِ فرخ فال ، که دو یمـین روز است از فروردین ، وروزِ بست ویکم از مارچ ، و روز بست

و دوم از شوال. بارے نخست بر آن سروِ شاه نشان، که امروز بشستنِ اندام آبروی گرمابه افزود، مبارك. و سپس بر غالبِ سخندان، که عافیت جوی و دعا گوی این درگاه ست، همایون.

همانا درین روزگار خسروِ ستارگان، که مهرِ منیرش دانی، در برّه. و از سوی فراز نخستینِ سیارگان، که زحلش خوانی، در ترازو. سعدِ اکبر به قوس. و سعدِ اصغر به ثور. آن دو نیر به بیت الشرف خوشنود و شاد. و این دو اختر بکاشانه‌هایِ خویشتن آباد. گمان ندارم که از خسروانِ پارس و سلاطینِ عرب هیچکس را چنین طالعے بهر جلوس اتفاق افتاده باشد، که حضرت ولیِّ نعمت را برایِ غسلِ صحت دست بهم داده است. خرد تا گفتارِ مرا شنود، چشمك زد، و به پیغاره سرود که: «ای در درخشانیِ انجم وآفتاب چون کودکان در بال افشانیِ کرمکهایِ شب تاب نگران، از حلقهٔ اختر شماران بدر آی. و بدبستان حکمایِ روحانی رمزے از حکمتِ ایمائی بشنو. تا بدانی که بدین امیرِ مسند سریرِ سلطان نظیر عمرِ جاودانی و دوامِ لذتهای روحانی بخشیده اند». گفتم: «تا برهان نباشد کالبدِ سخن را جان نباشد. مرا بیخبر مپندار. و اگر حجتے داری بیار». گفت: «برهانے ازین ارجمند تر، وحجتے ازین خرد پسند تر، چه خواهد بود، که چون آفریدگان را در آن جهان عمر دو باره دهند، دیگر بیمِ مرگ برخیزد. و به بانگِ صور از خوابِ فنا جستگان در آن گیتی جاوید پایند. مگر صحتِ خداوند ازین رنجوریِ هولناك بدان نماند، که پنداری عمر دوباره یافت؟ پس اقتضایِ دوباره زیستن تغیر چرا پزیرد. و چون هستی یافتگانِ آن جهان در آن جهان جاودان زنده مانند، آنکه درین گیتی حیاتِ ثانی پزیرفته باشد، هم درین گیتی همیشه زندگانی چون نکند. این عمرِ عزیز که بخدایگان داده اند، عمرِ خضر و الیاس نباشد، که یکے را بشمردنِ ریگِ صحرا، و دگرے را به پیمودنِ آبِ دریا

گزرد. انشاء الله العظیم جنابعالی، تا جهانست، پرویز بزم، تهمتن رزم، دشمن گداز، دوست نواز، بلب در سخن اخترفشان، و بکف در کرم گوهرفشان خواهند زیست».

قطعهٔ تاریخِ غسلِ صحت، و قصیدهٔ تهنیت که پیش ازین فرستاده ام[1]، نظمے است شاعرانه. و این نگارش نثریست عارفانه. قانونِ حکمت و شریعت

---

(۱) قطعهٔ تاریخ غسل عریضه نمبر (۳۸) کی حاشیه مین درج کیا جاچکا هی. قصیدهٔ تهنیت مثل مین شامل نهین. لیکن اردو دیوان غالب مع شرح نظامی (مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ۱۹۲۲ع) کی صفحات ۲٤٤ - ۲٤۷ پر ایك قصیده پایا جاتا هی، جو نواب سعید الدین احمد خان طالب مرحوم جاگیردار ریاست لوهارو سی رسالهٔ کمال دهلی کو حاصل هوا، اور اوسکی اشاعت جنوری سنه ۱۹۱۰ع سی مولانا نظامی نی نقل کیا. مولانا کی خیال مین یه قصیده نواب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی غسل صحت کی تهنیت مین لکها گیا تها. لیکن میری نزدیك یه مرزا غالب کا محولهٔ بالا قصیده هی. اسلئی که اسمین جشن کی موقع پر عید، نوروز، اور هولی کا جمع هونا تحریر کیا گیا هی. اور منشی امیر احمد امیر مینائی کی قطعهٔ تاریخ (انتخاب یادگار، ص ۵۰) سی معلوم هوتا هی، که تیوهارون کا یه اجتماع نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی وقت هوا تها. ان کی قطعه کا آخری مصرع هی: «مهینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت هی». مرزا صاحب کا قصیده حسب ذیل هی:

مرحبا سال فرخی آئین! عید شوال، و ماه فروردین
شب و روز، افتخار لیل و نهار مه وسال، اشرف شهور و سنین
گرچه هی بعد عید کی نوروز لیك بیش از سه هفته بعد نهین
سو اس اکیس دن مین هولی کی جا بجا مجلسین هوئین رنگین
شهر مین کو بکو عبیر و گلال باغ مین سو بسو گل ونسرین
شهر گویا نمونهٔ گلزار باغ گویا نگارخانهٔ چین
تین تیوهار، اور ایسی خوب جمع هرگز هوی نهونگی کهین
پهر هوئی هی اسی مهینی مین منعقد محفل نشاط قرین
محفل غسل صحت نواب رونق افزای مسند تمکین
بزمگه مین، امیر شاه نشان رزمگه مین، حریف شیر کمین
پیشگاه حضور، شوکت و جاه خیر خواه جناب، دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشه جن کی خاتم کا آفتاب نگین
جن کی دیوار قصر کی نیچی آسمان هی گدای سایه نشین
دهر مین اس طرح کی بزم سرور نه هوئی هو کبهی بروی زمین
انجم چرخ، گوهر آگین فرش نور بی ماه، ساغر سیمین
راجه اندر کا جو اکهاڑا هی هی وه بالای سطح چرخ برین
وه نظرگاه اهل وهم و خیال یه ضیابخش چشم اهل یقین
وان کهان یه عطا و بذل و کرم که جهان گدیه‌گر کا نام نهین (باقی)

را جامع . ہم از روی ِ نقل حق ، و ہم از روی ِ عقل راست . بقای ِ خداوند بعمرِ تازه جاودانی ، و نشاطِ بی اندازه پیشکارِ این حیاتِ ثانی باد! چار شنبه ٢٣ شوال سنه ١٢٨١ ، و ٢٢ مارچ سنه ١٨٦٥ (مہرِ غالب)[1].

(بقیه)
یان زمین پر نظر جہانتك جائی ژاله آسا بچھی هین در ثمین
نغمۂ مطربان زهره نوا جلوۂ لولیان ماه جبین
اوس اکھاڑی مین جو که هی مظنون یان وه دیکھا به چشم صورت بین
سرور مہر فر هوا جو سوار به کمال تجمل و تزئین
سب نی جانا که هی پری توسن اور بال پری هی دامن زین
نقش سم سمند سی یك سر بنگیا دشت دامن گل چین
فوج کی گرد راه مشك فشان ره روون کی مشام عطر آگین
بس که بخشی هی فوج کو عزت فوج کا هر پیاده هی فرزین
موکب خاص یون زمین پر تھا جس طرح هی سپہر پر پروین
چھوڑ دیتا تھا گور کو بہرام ران پر داغ تازه دیکی وهین
اور داغ آپ کی غلامی کا خاص بہرام کا هی زیب سرین
بنده پرور! ثنا طرازی سی مدعا عرض فن شعر نہین
آپ کی مدح اور میرا منھه گر کہون بھی تو آئی کسکو یقین
اور پھر اب که ضعف پیری سی هو گیا هون نزار و زار و حزین
پیری و نیستی، خدا کی پناه! دست خالی و خاطر غمگین
صرف اظہار هی ارادت کا هی قلم کو جو سجده ریز زمین
مدح گستر نہین ، دعا گو هی غالب عاجز نیاز آگین
هی دعا بھی یہی که دنیا مین تم رهو زنده جاودان ، آمین!

(١) اس نثر کی رسید مین ٥ ذیقعده سنه ١٢٨١ ھ مطابق ٣ اپریل سنه ١٨٦٥ ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا: «نثر نثره نثار آپ کی آئی . جشن صحت کی مسرت بڑھائی . زبان خامه کو مجال صفت نہین . خامۂ زبان کو یارای مدحت نہین . سچ یه هی ، که آپ کی ذات هر کمال مین فرد کامل هی . هر فقره مین قوت سحبانی حاصل هی . انصاف کی تو یه بات هی ، که یه تحریر نہین کرامات هی . اس جشن مین اگرچه بظاهر آپ شریك نہین هوی ، مگر میری نزدیك شریك غالب رهی . الله تعالی صحت اور قوت عطا فرمائی . مشتاقون کو لطف مجالست هاتھ آئی . دست دعا بلند هی . نوید صحت کی طبیعت آرزومند هی . حال اپنا اکثر لکھتی رهی . زیاده شوق هی» . اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٢٣) سی معلوم هوتا هی که حسب تجویز صاحبزاده سید کاظم علیخان بہادر عرف چھوٹی صاحب باغ بینظیر مین یه جشن منایا گیا تھا .



بحضور نوابصاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض و عمانِ احسان، امیر المسلمین نواب کلب علیخان بہادر دام اقبالہ مقبول باد[1]

(نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان نواب فردوس مکان کی فرزند اکبر تھی . آپ جنابعالیہ فیروز النسا بیگم صاحبہ ملقب بہ نواب بہو بیگم دختر سید عبد العلی خان بہادر، خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر کی بطن سی ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۱۸۳۵ع کو اتوار کی دن صبح کیوقت متولد ہوی . سنہ ۱۸٦٤ع مین گورنر جنرل کی منظوری سی ولیعہد ریاست اور ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦۵ع مطابق ۲٤ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ھ کو جمعہ کی دن ۳۰ سال کی عمر مین مسند نشین ہوی. ۱۵ محرم سنہ ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۰ جون سنہ ۱۸٦۵ع کو مسٹر جان انگلس ایجنٹ ریاست وکمشنر روہیلکھنڈ نی رامپور آکر باضابطہ رسم مسند نشینی ادا کرائی . ماہ رجب سنہ ۸۲ھ مطابق دسمبر سنہ ٦۵ع مین ملکۂ معظمہ کیجانب سی خلعت آیا . اور اسی مہینی مین جشن جلوس منایا گیا . آپ بڑی حاتم دل، پابند شرع، بامروت، اور خلیق تھی . باقاعدہ زکوۃ ادا کرتی، اور غیر شرعی آمدنی سی خزانہ کی دولت کو پاک رکھتی تھی . خود صاحب علم تھی . فارسی خلیفہ غیاث الدین عزت صاحب غیاث اللغات سی حاصل کی، اور علوم حکمیہ مولوی فضل حق خیرآبادی اور مولوی عبد الحق خیرآبادی سی پڑھی . انکا دربار اہل فضل و کمال سی بھرا رہتا تھا. مشرقی علوم وصنائع کا شاید ہی کوئی ایسا ماہر ہو، جو انکی خوان جود و کرم کی زلہ ربائی نکرتا ہو. ان مین علما، شعرا، ادبا، خطاط، صحاف، طباخ، اور دیگر تمام ہنرون کی ماہرین شامل تھی. علمی مباحثون کا بہت شوق تھا . روزانہ دربار مین کسی نہ کسی علمی یا ادبی مسئلہ پر اہل دربار طبع آزمائی کیا کرتی تھی . آپ خود برابر کا حصہ لیتی، اور اسطرح اپنی معلومات کی دائرہ کو وسیع سی وسیع تر بناتی رہتی تھی . کتابین جمع کرنی اور اونہین پڑھنی کا بھی بیحد شوق تھا . اوس عہد مین جسقدر نایاب اور نادر کتابین مہیا کیگئی ہین، وہ اپنی اہمیت اور قیمت کی لحاظ سی مستقل کتابخانہ کی حیثیت رکھتی ہین . چونکہ فارسی ادبیات سی زیادہ تعلق خاطر تھا، اسلئی جب کوئی نئی فارسی کتاب داخل کتابخانہ ہوتی اوس کی سر ورق پر اپنی قلم سی تاریخ آمد وغیرہ لکھتی، اور خود مطالعہ کر لینی کی بعد کتابخانہ کی زینت بننی کی اجازت دیتی تھی . اردو، فارسی دونون زبانون مین شعر کہتی، اور نواب تخلص فرماتی تھی . فارسی کلام مرزا محمد تقی خان سپہر ملقب بلسان الملک مستوفی اول دیوان ہمایون اعلی سلطنت ایران مولف ناسخ التواریخ کی نظر سی گزرا تھا . اردو کلام منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی دیکھا کرتی تھی . ایک فارسی نثر مرزا غالب کو بھی اصلاح کیواسطی بھیجی تھی . مرزا انکی طرز نگارش کی بیحد مداح تھی . تصنیفات مین چار اردو کی دیوان، دیوان فارسی، تاریخ شاہان سلف، انتخاب بوستان خیال اور متعدد نثرین ہین . نوابصاحب کو اخبار بینی کا بھی شوق تھا . اخبار دبدبۂ سکندری، جو رامپور کا پہلا اخبار ہی، انہی

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ہی.



شبیه مبارک جناب نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان طاب ثراہ

کی ایما سی ۱۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ ع سی ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوا ۔ تعمیر کا بھی شوق تھا ، اور سابق جامع مسجد اور متعدد محلات اون کی اس شوق کی رہین منت تھی ۔ آپ نی بائیس سال سات ماہ کی حکومت کی بعد ۵۳ سال ٦ ماہ ۷ روز کی عمر مین بدھ کی دن ۳ بجی سہ پہر ۲۷ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۰٤ ھجری مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۸۸۷ ع کو انتقال کیا ۔ امیر مینائی نی « خوابگاہ حامی اسلام امیر المومنین » سی تاریخ وفات نکالی ھی۔)

(۴۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیمِ معروض باد ۔ نوازشنامہ مع ہنڈویِ صد روپیہ عزِ ورود لایا ۔ اپریل سنہ ۱۸٦۵ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا ۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب ۔ ٦ مئی سنہ ۱۸٦۵ عیسوی (۱) ۔

سر تا سرِ دھر عشرتستانِ تو باد صد رنگ گلِ طرب بدامانِ تو باد

عید است ، و بہار خرمی ھا دارد جانِ من وصد چون من بقربانِ تو باد

عنایت کا طالب غالب ۔ شنبہ صبحِ روزِ عیدِ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری نبویؐ (۲) ۔

---

(۱) ۲٤ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھجری مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦۵ ع کو جمعہ کی دن نصف النہار کی وقت نواب فردوس مکان نی انتقال کیا ۔ یہ خبر وحشت اثر دلی پہنچی ، تو میرزا صاحب نی نواب سید کلب علیخان بہادر خلد آشیان کی نام ۲۷ ماہ اپریل کو ایک عریضہ لکھا ۔ اصل تحریر مثل مین موجود نہین ۔ میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب سی ، جو ۱٤ مئی سنہ ۱۸٦۵ ع کو لکھا گیا تھا ، معلوم ہوتا ھی کہ وہ عریضہ تعزیت وفات اور تہنیت جلوس پر مشتمل تھا ۔ فرماتی ھین : « رامپور سی اپریل کی مہینی کا روپیہ ، اور تعزیت و تہنیت کی خط کا جواب آگیا ۔ آیندہ جو خدا چاھی » (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ، سنہ ۱۹۲٦ ع ، صفحہ ۳۵۹) ۔ نواب خلد آشیان نی یکم مئی کو اس عریضہ کی جواب مین تحریر فرمایا : « ..... صحیفۂ شریفۂ مورخۂ ۲۷ ماہ گذشتہ اسمی مخلص وصول الطاف آوردہ بما فیہا مطلع نمود. مشفقا ! آنچہ مشاہرۂ آن کرمفرما از عہد نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند » ۔ اسکی بعد سرکار نی ماہ اپریل کی تنخواہ کی ھنڈوی کا ذکر کیا ھی ۔ میرزا صاحب کا عریضہ اسی فرمان کی رسید ھی ۔

(۲) یہ رباعی ایک علحدہ ورق پر لکھی ہوئی مکتوب نمبر ۴۳ کیساتھ منسلک ھی ۔ لیکن از روی تاریخ اسکو دو تین دن بعد دلی سی روانہ ہونا چاھیۓ ۔ اسلئی کہ ٦ مئی کو ذی الحجہ کی ۸ تاریخ ہوگی اور یہ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو لکھی گئی ھی ۔ جو ۸ مئی کی مطابق ہوگی ، بنا برین ٦ تاریخ کی خط کیساتھ روانہ نہین ہوسکتی ۔

(٤٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعــدِ تسلیم معروض ہے۔ تہنیت نامـہ ارسال کرچکا ہون۔ جواب پا چکا ہون۔ قصیدہ کا لفافہ ارسال کیا ہے۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا[1]۔

حضرت فردوس مکانِ سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین

(۱) قصیدۂ تہنیت مثل مین موجود نہین ۔ لیکن میرزا صاحب نے اسکی ایك نقل خواجه غلام غوث خان بیخبر کو بهیجدی تهی ، جو عود هندی (صفحه ۱۷۱) مین ، خواجه صـاحب کے نام کے مکتوب کیساتھ درج هے۔ فرماتے هین : «....... والیء رامپور کو خـدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دونون مهینون کا روپیه موافق دستور قدیم آیا. جون ماه گذشته کا روپیه خدا چـاهے تو آجائے ۔ آج جمعه ۷ جولائی هے ۔ معمول یه هے که دسوین بارهوین کو رئیس کا خط مع هنڈوی آیا کرتا هے ۔ مین نے قصیدۂ تهنیت جلوس بهیجا ۔ اوسکا جواب آگیا ۔ اب مین نظم و نثر کا مسوده نهین رکهتا. دل اس فن سے نفور هے ۔ دو ایك دوستون کے پاس اوسکی نقل هے ۔ اونکو اسوقت کهلا بهیجا هے. اگر آج وه آگیا کل ، اور اگر کل آیا پرسون بهیجدونگا » . اسکے بعد قصیده شروع هوتا هے ۔ چونکه اسکے ساتھ کوئی نیا خط نهین هے اسلئے قیـاس چاهتا هے که خط کی روانگی کے قبل هی قصیده کی نقل موصول هوگئی هوگی. اور خط اور قصیده دونون ساتھ بهیجی گئی هونگی . قصیده یه هے :

تجلی که ز موسی ربود هوش بطور ـــ به شکل کلب علی خان دگر نمود ظهور
خجسته سرور سلطـان شکوه را نازم ـــ که رشك بر کلهاش دارد افسر فغفور
هوای لطف وی از جان خور برد سوزش ـــ نگاه قهر وی از روی مـه رباید نور
دم نگارش وصف کلام شیرینش ـــ چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فنـای رزمگهش شاهراه قهر و غضب ـــ بساط بزمگهش کارگاه سور و سرور
بخوان شرع بهین همنوالۂ شبلی ـــ به بزم عشق مهین هم پیالۂ منصور
ز روی رابطۂ حسن ماهتاب جمال ـــ بحسب ضـابطۂ جاه آفتـاب ظهور
بحکم مرتبه ، او حاکم و فلك محکوم ـــ ز راه قاعده ، شرع امرست او مامور
چو آب سیل روانی که ایستد بمغـاك ـــ بود همیشه به حنجان وی شراب طهور
زهی وزیر و خهی شهریار دانادل ـــ تو شاه کشور حسن و خرد ترا دستور
بنای منظر جاه ترا زحل معمار ـــ ثوابت کرۂ چرخ هشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر به بارجای جلال ـــ قفا خوز تو ارسطو بدرسگاه شعور
برای بزم نشـاط تو شمع چون ریزند ـــ ق ـــ نه پیه گاؤ بکار آورند و نی کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا ـــ بجای موم بر آید ز خانۂ زنبور
بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتـار ـــ ق ـــ ز بهر فاتحه آئی اگر تو سوی قبور
جهـان جانی وجان جهـان ، عجب نبود ـــ که از ورود تو هر مرده رقصد اندر گور
به پیشگاه تو زانوی همی زند انصاف ـــ که ای برحم وکرم در جهانیان مشهور ! (باقی)

مہینے پہلے سلام پانچ ساتھہ[1] لکھتے تھے، اور فرداً فرداً میرے پاس بھیجا کرتے تھے. جب وہ فراہم ہوچکتے، تو محرم سے دوچار دن پہلے مین اصلاح دیکر بھیجدیا کرتا تھا. ابکی برس ایك ہی سلام بھیجنے پائے. بس آج وہ سلام اس مراد سے حضور مین بھیجتا ہون کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان مین شامل ہوجائے. زیادہ حدِ ادب.

(بقیه) در انتقام کشی شیوۂ کرم مگزار — بر آر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندۂ عروج علوم — توئی بعلم کشایندۂ عقود صدور
صریر خامۂ من بین که میرباید دل — چنانکه از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحۂ من بین و تابش معنی — عیان چو شمع فروزنده در شب دیجور
امیر زنده دل ، آن والی ولایت نظم — به گنج خانۂ گنجه نظامیش گنجور
غروب مهر و طلوع مه دو هفته بود — رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او بزیر زمین رفت و آن ولایت یافت — تو باش والی روی زمین قرون و دهور
به انجمن نرسیدم ز ناتوانائی — ولی بعرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاك پای تو گر دستگاه داشتمی — نبودمی بغم دوری در تو صبور
من آن کسم که از افراط ورزش اخلاص — بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم‌دل و من سقیم ، دوری به — مباد رنجه شوی از نظارۂ رنجور
نظر بخستگی و پیری و تهیدستی — قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شعار غالب آزاده جز دعا نبود — که باد سعی دعاگوی در دعا مشکور
به دهر تا بود آئین که در نوا آرند — رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
به بزم عیش تو ناهید باد زمزمه سنج — نسیم عطرفروش از شمیم طرۂ حور
محب ز لطف تو بالنده چون نوا از ساز — عدو ز بیم تو نالنده چون خر طنبور

نواب خلد آشیان نے ۱٦ محرم الحرام سنه ۱۲۸۲ ھجری مطابق ۱۱ جون سنه ۱۸٦۵ع کو اس قصیدہ کے متعلق تحریر فرمایا: « ......دو قطعۂ سامی صحیفۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ تهنیت مسند نشینی راقم بر ریاست موروثی ملك رامپور، وثانی مع سلام من تصانیف جناب مغفرت مآب نواب صاحب وقبله فردوس مکان، دراسعد ازمنه یاسمین ریز دامن وصول فرحت شمول گشته.... حبذا قصیده که لآلی مدحت مضامین برجسته و معانی دل‌نشسته‌اش را برشتۂ ترقیم کشیدن آب دریا بکیل پیمودن است. و شمۂ از توصیف فصاحت وبلاغت آن بحیطۂ تحریر در آوردن ثوابت وسیاره را به پنج انگشت شمردن. .... درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشته ، موجب کمال مسرتهاست. چراکه راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند».

یه خط میرزا صاحب کو ۱۷ جون کو موصول هوا. ۱۸ جون کو اونهون نے اسکا جواب تحریر کیا. یه جواب نمبر (٤۷) پر درج هوگا.

(۱) یه مرزا صاحب کے املا کے مطابق هے. صحیح رسم خط « سات » هے.

تم سلامت رهو هزار برس — دولت و عز و جاه روز افزون

عنایت کا طالب **غالب**. شنبه یکم محرم الحرام سنه ۱۲۸۲[۱].

(۴۵)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعــدِ تسلیم معروض هے. حق تعالی جلّ جلاله و عمّ نواله جس گروه پر مهربان هوتا هے، وهان حاکمِ عادلِ رحیم بهیجتا هے، که بقوتِ عادله کفر و بدعت کی جڑ اوکهاڑ ڈالے، اور بصفتِ رحم رعایا کو پالے. مصداق اسکا ذاتِ قدسی صفاتِ جنابِ عالی هے. که قمار خانے کی بنا مٹا ڈالی هے. زهے قانونِ سیاست! غله کا محصول معاف کردیا هے. روپیه رعیت پر نثار کیا هے. زهے آئینِ ریاست!

رباعی

نواب که شد ز شوکتِ اقبالش — بخشیدنِ باجِ غله از اقبالش

فارغ شد هر کسیّ و روداد[۲] فراغ — هم فارغ و هم فراغ باشد سالش[۳]

۱۲۸۱ ھ

پیر و مرشـــد! حضرت فردوس مکان کا دستور تهـا، که جب مین قصیده بهیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین وآفرین کا، شرم آتی هے کهتے

---

(۱) لفافه پر ۲۷ مئی سنه ۱۸۶۵ درج هے.

(۲) اصل خط مین (رواد) بحذف دال هے.

(۳) میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی جود وکرم کے تذکره مین اس واقعه کو متعدد مقامات پر نقل کیا هے. حکیم غلام رضاخان کو لکهتے هین: «...... نواب صاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیه» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کے برابر، بلکه بعض شیوهٔ و روش مین اون سے بهتر هین. بمجرد مسند نشینی کے غله کا محصول یكقلم معاف کیا. علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبهٔ سرکای بخش دیا. ....» (اردوی معلی، ص ۴۵۲). میرزا تفته کے نام کے خط مین قدرے تفصیل کی هے. فرماتے هین: «...... نوابصاحب از روی صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین. خزانهٔ فیض کے تحویلدار هین. جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکهوا لایا هے، اوسکے پٹنے مین دیر نهین لگتی. ایك لاکھ کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا. ایك اهل کار پر ساٹھ هزار کا محاسبه معاف کیا اور بیس هزار روپیه نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش هوئی. خلاصه عرضی کا سن لیا. واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هو رها هے. مقدار مجهپر نهین کهلی» (ایضاً، ص ۹۸-۹۹). تخریب قمارخانه اور بخشش محصول غله کا ذکر اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۷۹) مین بهی کیا گیا هے.

ہوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس[۱] کی ہنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی. دو قصیدۂ مدحیہ میرے دیوانِ فارسی مین مرقوم، اور وہ دیوان حضرت کے کتابخانے مین موجود ہے. خطون کی تصدیق از رویِ دفتر ہوسکتی ہے. یہ رسم بری نہین ہے. اگر جاری رہے تو بہتر ہے. زیادہ حدِ ادب. التفات کا طالب غالب. پنجشنبہ ۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲.

(٤٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. مئی سنہ ۱۸٦۵ کا مشاہرہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

التفات کا طالب غالب. ۱۵ جون سنہ ۱۸٦۵ عیسوی.

(٤٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. روز پنجشنبہ ۱۵ جون کو ایک عرضداشت روانہ کرچکا ہون. یقین ہے کہ وہ آج پہنچے گی. کل ۱۷ جون کو فرح بخش و روح افزا نوازشنامہ پہنچا[۲]. قصیدہ کا پہنچنا اور اوسکا مقبول و منظور ہونا دریافت کرکے، اپنے بخت و قسمت پر مین نازان ہوا[۳]. اب عرض یہ ہے کہ حسب الحکم حضور کے یہ قصیدہ میرے دیوان فارسی مین، جو کتابخانے مین موجود ہے، درج کیا جائے. اور سلام حضرت فردوس مکان کا اونکے دیوانِ اردو مین لکھدیا جائے[٤].

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقوم لکھی ہین.
(۲) محولۂ بالا فرمان کا اقتباس عریضۂ نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین دیا جا چکا ہے.
(۳) یہ قصیدہ خط نمبر (٤٤) کے حاشیہ مین درج ہوچکا ہے.
(٤) میرزا صاحب کی مذکورہ خواہش تشنۂ تکمیل رہی. اگر خواجہ غلام غوث خان بیخبر اسکی ایک نقل نہ منگا لیتے تو دیگر گم شدہ قصائد و قطعات کی طرح اسکا بھی صرف ذکر باقی ہوتا.

حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وہ آگ برس رهی هے، که طیور کے پر جل رهے هین. بعد آگ کے پانی برسے گا. سفر خصوصاً بوڈھے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامۂ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرامِ بیت المعمورِ رامپور باندها. انشاء الله العلی العظیم[1].

پیر و مرشد! از راهِ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. محمد علیخان ابن وزیر محمد خان[2] رئیسِ ٹونك نے بعدِ مسند نشینی گورمنٹ کو «یمین الدوله» اور «دو جزو ملك اور جنگ» لکهکر دیئے، اور وهان سے وہ اونکو عطا هوئے. حضور کے اجدادِ امجاد نے سلاطینِ بابریه کا خطاب نه قبول کیا. مگر حضرت کے جدِ امجد کو احمد شاهِ درانی[3] نے مخاطب به «مخلص الدوله» فرمایا[4]. حضرت اگر مناسب جانین، تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمش الملك و بهرام جنگ» جنابِ ملکۂ معظمه سے بذریعۂ گورمنٹ

(۱) سفر کی تفصیل کیلئے دیباچه ملاحظه هو. یهان اسقدر لکھ دینا کافی هوگا، که میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنه ۱۸۶۵ع کو دلی سے عازم رامپور هوے. اور ۸ جنوری سنه ۱۸۶۶ع کو واپس دلی پهنچے (اردوی معلی، ص ۲۴۳، مکتوب بنام حکیم سید احمد حسن مودودی، مورخه ۱۷ جنوری ۱۸۶۶ع).

(۲) نواب محمد علی خان ریاست ٹونك کے نواب تھے: سنه ۱۸۳۴ع مین گدی پر بیٹھے. سنه ۱۸۶۷ع مین لاوا مین قتل عام کرانے کے الزام مین حکومت هند نے انهین معزول کردیا. سنه ۷۰ع مین ریاست پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے زیر انتظام آگئی. اور اونکے صاحبزاده نواب سر حافظ ابراهیم علی خان بهادر نواب بنا دیے گئے.

(۳) احمد شاه درانی ضلع هرات کا باشنده اور ابدال نامی قبیله کا ایك فرد تها. ابهی یه بچه هی تها که نادر شاه اسکو ایران پکڑ لیگیا، اور اپنی خدمت گرز برداری پر مقرر کیا. لیکن اس نے رفته رفته فوج کے بڑے عهده تك ترقی کرلی. نادر شاه نے ۱۲ مئی سنه ۱۷۴۷ع کو وفات پائی تو اس نے بغاوت کردی، اور تهوڑے عرصه مین افغانستان، سنده اور لاهور کا بادشاه بن بیٹها. اسنے هندوستان پر متعدد حملے کئے هین. لیکن اسکی شاندار ترین جنگ سنه ۱۷۶۱ع مین پانی پت کے میدان مین مرهٹون کے عظیم الشان لشکر سے واقع هوئی، جس مین یه کامیاب هوا، اور بعد فتح شاه عالم کو تخت وتاج هند سونپ کر افغانستان چلا گیا. احمد شاه نے ۲۶ سال حکومت کرکے سنه ۱۱۸۲ھ مطابق سنه ۱۷۷۲ع کو ۵۰ سال کی عمر مین وفات پائی.

(۴) احمد شاه کے عطا کرده خطابات کے سلسله مین اخبار الصنادید، ج ۱، صفحه ۶۶۷ ملاحظه هو.

اپنے واسطے این[۱].

تم سلامت رہو قیامت تک   دولت و عز و جاه روز افزون

ترقیِ دولت کا طالب **غالب**. یکشنبه ۱۸ جون سنه ۱۸٦۵ ع.

(٤٨)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. منشورِ عطوفت کے ورود نے معزز فرمایا. جون سنه ۱۸٦۵ کی تنخواه کا سو روپیه از رویِ ہنڈوی معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تک   دولت و عز و جاه روز افزون

عنایت کا طالب **غالب**. معروضۂ دہم جولائی سنه ۱۸٦۵.

(٤٩)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. میری عرضداشت کا جواب آچکا ہے. بنده ہنڈوی کی رسید بھجوا چکا ہے. یہان خلق کو مینہ درکار ہے، اور ہوا شراره بار ہے. دھوپ کی تیزی سے آدمی کے تیور، اور پہاڑ کے پتھر جلے جاتے ہین. پانی جگر گداز. ہوا جانستان. امراضِ مختلفه کا ہجوم جہان تہان. جز اعضایِ انسان، کہ وه پسینے مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی ہے، یا مطلق ہوا نہین. ان سطور کی تحریر سے مدعا یہ ہے، کہ مجھے ہر وقت یہی خیال رہتا ہے، کہ حضرت کا مزاج کیسا ہے. اس خط کا جواب جس قدر جلد عطا ہوگا، دعا گو پر احسان آپ کا ہوگا. زیاده حدِ ادب.

---

(۱) میرزا صاحب کی اس خیرخواهانه عریضه کی جواب مین نوابصاحب نی تحریر فرمایا: «.... استحصال الفاظ خطاب دستور این ریاست نبوده است. وحسب الترقیم قصیده وسلام مذکور در دیوانہا مندرج کنانیده خواهد شد. ۲۰ صفر سنه ۱۳۸۲ هجری مطابق ۱۵ جولائی سنه ۱۸٦۵ع».

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کی سلامتِ ذات اور اپنی نجات کا طالب غالب. ۲۳ جولائی سنه ۱۸٦٥ .

(٥٠)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـــدِ تسلیم معروض آنکه منشورِ عطوفت عزِ ورود لایا . تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦٥ حال کا روپیه ازروی ِ هنڈوی ِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا .

اگرچه یهان مینھ اسیقدر برسا هے که جس کے پانی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے هاتھ دهو لین . مگر چونکه بفرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر هے ، اور آپ کے ملك مین بارش خوب هوئی هے ، ابرِ رحمت کے شکریه مین ایك قطعه ملفوف اس عرضی کے بهیجتا هون . بنظرِ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظه هو . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. جمعه ۱۱ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٥[1] .

(قطـــعه)

مقامِ شکر هے اے ساکنانِ خطۂ خاك !

رها هے زور سے ، ابرِ ستاره بار ، برس

کهان هے ساقیِ مهوش ؟ کهان هے ابرِ مطیر ؟

بیار ، لامیِ گلنار گون ، بیار ، برس

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب خلد آشیان نی ١٦ اگست سنه ۱۸٦٥ع مطابق ۲۳ ربیع الاول سنه ۱۲۸۲ ﻫ کو تحریر فرمایا : « ... صحیفۂ لطف آگین بخلاصۂ کمی بارش باران رحمت دران نواح واستدراك خیریت مزاج راقم مع قطعۂ دعائیه غازه آرای چهرۂ وصول نشاط شمول گردیده بما فیها مطلع نمود . وترسیل قطعۂ مذکور از مزید الطاف فرمائیها متصور شد . مشفقا ! سابق ازین فی الحقیقه طبیعت راقم بعارضه تبخیر ... کسلمند شده بود . لیکن حالا بعنایت الهی مزاج مخلص خوش وخرم است . هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای آن مشفق ، که بتقریب صحت از عارضۂ لاحقه بدیگر صاحبان مستحقین نیز ازین سرکار عنایت شده بودند ، معطوف رقیمة الوداد هذا بطریق عنایات سمت تبلیغ یافته ... » . میرزا صاحب کا یه قطعۂ دعائیه هنوز شائع نهین هوا هی .

✡ خدا نے تجکو عطا کی ہے گوہر افشانی ✡
✡ درِ حضور پر، اے ابر! بار بار برس ✡
✡ ہر ایك قطرہ کے ساتھ آئے جو ملك وہ کہے ✡
✡ امیرِ کلبِ علی خان جئین ہزار برس ✡
✡ فقط ہزار برس پر کچھ انحصار نہین ✡
✡ کئی ہزار برس بلکہ بیشمار برس ✡
✡ جنابِ قبلۂ حاجات اس بلاکش نے ✡
✡ بڑے عذاب سے کاٹے ہین پانچ چار برس ✡
✡ شفا ہو آپ کو **غالب** کو بندِ غم سے نجات ✡
✡ خدا کرے کہ یہ ایسا ہو سازگار برس ✡

(۵۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ کل برخوردار نواب مرزا خان داغ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت کا مزاجِ اقدس ناساز ہوگیا تھا۔ اب خدا کے فضل وکرم سے افاقت ہے۔ نواب مرزا نے مجھپر ستم کیا، کہ پہلے سے یہ حال نہ رقم کیا۔ جو دعا جب کرتا اب بھی وردِ شب و روز ہے۔ مگر یہ خیال، کہ حضور کو یہ خیال گزریگا کہ غالب رسمِ عیادت بجا نہ لایا، سخت جگر سوز ہے۔ اب اس خط کے جواب مین نویدِ عافیت کا امیدوار، اور یہ سونچکر کہ آج کے آٹھوین دن جواب آئیگا، بیقرار ہون۔

ایك عبارت کا ایك جزو بطریقِ خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ہے۔ پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ہے۔ پانچ رسالے وہ میریطرف سے نذر گزرانین گے۔ حضرت قبولِ نذر کو میرا عز و شرف

جانین گے[۱].

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون

دعا گو غالب. ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۵.

(۵۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. داستانِ حمزه قصۂ موضوعی هے. شاه عباسِ ثانی[۲] کے عهد مین ایران کے صاحب طبعون نے اسکو تالیف کیا هے. هندستان مین «امیر حمزه کی داستان» اسکو کهتے هین. اور ایران مین «رُموزِ حمزه» اسکا نام هے. دو سو کئی برس اسکی تالیف کو هوئے. ابتك مشهور هے، اور همیشه مشهور رهیگا.

آپ کے اس تکیه دارِ روزینه خوار فقیر نے آپ کی مدح مین ایك قصیده لکھا هے. مشتمل اس الزام پر که تشبیب کے ابیات اور مدح کے اشعار

(۱) اس سی «نامۂ غالب» مراد هی. میرزا صاحب نی برهان قاطع کی بعض اغلاط پر ایك رساله مسمی بقاطع برهان سنه ۱۸۶۰ع مین تصنیف کیا تها، جو نواب فردوس مکان کی امداد سی طبع هوکر شائع هوا. تقلید آبا کی حامیون نی اسکی تردید مین متعدد کتابین لکھین. ان مین سی ایك کا نام ساطع برهان تها. اس کی مصنف کی متعلق مرزا صاحب سیاح کو لکھتی هین: «وه جو ایك اور کتاب کا تمنی ذکر لکھا هی، وه ایك لڑکی پڑھانیوالی ملائی مکتب دار کا خبط هی... رحیم بیگ اس کا نام، میرٹ کا رهنی والا. کئی برس سی اندها هوگیا هی. باوجود نابینائی کی احمق بهی هی» (اردوی معلی، صفحه ۲۷ و ۳۱). مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکھا هی: «رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رهنی والا هی. دس برس سی اندها هوگیا هی. کتاب پڑھا نهین سکتا. سن لیتا هی. عبارت لکھ نهین سکتا. لکھوا دیتا هی. بلکه اس کی هموطن ایسا کهتی هین که وه قوت علمی بهی نهین رکھتا. اورون سی مدد لیتا هی. اهل دهلی کهتی هین که مولوی امام بخش صهبائی سی اوسکو تلمذ نهین هی. اپنا اعتبار بڑھانی کو اپنی کو اون کا شاگرد بتاتا هی. مین کهتا هون که وائی اوس هیچ پوچ پر جسکو صهبائی کا تلمذ موجب عز و وقار هو» (عود هندی، صفحه ۱۶۱): اس کتاب کی جواب مین مرزا صاحب نی نامۂ غالب لکھا، اور اوسکو ۱۳ اگست سنه ۱۸۶۵ع سی قبل طبع کراکی نواب خلد آشیان کی خدمت مین بطریق ارمغان پیش کیا. یه رساله عود هندی، صفحه ۱۴۱ تا صفحه ۱۵۵ مین بهی شائع هوچکا هی.

(۲) شاه عباس ثانی صفوی خاندان کا آٹھوان بادشاه تها. اسنی سنه ۱۰۵۲ ه (۱۶۴۲ع) سی سنه ۱۰۷۷ ه (۱۶۶۶ع) تك ایران پر حکومت کی.

مین حمزہ و اولادِ حمزہ و زمردشاہ وغیرہ یا انکے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے. سو وہ قصیدہ آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا ہون. امید ہے کہ حضرت اسکو پڑھکر محظوظ ہون. خدا آپکو قیامت تك سلامت رکھے. مگر جب تك امیر حمزہ کا قصہ مشہور رہیگا، یہ قصیدہ بھی شہرت پزیر رہیگا[۱].

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب. ۲۱ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦۵.

یا وہاب

زہے دوچشمِ تو در معرضِ سیہ کاری چو بختیارك و بختك بمردم آزاری
زہے بزورِ بدیع الزمانِ کُشتی گیر کہ کوھسار چون نارنجِ تر بیفشاری
زہے خیالِ تو آدم ربا چو تندك دیو دماغِ اھل نظر قافِ اوست پنداری
زغمزۂ تو چگویم کہ آن بود زعَمَر[۲] دلیر و چست و هنرمند تر بعیاری
اگر تو نیستی از ساحرانِ اتریا چرا بلہو همی آتش از هوا باری
بدین جمال کہ داری عجب مدار اگر کند چکیدۂ قدرت ترا پرستاری
بمہرِ رویِ تو گردیدم آفتاب پرست نہ ایرجم کہ عبث تن دہم بدین خواری
سپس بمذہبِ تورج کہ بودہ ماہ پرست ترا پرستم ازین رو کہ ماہ رخساری
توئی بمعنیِ اصلی، و بود نورالدہر همین بنام، کہ معنی نداشت، پنداری
چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بدانگونہ کہ ریزد از لبِ زنگی درآدمی خواری
فغان ز بارِ غمِ دہر، کان بسنجیدن عمودِ خسروِ ہند است در گرانباری
بہ پیشِ چرخِ مُشَعبِد چہ ہوشیار و چہ مست کہ این بعربدہ همچون عَمَر ز طراری
ز روی، ریش تراشد همی بہ بیہوشی ز فرق، تاج رباید همی بہشیاری
خصومتے بمن افتادہ زالِ دنیا را کہ «دُمِ خبیثہ» بود در فنونِ مکاری

(۱) اس قصیدہ کے صرف چند اشعار تذکرۂ انتخاب یادگار مین بذیل ذکر غالب شائع ہوی ہین.
(۲) میرزا صاحب نے اس نام کا املا اور تلفظ دونون غلط لکھی ہین. یہ نام «عمرو» بسکون میم وزیادۂ واو بعد را ہے.

بجیشِ عشق منم سر برهنهٔ تیشی   که موی سر بسرم کرده است دستاری
نهیبِ فتنه به الچوبِ شش گزی ماند   که بود هر لگدش را جراحتِ کاری
شدست لاغریِ من گامِ غیبیِ من   که باشم، وتوام از حاضران نه انگاری
منم که فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن ق همیگذشت ز اشقر به تیز رفتاری
چه اوفتاده که یارب کنون چو ارنائیس   بخاك وخون تپدم تن همی به ناچاری
چنان بخوردنِ غم عادیم که چون عادی   نبوده هیچگهی سیریم ز پُر خواری
نهاده همنفسان نامِ من ملك قاسم   زخونِ دیده بود بسکه جامه گلناری
رسیده بخل بفکرِ من از عَمَرْ میراث ق که هیچگه ندهد در سخن مرا یاری
دروغ گفته ام آن فکر نیز زنبیل است   که گم شود ز عَمَرْ در دمِ گرفتاری
چو حمزه را بجهان بعدِ مرگِ مهر نگار   ز تیغ و تاج و نگین روی داد بیزاری
نماند در نظرِ دزدِ کهنه اسلوبی   جز آن که باز گشاید دکانِ عطاری
دل است حمزهٔ ولب در فسونگری عمر است   بدا[1] لبی که زدل نبودش مددگاری!
شد آن که بود کلامم طلسم گوهر بار   هماره[2] نهر ز آبِ گهر دران جاری
چو حمزه، کش بعقابین درکشید فلك،   به دامِ وام، نفس میکشم بدشواری
بقاست قرض و منم حمزهٔ و زبهر منند   چهل خلیفه تقاضائیانِ بازاری
چو ساحران همه را شغلِ آتش افشانی   چو اژدها همه را ذوقِ آدم اوباری[3]
ز زهر مهره نشد زهرِ حمزه به، آن به   که نوشداروی نوشیروان بچنگ آری
مگر بفضلِ وی آیم برون ز بندِ بلا   چنانکه حمزه به نیروی پیرِ فرخاری
امیرِ کلبِ علیخان بهادر آن که بود   عدیلِ حمزه در اِسْپَهْبُدی و سالاری
درش نوازشِ طبلِ سکندری دارد   خهی بلندیِ آوازهٔ جهانداری!
بود پلارکِ افراسیا بیش در کف   که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

---

(۱) بدا مثل خوشا، بسیار بد. منه
(۲) هماره مخفف همواره. منه
(۳) آدم اوباری، اوباریدن بمعنی ناخائیده فرو بردن. اوبار صیغهٔ امر و در آخر تحتانی، مردم آزاری مثله. منه

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر — که در شمار نیاید همی ز بسیاری
همه مقابلِ مقبل به ناوك اندازی — همه مساهمِ خسرو به طاقت اظهاری
بیا به بین که در اردویِ این امیرِ کبیر — سپرده اند علمشاه را علمداری
چو قندر آن که جلودارِ حمزه بود اینك — رسیده است بخاقانِ چین جلوداری
سزد که فخر بر اقبالِ خود کند لندور — ازین که یافته توقیعِ گرز برداری
مپرس بر درش از هستیِ زمردشاه — مگر یکے بود از کافرانِ زنهاری
شنیدهٔ که خداوندِ باختر چون بود — کنون به بندگیِ خواجه گشت اقراری
گزشت آن که «چه تقدیر کرده ام» می گفت — بمقتضایِ غلط فهمی و غلط کاری
کنون بعجز «چه تقصیر کرده ام» گوید — ز بندگانِ خدا چون بوی رسد خواری
رموزِ حمزه فروهل(۱) خمش نشین غالب — چرا مرا بسخنهایِ هرزه آزاری
ز تست رونقِ گیتی به دانش آرائی — ز تست زینتِ معنی به نغز گفتاری
قصیدهٔ تو ولے کاسهٔ گدائیِ تست — ستوه آمده باشی ز رنجِ ناداری
غمین مباش که از گنج خانهٔ نواب — خود آن قدر که بدل داشتی بدست آری
بوقتِ گدیه گدا را دعاست دست آویز — بر آر دست بدرگاهِ حضرتِ باری
چراغِ دودهٔ سرور علی محمد خان — گزین همالِ تُمر(۲) در فنِ سپهداری
ز رویِ کلبِ علی خان همیشه روشن باد — چنانکه تابشِ مهر از سپهرِ زنگاری

(۵۳)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم عرض یہ ہے . فقیرِ تکیہ دار ، روزینہ خوار ، غالبِ خاکسار حیران ہے کہ شکر بجا لائے آپکی عنایت کا ، یا ذکر کرے آپکی کرامت اور ولایت کا . آپ بے شبہہ رونقِ مسندِ علم و یقین ہین . تکلف بر طرف

(۱) فروهل بمعنی بگزار . ازینجا التزام موقوف است . منه

(۲) گزین بجای گزیده مستعمل اهل زبان . تمر به تحتانی مکسور ومیم مضموم در ترکی فولاد را گویند . واسم شاهی است از اولاد النقوا . واینکه تیمور نویسند طرز املاست اعراب بالحروف . منه

امیرالمسلمین هین . یه نه فقط از روی ارادت هے . بلکه یهان مشاهدهٔ خرقِ عادت هے . ان دنون مین متفرقات کے قرضدار[1] سرگرمِ تقاضا بلکه آمادهٔ شور و غوغا تهے . دو سو روپیه کی هنڈوی صراحیِ آبِ حیات هوگئی . دامِ مرگ سے نجات هوگئی . لطف یه که آج بروزِ دو شنبه ٢١ اگست کو نو بجے اولِ روز ایك قصیده کا لفافه بهیجا گیا . اوسی دن باره پر تین بجے یه کرشمهٔ کرامت دیکها گیا . قصیده کے لفافه مین ایك عرضداشت هے . اوس سے قصیده کی حقیقت ، اور خود اوس نظم سے طرزِ نگارش کی جدت ظاهر هو جائیگی . حضرت کے انبساطِ خاطر کیواسطے یه ایجاد هے . مجهے هر طرح کی نظم و نثر سے آپکی خوشی اور خوشنودی مراد هے . انجامِ قصیده مین جو قرض کے گلے پائے جائین ، اوس مجموع مین سے اهلِ بازار منهائی کئے جائین . کوٹهی والے ساهوکار «چهل خلیفه» گنے جائین .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

ترقیِ عمر و دولتِ خداوند کا طالب غالب . نگاشتهٔ دو شنبه ٢١ ، اور روان داشتهٔ سه شنبه ٢٢ اگست سنه ١٨٦٥ .

(٥٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . مین طبیب نهین ، مگر تجربه کار هون . ستر برس کا آدمی هوشیار هون . اور سے یه کها نهین جاتا . حضرت پر بغیر ظاهر کئے رها نهین جاتا . خدا جانے اور طبیب کیا سمجهے هونگے که کیا تها . میرے نزدیك به اشتراكِ معده و قلب یه مرض طاری هوا تها . اب آپ کو حفظِ صحت کیواسطے گاه گاه نارجیلِ دریائی و جدوار کا استعمال ضرور هے .

---

(١) میرزا صاحب نے یهان لفظ قرضدار بجای قرضخواه استعمال کیا هے . یه استعمال عامیانه هے . اسلئے اسے اونکی پریشانی اور ضعف دماغ پر محمول کرنا چاهئے . سند بنانا درست نهین هوگا .

اور معجونِ طلائی عنبری تقویتِ قلب مین مجوزۂ حکیم ببر علیخان مغفور ہے. ورقِ طلا، عنبرِ اشہب، عرقِ کیوڑہ، قند. کثرتِ اجزا اس ترکیبِ خاص مین ناپسند. کثیر الاجزا اور معجونین ہین. مفرحِ بوعلی سینا، خمیرۂ مروارید، خمیرۂ گاؤزبانِ عنبری، ماء اللحمِ غیر مُنَشّی، جس مین طیور کے گوشت اور ادویۂ مفرح و مقوی حرارت و برودت مین معتدل(۱). گاہ گاہ سکنجبین و گلاب پی لیا کیجیے. غذا مین گوشتِ طیور اکثر. بیضۂ نیم برشت اکثر. لیکن یہ خیال رہے، کہ بیضۂ مرغ و لحمِ طیور ایک جلسہ مین تناول نفرمائیّے. بکری کے گوشت کیساتھ بیضۂ مرغ جائز اور لذیذ اور مرغوب. پودینہ کا عرق، چھوٹی الایچی کا عرق ہمیشہ دواخانے مین موجود رہے. عطریات کے استعمال مین مبالغہ. بعدِ غذا مباشرت سے پرہیز. شوربای پاچۂ گوسفند مائدۂ خاص پر موجود رہے. بحسبِ رغبتِ طبیعت نوشجان فرماتے رہئیے.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

سلامت و صحت کا طالب غالب. نگاشتۂ سہ شنبہ، و روان داشتۂ سہ شنبہ(۲).

(٥٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. شرف افزا عطوفت نامہ عزِ ورود لایا. اگست ١٨٦٥ کی تنخواہ کا سو روپیہ از رویِ ہنڈویِ ملفوفہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. دوشنبہ ١١ ستمبر سنہ ١٨٦٥.

---

(۱) یہان کوئی ایک لفظ ساقط معلوم ہوتا ہی.

(۲) اس عریضہ کی جواب مین ٦ ربیع الثانی سنہ ٨٢ ھ مطابق ٢٩ اگست سنہ ٦٥ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا: «سہ قطعۂ مفاوضۂ لطف آگین، اول مع قصیدۂ نادرہ کہ مضامینش مملو بہزاران در غرر معانی بود، و ثانی مشعر رسید ہنڈوی مبلغ دو صد روپیہ، و ثالث محتوی بر نسخہ ہای معجون وغیرہ براہ محبت معنوی متواتر یاسمین ریز گریبان وصول نشاط شمول گشتہ ..... حالا مزاج راقم بوجوہ خوش وخورم است».

(٥٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. چاهتا هون که کچھ لکھون. مگر نہین جانتا که کیا لکھون. لازم تھا که تعزیت نامه بزبانِ فارسی و عبارتِ بلیغ لکھون. آپکے قدمون کی قسم دل نے قبول نکیا. آرائشِ گفتار نظماً او نثراً واسطے تہنیت کے هے. که دل کثرتِ نشاط سے گل کی طرح کھل رها هے. طبیعت راه دیتی هے. الفاظ ڈهونڈھے جاتے هین. معنی پیدا کئے جاتے هین. اب مین نیم مرده، دل پژمرده، خاطر افسرده، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون، وه سراسر طبع کے خلاف. جس بات کا تصور ناگوار هو، اوسکے تذکّر سے جی کیون نه بیقرار هو. یه میری قسمت کی خوبی هے، که هنوز تہنیت اور مدح کا حق ادا نہوا تھا که مرثیه لکھنا پڑا. اگر ایك بات میرے خیال مین نه آئی هوتی، تو مجھے زندگی دشوار تھی. یعنی حضور کو ابتدای جلوس مین وه رنج پہنچا، که اوس سے زیاده تصور مین نہین آتا. پس وساده نشینی کی بدایت اور غمگینی کی نہایت یه چاهتی هے که اب مدة العمر ابداً موبداً حضرت کو کوئی غم نہو. همیشه جهاندار و جهانستان و شاد و شادمان رهین[1].

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کے قدمبوس کا طالب **غالب**. ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٥.

(قطعۂ تاریخِ رحلتِ سکندر زمانی بیگم)

دریغا که ماند تہی قصرِ دولت ز خاتونِ نامی سکندر زمانی

«چوسیّارِ روضه» بود سالِ فوتش سپس اسمِ وے باد جنت مکانی

١٢٨٢

---

(١) سکندر زمانی بیگم نواب خلد آشیان کی بیوی تهین. انکی والد صاحبزاده سید امداد الله خان ولد صاحبزاده سید کفایت الله خان ولد نواب سید نصر الله خان بہادر، اور والده آفتاب بیگم بنت صاحبزاده سید کریم الله خان خلف نواب سید فیض الله خان بہادر تهین. سنه ١٢٦٢ هجری مین انکی ساتھ نواب خلد آشیان کی شادی هوئی. نواب سید مشتاق علی خان بہادر عرش آشیان انهین کی بطن سی تهی (انتخاب یادگار، ص ٢٢٥، و اخبار الصنادید، ج ٢، ص ٢٣٠).

(٥٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. ہر چند آبدار خانے کے ساتھ ہونے سے پانی کی طرف سے خاطر جمع ہے ، کہ حضور جو پانی ہمیشہ پیتے تھے وہی پیتے ہونگے. مگر ہرجِ سفر اور اختلافِ ہوا کا خیال ہے. توقع رکھتا ہون کہ نویدِ صحت و اعتدالِ مزاجِ اقدس سے عز اطلاع پاؤن. بُعد اگرچہ بہت نہین ، لیکن طبع پر گران ہے. چشمِ شوق ورودِ موکبِ عالی کی نگران ہے. بقولِ استاد بہ تغیرِ لفظ « جو تم پھر آؤ تو حضرت پھرین ہمارے دن » . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دوامِ بقایِ حضور کا طالب فقیر غالب . چہار شنبہ ٨ نومبر سنہ ١٨٦٥[١] .

(٥٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. مرادآباد پہنچا ، بعد پالکی کے اوتر آنے کے پل کا ٹوٹ جانا ، گاڑیِ اسباب یہانتک کہ رختِ خواب کا مع آدمیون کے

(١) یہ خط میرزا صاحب نے رامپور سے لکھا ھے . اس زمانہ مین نواب خلد آشیان دورہ پر تشریف لے گئے تھے . میرزا صاحب نے شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھا ھے : « آج شنبہ ٤ نومبر کی ھے . پرسون نواب صاحب دورہ کو گئے ہین . فرما گئے ہین کہ دو ہفتہ مین آؤنگا . آکر چار روز یہان رہین گے . پھر نمایشگاہ بریلی کی سیر کو جائین گے » (اردوی معلی ، ص ٣٢٠) . حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکتوب سے معلوم ہوتا ھے کہ ١٢ نومبر کی صبح تک واپس تشریف نہین لائے تھے . فرماتے ہین : « نوابصاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آجائینگے . جشن جمشیدی کی تیاریان ہو رہی ہین » (ایضاً ، ص ٢٣١) .

مولانا حالی مرحوم نے یادگار غالب (ص ٤٢ ، نامی پریس) مین لکھا ھے : « چند روز بعد نواب کلب علیخان مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا . انکی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے . چلتے وقت نوابصاحب نے معمولی طور پر مرزا صاحب سے کہا ' خدا کے سپرد ' . مرزا نے کہا ' حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ھے . آپ پھر الٹا مجھکو خدا کے سپرد کرتے ہین ' » . صاحب اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٣٧) نے بھی اس لطیفہ کو نقل کیا ھے . اور بہ تتبع حالی لطیفہ کا زمانۂ وقوع روانگی بریلی بتایا ھے . لیکن میری ناقصِ رای مین دورۂ مذکور پر جاتے وقت یہ لطیفہ کہا گیا ہوگا . واللہ اعلم .

اوسی زمہریر کے میدان مین رهنا ، بغیر جاڑے کے کچھ نه کھانا ، خیر جو اونپر گزری وہ جانین . مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹہرا . بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑرها . یه شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

گرم فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے
تب امان هجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا . صاحبزاده ممتاز علیخان بہادر[1] کے بھیجے ہوئے دو فرشتے آئے ، اوٹھاکر سعیدالدین خانصاحب[2] کے هان لیگئے . صاحبزاده صاحب نے وہ تعظیم و تکریم اور سعیدالدین خانصاحب نے وہ تکریم و تعظیم کی که میری ارزش سے زیادہ تھی . ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدرالصدور[3] آئے ، اور مجھے اپنے گھر لیگئے . پانچ دن وهان رها . بھائی نواب مصطفی خان بہادر[4] وهین مجھسے آکر ملے . دوسرے دن وہ رهگرایِ

---

(۱) صاحبزاده ممتاز علیخان بہادر کی متعلق صاحب انتخاب یادگار (ص ۳۹۰) کہتی هین : « نیر ، صاحبزاده محمد ممتاز علیخان ولد صاحبزاده محمد اعجاز علیخان ولد صاحبزاده نیاز علیخان ولد صاحبزاده حسن علیخان ولد جناب مستطاب نواب محمد فیض الله خانصاحب بہادر عرش منزل طاب ثراهم . ستائیس برس کا سن هی . میر احمد علی رسا کی شاگرد هین . یه صاحبزادی نہایت اهلیت شعار هین . خوش خلق وخوش اطوار هین . یه اونکا کلام هی :

شوق هر چند یه کہتا تھاکه بوسی لیجی پر ترا نقش قدم مجھسی مٹایا نگیا »

صاحبزاده صاحب کو نواب سعید الدین احمد خانصاحب فاروقی کی صاحبزادی منسوب تھین . اس تقریب سی مرادآباد مین سکونت پزیر هوگئی تھی . اور وهین انتقال کیا .

(۲) نواب محمد سعید الدین احمد خانصاحب نواب محمد الدین احمد خانصاحب کی بیٹی اور نواب مجید الدین احمد خانصاحب عرف نواب مجو خان مرادآبادی کی چھوٹی بھائی تھی . ان کی آباء واجداد مین سی ایك بزرگ قاضی عصمت الله فاروقی تھی . یه نواب عصمت الله خان بہادر کی لقب سی مفتخر اور عهد عالمگیری مین مختلف صوبون کی گورنر رہ چکی تھی . خود نواب مجو خان بھی بہت بڑی جاگیر کی وارث تھی . لیکن غدر سنه ۵۷ ع مین بجرم بغاوت انهین پھانسی دیدیگئی ، اور اوسوقت سی اس خاندان پر زوال آگیا . مرادآباد مین اس خاندان کی اخلاف اب بھی موجود هین . نواب سعید الدین خانصاحب کی ایك تصنیف « لب لباب رمل » کتابخانۂ ریاست مین محفوظ هی . یه نسخه بڑی اهتمام سی لکھا گیا هی . اسلئی خیال هوتا هی که خود مصنف نی تیار کرایا هوگا . اس کی دیباچه مین اونهون نی اپنی خاندان کی ابتدائی تاریخ اور بعد ازان سنه ۵۷ ع مین اسکی بربادی پر ایك مختصر نوٹ لکھا هی .

(۳) محمد حسن خانصاحب صدرالصدور مرادآباد کی متعلق کچھ معلوم نهوسکا .

(٤) نواب مصطفی خان بہادر فرزند عظیم الدوله سرفراز الملك نواب مرتضی خان بہادر ، جہانگیرآباد کی (باقی)

دارالسرورِ رامپور، اور مین جاده نوردِ ستم آبادِ دهلی هوا. دو شنبه ٢٠ شعبان ١٢٨٢، ٨ جنوری ١٨٦٦ درِ غمکده پر پهنچا. حضور کے اقبال کی تائید تهی. ورنه مین اور جیتا دلّی پهنچتا[١].

مغلوبِ غلبهٔ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود
از رامپور زنده بدهلی رسیده است
ما را بدین گیاهِ ضعیف این گمان نبود[٢]

(بقیه) جاگیر دار اور بڑی صاحب علم وخوش گفتار شاعر تهی. اردو مین شیفته اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتی تهی (اردوی معلی، ص ١٠١). ابتداءً حکیم مومن خان سی مشورهٔ سخن رها. ان کی انتقال کی بعد میرزا صاحب سی اصلاح لینی لگی تهی. انهون نی اردو شعرا کا ایك قابل استناد تذکره «گلشن بیخار» فارسی زبان مین تصنیف کرکی خود شایع کیا هی. آشوب غدر مین شیفته بهی مشتبه قرار دئی گئی تهی. لیکن آخر کار بری هوگئی. میرزا صاحب سی ان کی بهت مخلصانه روابط تهی. چنانچه جب میرزا صاحب قماربازی کی الزام مین قید کیی گئی تهی تو انهون نی بڑی همدردی کا اظهار کیا تها. حبسیه مین میرزا صاحب نی اس خلوص کا اس طرح اعتراف کیا هی:

خود چرا خون خورم از غم که به غمخواری من — رحمت حق به لباس بشر آمد گوئی
خواجهٔ هست درین شهر که از پرسش وی — پایهٔ خویشتنم در نظر آمد گوئی
مصطفی خان که درین واقعه غمخوار منست — گر بمیرم، چه غم از مرگ، عزادار منست

شیفته نی ٦٣ سال کی عمر مین سنه ١٢٨٦ ھ (١٨٦٩ ع) کو وفات پائی.

(١) میرزا صاحب کو یه مصیبت رامپور سی واپسی کیوقت برداشت کرنی پڑی تهی. وه سنیچر کی دن ٧ اکتوبر سنه ١٨٦٥ ع کو دلی سی روانا هوی. اور بعد قطع منازل سته پنجشنبه ١٢ اکتوبر کو رامپور پهنچی. باقر علیخان اور حسین علیخان اس مرتبه بهی ساتهه تهی. نواب خلد آشیان نی اپنا مهمان خاص بنایا. جرنیلی کی کوٹهی اقامت کیلئی عطا فرمائی اور تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نکی. آخر مین کهانی کی، اور گهوڑون اور بیلون کی گهاس دانی کی نقدی مقرر کر دی تهی. جشن تخت نشینی کی بعد میرزا صاحب نی دونون لڑکون کو روانا کردیا. سرکار نی وقت رخصت ایك ایك دوشالا مرحمت کیا. میرزا صاحب خود جمعرات کی دن ٢٢ دسمبر کو رامپور سی روانا هوئی. لیکن سوء اتفاق سی عرض راه مین بیمار هوکر مرادآباد مین ٥ دن ٹهرنا پڑا. اسلئی ٨ جنوری سنه ١٨٦٦ ع کو دن کی گیارا بجی دلی پهنچی. اس سفر مین اونکی دلی سی باهر رهنی کی کل مدت تین ماه هوتی هی. مزید تفصیل دیباچه مین ملاحظه هو.

(٢) میرزا صاحب نی یه قطعه سفر کلکته کی سلسه مین لکها تها. رای چهجمل کهتری کو سفر مذکور کی واقعات پر مشتمل ایك خط لکها هی، جو پنج آهنگ کی ص ١٠٠ پر درج هی. اوس خط مین یه قطعه موجود هی. لیکن وهان بجای «غلبهٔ غم» (سطوت غم) اور بجای مصرع ثالث (گویند زنده تا به بنارس رسیده است) تحریر هی.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب. چار شنبه ۲۲ شعبان و ۱۰ جنوری سال جشن حضور[۱].

(۵۹)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعد تسلیم معروض هے. عنایت نامهٔ والا کے مشاهده نے مجکو میری حیات پر یقین عنایت کیا. اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سے رامپور تك ذوقِ قدمبوس مین جوانانه گیا. اختلافاتِ آب و هوا و تفرقهٔ اوقاتِ غذا کو هرگز نمانا. اور رنجِ راه کو هرگز خیال مین نه لایا. وقتِ معاودت اندوهِ فراق نے وه فشار دیا، که جوهرِ روح گداز پاکر هر بنِ موسے ٹپك گیا. اگر آپ کے اقبال کی تائید نهوتی، تو دلی تك میرا زنده پهنچنا محال تها. جاڑا، مینهه، قبض و انقباض، فقدانِ جوع، فاقه هایِ متواتر، منزلهایِ نامانوس، هاپوڑ تك آفتاب کا نظر نه آنا، شب و روز هوایِ زمهریر کا جانگزا رهنا. بارے هاپوڑ سے چلکر نیر اعظم کی صورت دکهائی دی. دهوپ کهاتا هوا دلی پهنچا. ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا که اس سفر سے پهلے تها. خدا وه دن کرے که پهر اوس در پر پهنچون[۲].

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
نجات کا طالب غالب. ۲۱ جنوری سنه ۱۸٦٦.

---

(۱) لفافه پر ۱۰ جنوری سنه ۱۸٦٦ تحریر هی.

(۲) نواب خلد آشیان کو میرزا صاحب کی مصائب سفر کی روداد نواب مصطفی خان بهادر کی زبانی معلوم هوئی، تو اونهون نی ۱۷ شعبان سنه ۸۲ ه مطابق ۵ جنوری سنه ٦٦ ع کو مرادآباد کی پته پر میرزا صاحب کو تحریر فرمایا: «زبانی نواب مصطفی خان بهادر کی دریافت هوا، که مرادآباد مین کچهه طبیعت آپکی علیل هوگئی هی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا هوا. اسواسطی حواله خامهٔ محبت نگار کی هوتا هی که خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر هنوز طبیعت مائل باعتدال نهو، اور آپکا اراده قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت هو، تو آپ رامپور مین تشریف لائی. یهان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا».

لیکن فرمان کی اصل مثل مین موجود هی، اور اوس کی لفافه پر تحریر هی که «خط هذا هرکارهٔ برنده از مرادآباد بجهت تشریف فرما شدن مرزا نوشه صاحب به دهلی واپس آورد. مرقوم ۲۱ شعبان (باقی)

(۶۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . اپنا حال اس سے زیادہ کیا لکھون کہ آگے ناتوان تھا ، اور اب نیمجان ہون . برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاہدہ کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو[1] .

حضور اس مطلع کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاہتا ہون .

ہم در قیام زندہ نیم کز برایِ خویش　　آنوقت لای نافیہ ام از دوپایِ خویش

ایك غزل نئی طرز کی نئی بحر مین عرض کرتا ہون[2] . یہ جشنِ حال کی نذر ہے . خدا کرے مقبول ہو . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب** . ۲۹ مارچ سنہ ۱۸۶۶ .

بحر　ہزج　مثمن　سالم

فعلاتن　فعلاتن　فعلاتن　فعلاتن

✡ ای خداوندِ خردمند و جہان داورِ دانا ✡

✡ وی بہ نیرویِ خرد بر ہمہ کردار توانا ✡

(بقیہ) سنہ ۱۲۸۲ ھ» . اس سی معلوم ہوتا ھی کہ مرزا صاحب کو فرمان موصول نہوا . مگر اس عرصہ مین اونکا عریضہ نمبر (۵۸) رامپور پہنچ گیا . اس کی جواب مین سرکار نی ۱۵ جنوری کو تحریر فرمایا : «جو کہ وقت اطلاع انحراف طبیعت آپکی مرکز اعتدال سی بمقام مرادآباد رقیمۃ الوداد اس مضمون سی کہ اگر ارادہ قیام مرادآباد کا واسطی معالجہ کی ہو ، تو رامپور کو معاودت کیجی ، یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا ، ہمدست ہرکارہ کو بھیجا گیا تھا . لیکن آپ وہان سی روانا دہلی کو ہو گئی تھی . ہرکارہ خط واپس لایا اومروز سی کمال انتظار وصول مفاوضہ خیریت کا تھا . الحمد للہ کہ وصول نمیقۂ لطف آگین باعث اطمینان ہوا » . میرزا صاحب کا عریضہ نمبر (۵۹) اسی فرمان کا جواب ھی .

(۱) میرزا صاحب نی ۱۲ مئی سنہ ۶۶ ع کو منشی حبیب اللہ خان ذکا کی نام ایك خط مین اس سی ملتی جلتی الفاظ مین اپنی حالت بیان کی ھی . فرماتی ھین : «آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ہون . آگی بہرا تھا . اب اندھا ہوا چاہتا ہون . رامپور کی سفر کا رہ آورد ھی رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین . اونگلیان ٹیڑھی ہو گئین . حرف سوجھنی سی رہگئی» (اردوی معلی ، ص ۳۸) .

(۲) یہ غزل کلیات نظم فارسی مین موجود نہین ھی .

ای برفتار و بدیدار، بزیبائی و خوبی
سروِ نوخاسته آسا، مہِ ناکاسته مانا
به ادا پایه فزایا، بنظر عقده کشایا
بکرم ابرِ عطایا، بغضب برق سنانا
به نگه خسته نوازا، بسخن بذله طرازا
به قلم غالیه سایا، به نفس عطر فشانا
شه نشان کلبِ علیخان که توئی یوسفِ ثانی
نبود ثانی و همتایِ تو در دهر همانا
دانم از حال و مآلم خبرے داشته باشی
سر نوشتِ ازلی گرچه ندارد خطِ خوانا
دشمنم چرخ و تو بینی و نسوزی بعتابش
به عدو صاعقه ریزا، به محب فیضرسانا
جانشینِ تو کند نامِ ترا زنده بگیتی
باد فردوسِ برین جایِ تو فردوس مکانا
غالب از غم چه خروشی، بتو زیباست خموشی
با کریمِ همه دان هیچ مگو هیچ مدانا

(٦١)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ منشورِ مکرمت ظہور مع ہنڈوی عزِ ورود لایا۔ سو روپیہ تنخواہِ اپریل سنہ ١٨٦٦ کا معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب۔ ١٤ مئی سنہ ١٨٦٦ عیسوی(١)۔

(١) اس عریضہ کی لفافہ پر ١٥ مئی سنہ ١٨٦٦ تحریر ہین۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا۔

(۶۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل ایک عرضداشت مع ایک غزل کے ڈاک مین بھیجی گئی[۱]. شام کو منشورِ عطوفت مع ہنڈویِ تنخواہِ مئی سنہ ۱۸۶۶ عزِ ورود لایا. سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا. آج صبحدم وقتِ تحریر اس عرضی کے حضرت فردوس مکان کا دیوان پیشِ نظر تھا. اوس مین یہ شعر نظر پڑا. اوسکے مضمونِ حکیمانہ و عارفانہ نے بڑا مزہ دیا. یقین ہے کہ اوسکو پڑھکر حضرت بھی حظ اٹھائینگے.

وہ جسطرح سے جسے چاہے اوسطرح پالے
کسیکا کچھ نہین پروردگار پر لینا

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عرضۂ اسد اللہِ ترقی خواہ. معروضۂ دہم جون سنہ ۱۸۶۶.

(۶۳)

(قطعہ در گزارشِ سپاسِ یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جہانگیرنگری

مولوی احمد علی احمد[۲] تخلص نسخۂ
در خصوصِ گفتگویِ پارس انشا کردہ است

---

(۱) میرزا صاحب کا محولۂ بالا خط اور غزل مثل مین موجود نہین ہین.

(۲) مولوی احمد علی احمد تخلص جہانگیر نگر (بنگال) کی باشندی اور مدرسۂ کلکتہ کی مدرس تھی. انہون نی میرزا صاحب کی قاطع برہان کی جواب مین «موید برہان» نامی رسالہ تصنیف کیا تھا. مذکورۂ بالا قطعہ اوسکا جواب ہی (اردوی معلی، ص ٤٤). میرزا صاحب نی موید برہان اور چند دیگر رسائل کی جواب مین تیغ تیز نامی رسالہ بھی لکھا ہی. اوس مین آغا احمد علی کی باری مین لکھتی ہین: «عربیت مین امین الدین سی بڑھکر، فارسیت مین برابر، فحش و ناسزا گوئی مین کمتر. جتنی الفاظ تذلیل کی ہین، وہ چن چنکر میری واسطی استعمال کئی، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہین، شاعر نہین؟ آخر (باقی)

کیچ و مکران را که در سند است واز ایران جدا
شاملِ اقلیمِ ایران بے محابا کرده است
قومِ بلُوچ را بایرانی نژادان داده خلط
ترکِ ترکانِ سمرقند و بخارا کرده است
در جهان توام بود رویِ وی و پشتِ قتیل
پیشوایِ خویش هندوزادهٔ را کرده است
هندیان را در زباندانی مسلم داشته
تاچه اندر خاطرِ والایِ او جا کرده است
خوش برآمد باهمه هندوستان زایان چه خوش!
تکیه آرے بر ولادتگاهِ آبا کرده است
هرکه بینی با زبانِ مولدِ خود آشناست
سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کرده است
خواجه را از اصفهانی بودنِ آبا چه سود؟
خالقش در کشورِ بنگاله پیدا کرده است

(بقیه) شرافت و امارت مین ایك پایه رکهتا هی. صاحب عز و شان هی. عالی خاندان هی. امرای هند، روسای هند، مهاراجگان هند سب اسکو جانتی هین. رئیس زادگان سرکار انگریزی مین گنا جاتا هی. بادشاه کی سرکار سی نجم الدوله خطاب هی. گورمنٹ کی دفتر مین ' خانصاحب بسیار مهربان دوستان ' القاب هی. جس کو گورمنٹ خانصاحب لکهتی هی. اس کو سڑی اور کتا اور گدها کیونکر لکهون. فی الحقیقت یه تذلیل بفحوای ' ضرب الغلام اهانة المولی ' گورمنٹ بهادر کی توهین اور وضیع و شریف هند کی مخالفت هی. میرا کیا بگڑا. مولوی نی اپنا پاجی پن ظاهر کیا. مین نی امین بیدین کو شیطان کی حواله کیا. اور احمد علی کی الفاظ مذموم سی قطع نظر کیا. اور ان کی مطالب علمی کا جواب اپنی ذمه لیا» (تیغ تیز، بحوالهٔ غالب، ص ۳٤۷). مرزا صاحب کی اس قطعه کی جواب مین آغا احمد علی کی ایك شاگرد فدا سلهٹی نی اسی زمین مین قطعه لکها، جس کا جواب غالب کی دو شاگردون باقر علی خان باقر اور فخرالدین حسین خان سخن نی اسی بحر وقافیه مین دیا. فدا نی ان کی دونون قطعون کا جواب الجواب لکها. اور ان سب کو بالترتیب «تیغ تیز تر» مین شایع کیا. کتابخانه مین یه کتاب موجود هی. اور اپنی دلچسپی کی بنا پر قابل مطالعه هی. مولوی احمد علی نی سنه ۱۲۸۰ ف مین انتقال کیا (تاریخ لطیف مصنفه مهدیعلیخان تحویلدار کتب خانه، ص ۱۵). یه سال فصلی سنه ۱۲۹۰ ه اور سنه ۱۸۷۳ ع کی مطابق هوگا (تشریح السنین قلمی، ص ۱۷۹، فن هیئت اردو نمبر ۱).

با قتیل و جامعِ برهان و لاله ٹیك چند
لابهٔ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است

داوریگاهے بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلی کرده است

گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرّا کرده است

کرده است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر
ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کرده است

میلِ او با هر کسے از هند و حیفش خاصِ من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است

مطلب از بد گفتنِ من چیست؟ گوئی، نیکمرد
مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کرده است

ور چنین نبود چنان باشد که در عرضِ کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است

صاحبِ علم و ادب، وانگه ز افراطِ غضب
چون سفیهان دفترِ نفرین و ذم وا کرده است

در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد، بلے
ننگ دارد علم از کاریکه آغا کرده است

انتقامِ جامعِ «برهانِ قاطع» می کشد
آنچه ما کردیم با وی، خواجه با ما کرده است

من سپاهی زاده ام، گفتارِ من باید درشت
وا ے بر و ے گر به تقلیدِ من اینها کرده است

زشت گفتم، لیك دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعے که دارم این تقاضا کرده است

میکند تائیدِ «برهان»، لیك برهان ناپدید
نیست جز تسلیمِ قولش هرچه انشا کرده است
سستیِ طرزِ خرامِ خامهٔ «برهان» نگار
یا نمیدانست، یا دانسته اخفا کرده است
بهرِ من توهین و بهرِ خویش تحسین جا بجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است
آید و بیند همان اندر کتابِ مولوی
هرچه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است
لغو و حشو و ادعایِ محض و اطنابِ مُمل
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است
بگزر از معنی، همین الفاظِ برهم بسته بین
باده نبود، شیشه و ساغر مهیا کرده است
یافتم از دیدنِ تاریخهایِ آن کتاب
خود بدم گفت و باحبابِ خود ایما کرده است
غازیان همراهِ خویش آورده از بهرِ جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است
جوش زد از غایتِ قهر و غضب خون در دلش
تا زبانش را بدین کَلَپَتَره[1] گویا کرده است
آتشِ خشمی که سوزد صاحبِ خود را نخست
در دلش، همچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشك و حسد
باد غالب خسته تر گر خسته پروا کرده است

---

(١) کلپتره بفتح کاف و سکون لام و فتح بای فارسی احمقانه کلام.

از جانبِ آمرزشخواہِ جرمِ بیراھه روی اسد الله خانِ غالب دهلوی][1] .

(٦٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج شنبه ۱۰ ماہِ اگست سنه ۱۸٦٦ کی ھے. فقیر چشم براہ تھا ، که اب ڈاك کا ھرکارہ آتا ھے ، اور ھنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامه لاتا ھے . ناگاہ اسوقت ڈاك کا آدمی ایك خط برخوردار منشی سیلچند[2] کا لایا . اوس مین مندرج تھا که تو نے جون سنه حال کی تنخواہ کی رسید کیون نه بھیجی . اور بعد اسکے یه لکھا تھا که جولائی کی تنخواہ کی چٹھیان ھوتی جاتی ھین . اب دو ایکدن مین تیری تنخواہ بھی بھیجی جائیگی . متحیر که یا رب مین حسبِ معمول تنخواہِ جون کی رسید ارسال کرچکا ھون . اب دوبارہ رسید کیون مانگی جاتی ھے . پھر یه تو گویا پیامِ مرگ تھا که جولائی کی تنخواہ اب روانا ھوگی . یا رب ۱۰ کو وعدہ ، ۱۳ ، ۱٤ کو چلے گی . بیسوین تك مجھے پہنچیگی . اور میرا حال یه که انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ھے . حضور کے عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا ھے . عالم الغیب جانتا ھے جسطرح گزرتی ھے . چار سو ساڑھے چار سو کا قرض باقی ھے . اب کوئی قرض بھی نہین دیتا . خلاصه دو عرضین ھین . ایك تو یه که مین جون کی تنخواہ کی رسید بھیج چکا ھون . اگر ڈاك مین تلف ھوگئی ھو تو اور لکھ بھیجون . دوسری یه که اس مہینے کی ، یعنی جولائی کی ، تو تنخواہ خیر ۲۰ ماہِ اگست تك پہنچ جائیگی . آیندہ کو حکم ھو جائے که ھر مہینے کی پہلی دوسری کو فقیر کی تنخواہ ، که وہ محض صیغۂ خیرات ھے ، بھیجی جایا کرے .

---

(۱) دارالانشاء کی فائل مین یه قطعه منسلك اور اسکی لفافه پر ۳۱ جولائی سنه ۱۸٦٦ع تاریخ درج ھے . مرزا صاحب نے اسکو اکمل المطابع مین یکرخه طبع کراکی اپنی احباب کو تحفة بھیجا تھا . چونکه یه بغیر عریضه کی نوابصاحب کو ارسال کیا گیا تھا ، اسلئی مینی متن مین شامل کرنا مناسب خیال کیا .

(۲) منشی سیلچند کیلئی خط نمبر ۱۰۹ کا ذیل ملاحظه ھو .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب .

(٦٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . پہلے اپنا حال عرض کر لون ، تب کچھ اور مدعا لکھون . غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کر دیا ہے . حضرت کے قدمون کی قسم ! نہ حواس درست ، نہ رای صحیح . برسون سے مکروہات مین مبتلا رہتے رہتے اب طاقت تحمل کی نرہی . خدا جانے کیا ہوتا ہے ، کیا سمجھتا ہون . کیا کرنا چاہئے ، کیا کرتا ہون . کل آخرِ روز میر منشیِ حضور کا خط آیا . جون کی تنخواہ کی رسید کے نہ پہنچنے کی اطلاع پائی . تہیدستی و قرض کے رنج مین خستۂ و آزردہ بیٹھا تھا . اوسی وقت عرضی لکھی . اگرچہ ڈاك کا وقت نتھا ، مگر بھیجدی . آج آخرِ روز توقیعِ وقیع مع جولائی کی تنخواہ کی ہنڈوی کے پہنچا . ہنڈوی مختار کار کو دی ، اور یہ عرضی لکھنے بیٹھا . لکھکر لفافہ کر رکھتا ہون . کل صبحدم ڈاك مین بھیجدونگا . اگر عرضیِ سابق مین کوئی بات گستاخی و دیوانگی و بدحواسی کی ہو ، توفقیر کی خطا معاف ہو . میر منشی صاحب کے اگر مخالفِ طبع کوئی لفظ ہو تو وہ بھی درگزر کرین . جون کی تنخواہ کی رسید کا لفافہ ڈاك مین گم ہوگیا ہوگا . اگر مین بھی بھول گیا ہون تو بعید نہین . بلکہ اغلب ہے کہ غالب کو سہو ہوا ہو . ملازمانِ درِ دولت پر ظاہر ہو کہ جون کی تنخواہ جولائی مین ، اور جولائی کی اگست مین مین نے پائی . آیندہ ہر انگریزی مہینے کی دوسری تیسری کو روانگیِ ہنڈوی کا متوقع ہون . زیادہ حدِ ادب[1] .

(١) نواب خلد آشیان نی ١٣ ربیع الثانی سنہ ٨٣ ھ مطابق ٢٥ اگست سنہ ٦٦ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «رسید ثانی ضرور نہین ھی . اور حسب الایما واسطی بھیجی جانی ہنڈوی مشاہرہ آپکی اسطور پر کہ تاریخ پہلی یا دوسری تك آپکی پاس پہونچ جایا کری ، حکم بنام اھالی سرشتہ کی صادر ہوگیا ھی » .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
١٣ اگست سنه ١٨٦٦ . عفو و رحم کا طالب غالب .

(٦٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت مد ظله العالی .

بعدِ تسلیم معروض هے . توقیعِ وقیع مع دیباچۂ شرحِ اشعارِ بدرِ چاچی[1] عزِ ورود لایا . کیا عرض کرون که کیا عالم نظر آیا . واقعی افتتاحِ کلام بطرزِ میرزا طاهر وحید[2] ، اور پهر نگارشِ مطالب بشیوۂ میرزا جلالایِ طباطبائی[3] هے . لیکن دونون صورتون مین دیباچۂ اعجازِ خسروی[4] کا رنگ جلوه گر هے . پس ناقدِ بصیر کے نزدیك یه نگارش ، طاهر وحید اور جلالا کی عبارت سے بہتر هے . یه عرضداشت جلد بهیجتا هون ، تا که حضرت پر پہنچنا اوس دیباچه یا تقریظ کا ظاهر هوجائے .

برسات ایسی هوئی هے که مین باون ترپپن برس سے یہان رهتا هون .

---

(١) بدرالدین محمد چاچی ، چاچ (تاشقند) کی رهنی والی تهی ، سلطان محمد بن تغلق (سنه ٧٢٥ ﻫ - ٧٥٢ ﻫ) کی عهد مین هندوستان آئی . اور اوسکی مدح سرائی مین اپنی عمر کا بڑا حصه گزارا . سلطان محمد بڑا علم دوست بادشاه تها ، اوسنی انکی کافی قدر و منزلت کی ، اور « فخرالزمان » خطاب دیا . بدر نی سنه ٧٥٤ ﻫ (١٣٥٣ ع) مین انتقال کیا . انکی قصائد شهرت عام کی مالك هین . لیکن تلمیحات وکنایات کی افراط کی سبب سی شیرینی غائب هوگئی هی .

(٢) میرزا طاهر وحید بن میرزا حسین خان قزوینی مشهور شاعر اور نثار هی . یه قزوین مین پیدا هوا . سنه ١٠٥٥ ﻫ (١٦٤٥ ع) مین شاه عباس صفوی نی اپنا مجلس نویس مقرر کیا ، سنه ١١٠١ ﻫ (١٦٨٩ ع) مین وزیر بنایا گیا ، اور ١٨ سال تك اسی عهده پر رها . یه فن انشاء مین خاص طرز کا مالك هی . لیکن اشعار کی شهرت صرف عهدۂ وزارت کی بدولت هوئی . طاهر کی تاریخ وفات مین اختلاف هی . بعض سنه ١١٠٥ ﻫ اور بعض سنه ١١٠٨ ﻫ لکهتی هین . لیکن ریو نی لکها هی که تقریباً سنه ١١٢٠ ﻫ (١٧٠٨ ع) مین انتقال کیا .

(٣) میرزا جلالائی طباطبائی اصفهان مین پیدا هوا . سنه ١٠٤٤ ﻫ (١٦٣٤ ع) مین هندوستان آیا ، اور شاه جهان کی دربار کا مورخ مقرر هوا . مگر ابهی ٥ سال کی تاریخ لکهنی پایا تها که حساد نی سازش کی ، اور کام رك گیا . یه بهی انشاء مین ایك خاص طرز کا مالك هی .

(٤) اعجاز خسروی امیر خسرو دهلوی متوفی سنه ٧٢٥ ﻫ (١٣٢٥ ع) کی تصنیف هی . یه نثر کی ممتاز کتابون مین شمار هوتی هی ، اور نولکشور پریس لکهنو مین طبع هوچکی هی .

عرش آرامگاہ اکبر شاہ[۱] کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی ، یا امسال نظر آئی ہے . اوراقِ مرسلۂ حضور مومین جامہ مین لپیٹ کر بسبیل پارسل ارسال کرونگا ، یا پرسون دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار .

روزِ شنبہ یکم ستمبر سنہ ١٨٦٦ . نجات کا طالب غالب[۲] .

(٦٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِّ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ١٨٦٦ معرضِ وصول مین آیا .

نثرِ نثرہ نثار[۳] کے اوراق ۳ ستمبر ماہِ حال کو ارسال ہوئے ہین . نظرِ انور سے گزرے ہونگے .

---

(۱) اکبر شاہ، شاہ عالم کا لڑکا اور دھلی کی آخری بادشاہ ظفر کا باپ تھا. ٢٣ اپریل سنہ ١٧٦٠ ع = ٧ رمضان سنہ ١١٧٣ ھ کو پیدا ھوا . اور ١٩ نومبر سنہ ١٨٠٦ ع = ٧ رمضان سنہ ١٢٤٨ ھ کو ٤٨ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا . اسنی ٣١ سال سلطنت کی ، اور ٢٨ ستمبر سنہ ١٨٣٧ ع مطابق ٢٨ جمادی الآخرہ سنہ ١٢٥٣ ھ کو جمعہ کی دن فوت ھوا . اکبر شاہ شاعر بھی تھا ، اور شعاع تخلص کرتا تھا .

(۲) میرزا صاحب کا یہ عریضہ نواب خلد آشیان کی فرمان مورخۂ ١٥ ربیع الثانی سنہ ١٢٨٣ ھ مطابق ٢٧ اگست سنہ ١٨٦٦ ع کا جواب ھی . القاب وآداب کی بعد نوابصاحب نی تحریر فرمایا ھی : «..... درین ولا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی ازنوك قلم جلوہ خیز گردیدہ . اولا بر دیباچۂ صور عبد الرحمن وحید وما بقی بر طرز جلالای طباطبائی نگاشتہ ام . چون زیور اصلاح در گنج خانۂ عالی طبیعت آن استاد زمان مخزونست ، بہمین نظر آن نقش باطل را مرسل ساختہ ، مرقوم کہ آنچہ فطرت کمالت سرشار نہ پسندد ، خامۂ اعجاز نگار را بر پرچۂ ثانیہ علاوہ ازین مجموعۂ پریشانی بہ تلافیش تکلیف تحریر دھند . وباسرع ازمنہ دیدۂ سفیدان این دیار را از سرمۂ جواھر آگین جواب باصواب مسرور وشادمان سازند » . شرح قصائد بدر چاچی ، جسکا فرمان مین ذکر ھی ، مولوی محمد عثمان خان بہادر مدار المہام کی تصنیف ھی . خان موصوف نواب خلد آشیان کی خدمت مین عہد ولیعہدی سی آمد ورفت رکھتی تھی . زبان فارسی اور حساب وغیرہ سی بخوبی واقف ، اور قدری عربی آشنا تھی . جب نواب صاحب تخت نشین ھوی ، تو ان کا تقرب اور رسوخ یہانتك بڑھا ، کہ ریاست کی مدار المہام بنادئی گئی . مزاج مین قدری درشتی اور جبر تھا . اسوجہ سی ١١ ربیع الاول سنہ ١٢٩٠ ھ (١٨٧٣ ع) کو ایك پٹھان کی ھاتھ سی زخمی ھوکر ١٢ ماہ مذکور کو انتقال کرگئی (اخبار الصنادید ، ج ٢ ، صفحہ ١٥٢-١٥٦) .

(۳) اس نثر سی مذکورۂ بالا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی مراد ھی .

اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا ہے. فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کے حوالے کیا ہے. بعدِ اتمامِ تحریر نذر کیا جائیگا[۱]. بھائی ضیاء الدین خان[۲] کا مجموعۂ نثر و نظمِ فارسی و اردو، سراسر دیکھا ہوا میرا، جو اونکے کتابخانہ مین تھا، غدر مین لٹ گیا. بعدِ غدر ذوقِ شعر باطل اور دل افسردہ ہو گیا. دو تین غزلین، فارسی، ہندی، جو لکھی ہین، اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا.

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

---

(۱) نواب صاحب نی ۱۳ ربیع الثانی سنه ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنه ۱۸۶۶ ع کو میرزا صاحب کو تحریر فرمایا تھا: «... مطلب دگر، جو که راقم کو ترتیب بیاض اشعار منتخبۂ اساتذۂ پارسی و اردو کی منظور ھی، اسواسطی حواله خامۂ محبت نگار کی ھوتا ھی که آپ انتخاب دیوان فارسی اور اردو اپنی کا فرماکر مع انتخاب کلام ضیاء الدین خانصاحب لطف کرین، تا شامل انتخاب کی، جو اس سرکار مین عمل مین آیا ھی، ھو جای». میرزا صاحب نی حسب الحکم اردو دیوان کا انتخاب ۷ ستمبر کو اور فارسی کلیات کا انتخاب ۲٤ ستمبر کو ارسال کیا. یه دونون انتخابات جو حسب تصریح فرمان مورخه ۱۹ جمادی الاولی سنه ۱۲۸۳ ھ مطابق ۳۰ ستمبر سنه ۱۸۶۶ ع اس تاریخ سی قبل موصول ھو چکی تھی، کتب خانه سرکاری مین محفوظ ھین، اور ضروری حواشی ومقدمات کی ساتھ انشاء الله عنقریب شائع کئی جائین گی.

(۲) نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نواب احمد بخش خان والئی فیروزپور جھرکه وجاگیردار لوھارو کی خلف اصغر تھی. انکی چچازاد بہن غالب سی منسوب تھین. لیکن اس نسبتی رشته کی علاوه اھم رابطه یه تھا که نوابصاحب فن شعر مین غالب کی شاگرد تھی. یه فارسی مین نیر اور اردو مین رخشان تخلص کرتی تھی(اردوی معلی، صفحه ۱۰۰). انکی سلامتی ذوق وحسن طبیعت مسلم ھی. خود میرزا صاحب بھی اسکی معترف تھی، اور انھین اپنا نمونه کہتی تھی. کلیات فارسی مین انکی مدح مین ایك قصیده ھی. اوس مین میرزا صاحب فرماتی ھین:

بنکته شیوۂ شاگرد من بمن باناست   صنم بصورت خود می تراشد آذر من
اگر چه اوست ارسطوی ومن فلاطونم   بود بپایه ارسطوی من سکندر من

ضیاءالدین خان کی پاس کتابون کا بڑا نایاب ذخیره تھا. الیٹ صاحب نی تاریخ ھند کی ترتیب مین اوس سی استفاده کیا ھی. اس کتب خانه کی متعلق مرزا صاحب لکھتی ھین: «میرا ایك نسبتی بھائی ھی نواب ضیاءالدین خان سلمه الله تعالی. وه میری نظم ونثر کو فراھم کرتا رھتا تھا. چنانچه مجمع نثرین، اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخی اوسکی کتب خانه مین تھی. وه کتابخانه که، ڈر کر عرض کرتا ھون، ۲۰ ھزار روپیه کی مالیت کا ھوگا، لٹ گیا. ایك ورق نہین رھا» (عود ھندی، صفحه ۲۹). نواب ضیاءالدین خان بہادر نی سنه ۱۳۰۲ھ مطابق سنه ۱۸۸۳ ع مین وفات پائی. میر مہدی مجروح نی مصرع «اب نه باقی رھی وه رونق شہر دھلی» سی ھجری سال نکالا ھی (تاریخ لطیف، ص ۲٤۱).

اسد اللہ بیدستگاہ. دو شنبہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶.

(۶۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. خاطرِ اقدس مین نگزرے کہ غالب تعمیلِ احکام مین کاهل ھے. بصارت مین فتور. ھاتھ مین رعشہ. حواس مختل. ناچار کاتب کی تلاش کی. شہر سراسر ویران ھے. کاتب کہان؟ بارے ایك دوست نے کاتب نشان دیا. اردو کا دیوان، اشعار پر صاد کرکے، اوسکو حوالہ کیا. کل وہ اجزایِ منقولہ آئے. آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کئے. خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا. حضرت کو کیونکر پسند آئیگا. اغلاط اتنے تھے کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی. فارسی کے کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردئیے ھین. جابجا اشعار پر صاد کردئیے ھین. وہ بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ھو رھے ھین. بعدِ اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

ترحم کا طالب غالب. سہ شنبہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۶.

(میرزا صاحب نے اصلاحِ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی کے سلسلہ مین ۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع کو ایك عریضہ روانا کیا تھا. مثل مین اوسکا لفافہ موجود ھے. میر منشی صاحب لھکتے ھین: «اصلِ خط کہ بمقدمۂ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی بود در حضورِ پرنور ماند»)[1].

(۱) یہ عریضہ نواب صاحب کی اس تحریر کا جواب تھا: «... نامۂ محبت آئین مع تقریظ بدر چاچی ومضامین اصلاح آگین سرمہ‌کش چشم وصول گشتہ روشنی بخش عیون دیدہ سفیدان انتظار گردید. چنانچہ نظیر ھمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بامعان نظر ملاحظہ نشدہ مرسل داشتہ ام. چشم کہ اگر اقوال این ھمہ اساتذہ قابل اعتبار باشد فبہا. والا بعد مشاھدہ از چگونگی آن مطلع سازند. المرقوم ۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع». اس فرمان کے ساتھ فرھنگ جہانگیری و رشیدی وغیرہ سی تلاش کرکی نظائر روانا کیی گئی تھی. اونکا یہان نقل کرنا باعث طوالت ھوگا.

(۶۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہون . یقین ہے کہ حضرت کی نظرِ انور سے گزرگیا ہو. آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ہون . اور بھائی ضیاء الدینخان بہادر نے جو اوراق میرے پاس بھیجے ہین ، وہ بھی اسی پارسل مین رکھدئے ہین . حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا . بعدِ غدر جو کچھ کہا ہے ، وہ یہی ہے جو پہنچتا ہے . اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ہے. قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا . اگر حکم ہو تو وہ بھی بھیجون . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ .

(۷۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ معرضِ وصول مین آیا . اشعارِ فارسی و اردو پہنچے . خدا کرے پسند آئین . افسوس کہ برخوردار نواب مرزا خان نے میرا حال سامعۂ اقدس پر عرض نکیا . حضور ملک ومال جسکو جسقدر چاہین عطا کر سکتے ہین . مین آپ سے صرف راحت مانگتا ہون . اور راحت منحصر اس مین ہے کہ قرضِ باقیماندہ ادا ہوجائے . اور آیندہ قرض لینے کی حاجت نہ پڑے .

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہ بیدستگاہ . ششم اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ .

(۷۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ اس عنایت نامے مین ایك فقرہ نظر پڑا کہ جس سے مین کانپ اوٹھا ۔ « مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است »(۱) ۔ یہ ذلیل کو عزت دینی اور دکانِ بے رونق کی خریداری کرنی ہے ۔ مین تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا ہون ۔

بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایك لگاؤ تھا ۔ چاہتا تھا کہ فرہنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے ۔ بارے مراد برآئی ۔ اور اکابرِ پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ہوا ۔ اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رہا ۔ اور مین نے اوس سے حقائق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کئے ۔ اب مجھے اس امرِ خاص مین نفسِ مطمئنہ حاصل ہے ۔ مگر دعویِ اجتہاد نہین ہے ۔ بحث کا طریق یاد نہین(۲) ۔

میان اِنجو جامعِ فرہنگِ جہانگیری(۳) ، شیخ رشید راقمِ فرہنگِ

---

(۱) مرزا صاحب کی ۱۹ ستمبر کی عریضہ کی جواب مین نواب خلد آشیان نی جو فرمان لکھا تھا اوسکا اہم فقرہ مرزا صاحب نی نقل کیا ہی ۔ نواب صاحب فرماتی ہین : « ...... نیسان خامہ کہ در تحریر معانی شعر عرفی و ہم بتحقیق لفظ ارتنگ وارژنگ گوہر بار گردیدہ بر خاطر اخلاص فروش ہر آئینہ مخفی ومحتجب میماند کہ اکثر مالك رقابان علم لغت ارتنگ وارژنگ رابمعنی واحد پنداشتہ اند. وعامۂ مفسران کلام شیرازی مشار « آشیان چیدن » را مرادف آشیان بستن نگاشتہ. چنانچہ نظایر ہر یکی ملفوف عنبرین نامۂ ہذاست بمطالعہ خواہد رسید ۔ معہذا اگر طبع آن اوستاد زمان بہ ترقیم الفاظ بالا فی الجملہ نفوری داشتہ باشد ہمچنان حوالۂ قلم نمایند کہ مبحوث عنہ را از تقریظ اصلاح شدہ چون نفسانیت خود محو سازم. زیرا کہ مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است ۔ نہ از عرفی و دیگران ۔ اما نظایریکہ بہ نظرم گذشتہ است ، صرف برای اطلاع بہ نمیقۂ ہذا مندرج گردیدہ ۔ المرقوم ۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع» ۔

(۲) ملا عبد الصمد کی شاگردی کی متعلق اردوی معلی مین متعدد جگہ اور قاطع برہان مین ص ۷ پر میرزا صاحب نی تصریح کی ہی ۔

(۳) میان انجو کا نام جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجوی شیرازی اور لقب عضد الدولہ ہی ۔ انکی آبا واجداد فارس کی شہرۂ آفاق شہر شیراز کی باشندی تھی ۔ یہ وہین پیدا ہوی ۔ بعد ازان بتلاش روزگار ہندوستان آئی ، اور بقول محمد حارثی بدخشی سنہ ۱۰۳۵ ہجری (۱٦۲٦ع) مین آگرہ مین انتقال کیا ۔ فرہنگ جہانگیری ہندوستان کی مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر بن جلال الدین اکبر کی نام معنون ہی ۔

رشیدی[۱] عظمای عجم مین سے نہین۔ ھند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔
ھادی انکا ان کا قیاس۔ ٹیک چند[۲] اور سیالکوٹی مل[۳] انکے پیرو۔
سبحان اللہ ھندی بھی، اور ھندو بھی! نورٌ علی نور!!

فقیر اشعار قدما کا معتقد۔ اون لوگون کے کلام کا عاشق۔ مگر جو لغات اونکے کلام مین ھین، اوسکے معنی تو اھل ھند نے اپنے قیاس سے نکالے ھین۔ مین انکے قیاس پر کیونکر تکیہ کرون۔ اب جو پیر و مرشد نے لکھا کہ «ارتنگ و ارژنگ متحد المعنی اور آشیان ساختن و بستن و چیدن گھونسلا بنانے کے معنی پر ھے»، تو مین نے بے تکلف مان لیا۔ لیکن نہ اون صاحبون کے قیاس کے بموجب، بلکہ اپنے خداوند نعمت (کے)[٤] حکم کے مطابق۔

تم سلامت رھو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

انصاف کا طالب غالب۔ ۷ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦[٥]۔

---

(۱) شیخ رشید کا نام عبد الرشید الحسنی ھے۔ انکے آبا و اجداد مدینۂ منورہ کے رھنے والے تھے۔ یہ خود شہر ٹھٹھہ مین پیدا ھوئے۔ منتخب اللغات اور فرھنگ رشیدی انکی تصنیف ھین۔ خزانۂ عامرہ (ص ٤٢٤، نولکشور پریس) مین انکا سال وفات ۱۰۷۷ ھجری (۱٦٦٦ع) لکھا ھے۔

(۲) لالہ ٹیکچند بہار تخلص بہار عجم کے مولف ھین۔ یہ خان آرزو متوفی سنہ ۱۱٦۹ ھجری (۱۷٥٥ع) کے شاگرد اور اردو، فارسی کے شاعر تھے۔

(۳) سیالکوٹی مل وارستہ تخلص مصطلحات شعرا کے مصنف ھین۔ یہ میر محمد علی رائج سیالکوٹی متوفی سنہ ۱۱٤۹ھ (۱۷۳٦ع) کے شاگرد تھے۔

(٤) یہان لفظ «کے» ساقط ھوگیا ھے۔ آیندہ عریضہ مین مرزا صاحب نے اس عبارت کو دوھرایا ھے۔ وھان یہ لفظ موجود ھے۔ اسلئے مین نے بریکٹ مین بڑھا دیا۔

(٥) اصل خط مین سہواً ۱۷ تاریخ درج ھوگئی ھے۔ صحیح سات ھے۔ اسلئے کہ اولا تو خود میرزا صاحب ھی نے اس خط کے لفافہ پر ۸ اکتوبر تاریخ لکھی ھے۔ جسکے یہ معنی ھین کہ تاریخ کتابت کے دوسری دن یہ خط پوسٹ کیا گیا تھا۔ ثانیاً نواب خلد آشیان نے اس خط کا جواب، جو آگے آرھا ھے، تیرہ اکتوبر کو دیا ھے۔ اور ظاھر ھے کہ جس خط کا جواب تیرہ کو لکھا جائے وہ خود سترہ کا مکتوب نہین ھو سکتا۔ میرزا صاحب کے عریضہ کے بعض کنایات سے ناخوش ھوکر نوابصاحب نے جواباً تحریر فرمایا: «... مکتوب حیرت اسلوب مشعر اختراع معنی غلط نسبت ھندی نژادان پیشین و دیگر اعتراضھا، و این کہ راقم را طریقۂ بحث یاد نیست، موصول مطالعہ گشتہ، باعث استعجاب عظیم گردید۔ از آنجا کہ تا حال ورای تحقیق و تنقیح امور علمیہ، کہ معاذ اللہ از مناظرہ و مناقشہ بچشم حق بین دور می نماید، امری دیگر بظہور نیامدہ۔ وآنچہ حالی خاطرم بود بی ریب و ریج حوالۂ قلم دقائق سنج گردیدہ۔ لیکن می نازم بر ذھن موشگاف آن فرید زمان کہ (باقی

(۷۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج سہ شنبہ ۱٦ ماہ اکتوبر کے دن کو بارہ بجے کھانا کھاکر بیٹھا تھا ، کہ توقیعِ وقیع آیا . پڑھتے ھی کانپ اوٹھا ، اور عالم نظر مین تیرہ و تار ھوگیا . اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا ھو ، تو مجھے جنابِ الہی اور حضرتِ رسالت پناھی کی قسم ! اگرچہ فاسق و فاجر ھون ، مگر وحدانیّتِ خدا اور نبوتِ خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون . خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا . انکارِ بحث سے مراد یہ تھی ، کہ شعرای ِ ھند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین ، یا ھندی فرھنگ لکھنے والون کے بیان مین جو نادرستی ، اور باھم جو اونکے عقول مین اختلاف ھین ، اوس مین مین کلام نہین کرتا . اپنی تحقیق کو مانے ھوئے ھون . اورون سے مجھے بحث نہین . با ھمہ ضعفِ حافظہ یاد ھے کہ آخر مین یہ بھی لکھدیا تھا کہ « ان دونون باتون کو مین نے مانا . لیکن نہ فرھنگ لکھنے والون کی رای کے بموجب . بلکہ اپنے خداوند کے حکم کے

(بقیہ) نوشتہام را بر بحث واجتہاد محمول نمودہ . امثال این کنایہ ھای تو ، مثل نسبت استادی بجانب راقم ، ولفظ بحث ، کہ ھر دو خلاف واقع وموَرث رنج وعنا است ، نگاشتند . پس اگر آن مشفق را ھمچنین منظور باشد ، اشارتی سازند کہ واسطۂ ترسیل رسائل از فیمابین برداشتہ شود . ورنہ بنان خامہ را بامور خارج المبحث تکلیف ندادہ باشند ، کہ نتیجہ اش سوای صداع الراس امری بخیال نمی رسد . وراقم پایۂ اعتبار محققان کہ صاحب تصانیف مقبول انام بودہ اند ، از خود زیادہ دانستہ بحوالۂ کلام شان پرداختہ . اگر نزد آن صمیم چاوید آنہا قابل قبول نبود ، بایستی کہ بمہران نمط تحریر میساختند . مصلحت اینقدر اطناب سخن از فہم ھمچو منی بیرون . زیادہ ازین نوشتن حکمت بلقمان آموختن است . المرقوم ۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ ھجری مطابق ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ع » .
چونکہ نوابصاحب کی اس فرمان سی اظہار ناخوشی وناراضگی ھوتا تھا . میرزا صاحب نی فوراً معذرت نامہ مورخہ ۱٦ ماہ اکتوبر لکھکر طلب عفو کیا . نوابصاحب نی معذرت قبول کرتی ھوئی تحریر فرمایا : « ..... حالا کہ آن مہربان بتاویلش پرداختند از آن دفع شکوك لاحقہ گردید . خاطر لطف مظاھر مقرون جمعیت باشد . المرقوم ۲۱ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ ھجری مطابق ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ع » . لیکن اس کی بعد نوابصاحب نی پھر کوئی نثر اصلاح کیلئی نہین بھیجی . جسکی یہ معنی ھین کہ ان کی طبیعت کا تکدر کلیۃ دور نہین ھوا .

مطابق » . یہ کلمہ موجبِ عتاب نہین ہوسکتا . اور اگر اسکو گناہ سمجھا جائے . « آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین » . گناہ معاف کیجے اور نویدِ عفو سے مجکو تقویت دیجے .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عفو کا طالب غالب .

(۷۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . حضور کے لشکرِ نصرت اثر کا بسپہ سالاریِ نوابِ معلی القاب جناب مہدی علیخان بہادر[۱] اکبرآباد پہنچنا، اورخیامِ فلک احتشام کا وہان نصب ہونا، اور رامپور سے اکبرآباد تک گھوڑون کی ڈاک کا بیٹھنا، اور حضرت کا سنبھل تک بسبیلِ ڈاک تشریف لیجانا، اور وہان مزاجِ اقدس کا ناساز ہونا، اور دار السلطنت کو معاودت فرمانا، یوماً فیوماً مسموع ہوا . غرض اس عرضداشت کی تحریر سے یہ ہے ، کہ حصولِ جواب سے آبرو، اور خیریت و عافیتِ مزاجِ مبارک سے عز و اطلاع پاؤن .

اخبار مین مسطور ، اور شہر مین مشہور ہے ، کہ حضرت اجلاسِ کونسل کیواسطے حسب الحکمِ گورمنٹ کلکتہ کو تشریف لیجائین گے . نمکخوار دعا گوئی و مدح گستری مین بہانہ طلب رہتا ہے . اس تقریب کا ایک قطعۂ تاریخِ سنہ ۱۸۶۶ عیسوی رقم کیا ہے . عرض کرتا ہون . اگر پسند آئے تو اجازت ملجائے کہ اسکو کسی اخبار مین چھپوا دون[۲] :

---

(۱) صاحبزادہ سید مہدی علیخان بہادر ، نواب سید غلام محمد خان بہادر کی پوتی ، صاحبزادہ سید حفیظ اللہ خان بہادر کی بیٹی ، اور نواب خلد آشیان کی چچا تھی . شعر وسخن کا شوق تھا اور نحیف تخلص کرتی تھی . ابتدا مین نواب فردوس مکان سی تلمذ تھا . آخر مین میر احمد علی رسا کی شاگرد ہوئی . ٤۷ برس کی عمر پائی . ستائیسوین ماہ رمضان کو سنہ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ ع) کو رحلت فرمائی ، (انتخاب یادگار ، صفحہ ۳۸٤ ، وتاریخ لطیف ، صفحہ ۲۲۹) .

(۲) نواب خلد آشیان بہادر کی کلکتہ تشریف لیجانیکو متعلق صاحب اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱٤۰) نی لکھا ہی کہ : « مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نی نواب سید کلب علی خان سی (باقی

قطعــــه

چو نواب از بهرِ اجلاسِ کونسل به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را بجو سالِ اجلاس از «بختِ فرخ»
چو گویند کز کُشتنِ وی چه خواهی بگو حذفِ اعدادِ «وی» اینت پاسخ

اینت لغتِ پارسی هے، مرادف خهے و زهے. اور قتل کا مشارالیه لفظ (وی) هے جس کے ١٦ عـدد هین. اور (وی) کا مشار (عدو) هے. «بختِ فرخ» کے ١٨٨٢. جب اس مین سے ١٦ کم کئے تو ١٨٦٦ رهے. زیاده حدِ ادب.

تم سـلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

(١٨ نومبر سنه ١٨٦٦)(١).

(بقیه) هونهاری و بلند اقبالی کے آثار دیکهکر بهت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحده کے حضور مین رپورٹ کی. اور انهون نے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خدمت مین نواب سید کلب علیخان کی لیاقت خدا داد کی اطلاع کی. گورنر جنرل نے باظهار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کے نواب سید کلبعلیخان کو بهی لیجسلیٹیو کونسل مین ممبر تجویز کیا. نوابصاحب نے هنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت و ضعف باقتضای عزم بلند ممبری قبول کی. ٢٠ شعبان سنه ١٢٨٣ هجری مطابق ٢٨ دسمبر سنه ١٨٦٦ ع کو رامپور سے علیگڑه تك گاڑی کی ڈاك مین اور علیگڑه سے کلکته تك تخمیناً پانسو همراهیون کیساتهه ریل کے ذریعه سے گئے. اثنای راه مین کانپور، الهآباد، اور بنارس وغیره هر مقام پر حکام نے استقبال کیا اور سلامی سر هوئی. مهراجه ایسری پرشاد نرائن سنگهه صاحب جی، سی، ایس، آئی والی کاشی تریس نے بنارس مین بنظر اتحاد قدیمی دهوم سے دعوت کی. کلکتے مین گورنر جنرل کی طرف سے بطرز مرغوب استقبال هوا. سلامی سر هوئی. آب و هوای کلکته نے انکے مزاج سے بهی مخالفت کی. اور طبیعت جادهٔ اعتدال سے منحرف رهی. پهر بهی کونسل مین کئی اجلاس کئے. جب ناسازی زیاده بڑهی تو حسب اصرار گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سے علاج شروع هوا. ڈاکٹر کی رای هوئی که آب و هوا یهانکی انکے مخالف هے. بلکه قیام کلکته سے امراض شدید لاحق هونیکا اندیشه هے. مگر نوابصاحب نے اسے قبول نکیا. جب گورنر جنرل کو اسکا علم آیا، تو بمقتضای محبت خاص بکمال اصرار واپس کیا. ٢٧ رمضان سنه ١٢٨٣ ھ مطابق ٣ فروری سنه ١٨٦٧ ع کو کلکتے سے رامپور واپس هوئے». میرزا صاحب کے عریضه نمبر (٧٥) کے لفافه سے معلوم هوتا هے که نواب صاحب محلهٔ کاشی پور کے مکان نمبر ٥ اور ٧ مین قیام فرما هوے تهے. مرزا صاحب کا قطعهٔ تاریخ حسب‌الحکم حضور اخبار دبدبهٔ سکندری مین طبع هوا اور ٣٠ نومبر کو اسکی اطلاع ان الفاظ مین میرزا صاحب کو دیگئی: «تاریخ مذکوره که بر طرز نو و عدیم‌المثال است در اخبار دبدبهٔ سکندری رامپور طبع گردیده شد».

(١) خط مین کاتب کا نام اور تاریخ درج نهین. مین نے قوسین مین لفافه کی تاریخ اضافه کردی هے.

(۷٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . ایك عرضداشت بھیج چکا ھون . اوسکا جواب نہین پایا[۱] . امیدوار ھون کہ اس عرضداشت کے جواب سے محروم نرھون . کل دن کو دس بجے سنا کہ عالیجناب نواب مہدیعلیخان بہادر بسواریِ ریل آئے ، اور املی کے محلے مین ٹہرے ھین . کھانا کھاکر فوراً سوار ھوا . وھان جاکے سنا کہ نوابصاحب ریل کے اسٹیشن پر گئے ھین . گھنٹا بھر بیٹھا رھا کہ حضرت آئے . آگے غازیآباد کے اسٹیشن پر سے سواری ھوتی تھی . اب ولی محمد سوداگر کی کوٹھی کے پاس سے[۲] ، جو بیگم کے باغ کے عقب ھے ، نیا اسٹیشن قرار پایا ھے . سو صاحبزادہ صاحب نے آپ کے حضور مین اطلاع کی ھے . دیکھئے حضرت غازیآباد سے سوار ھوتے ھین یا شہر مین سے . واسطے خدا کے مجکو اپنے روزِ ورود و وقتِ ورود سے اطلاع بخشین . اور اس عرضی کا جواب ایسا جلد عنایت ھو کہ فقیرِ بیسر و سامان اپنا سامان درست کر رکھے[۳] .

حضرت کی توجہِ باطنی ، جو ھمیشہ میری مصلحِ حال اور افزایشِ عز و وقار کی کفیل ھے ، بعد ادایِ شکرِ الٰہی اوسکا سپاس بجا لاتا ھون . پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے ، اور جیغہ ، سرپیچ ، مالایِ

(۱) میرزا صاحب نے جس عرضداشت کا حوالہ دیا ھے وہ اور اوسکا جواب دونون مثل مین موجود نہین . غالباً نوابصاحب کے حضور تك نہ پہنچی .

(۲) یہان لفظ (سے) زیادہ معلوم ھوتا ھے .

(۳) اس عریضہ کے جواب مین ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع کو نواب خلد آشیان نے تحریر فرمایا : «... چون راقم عنقریب روانۂ کلکتہ می شود . چنانچہ برای انتظام گاڑیہای ریل رفعت و عوالی مرتبت محمد اصغر علی خان رسالدار را روانۂ آنجا نمودہ شد . و ھنوز تاریخ رسیدن بمقام اسٹیشن ریل دھلی مقرر نگشتہ ، لہذا حوالۂ خامۂ مودت نگار می شود ، کہ حال تقرر تاریخ رسیدن آنجا از خان معزی الیہ دریافت نمودہ شود » . بہت ممکن ھے کہ مرزا صاحب نے اصغر علی خان صاحب رسالدار سے تاریخ دریافت کی ھو . لیکن مجھے اسکا کوئی ثبوت نہین مل سکا .

مرواريد ، تين رقمين جواهر کی مجکو ملتی تھين . بعدِ غدر اگرچه پنسن اور دربار بحال رها ، لیکن خلعت موقوف هوگیا . نواب لفٹنٹ گورنر بهادر پنجاب[1] کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تھا . حکم سب درباردارون کو پهنچ گیا تھا . مین نواب مهدی علیخان صاحب کو رخصت کرکے گھر آیا . دو گھنٹے کے بعد دربار مین گیا . خیال یهی که ملاقات هوگی . ایك رباعی کاغذِ مذهّب پر لکھی هوئی نذر کرونگا . کلماتِ عنایت سنکر چلا آؤنگا . نه مجھے کچھ احتمال . نه صاحب کمشنر بهادر شهر کو علم . بارے بر وقتِ ملاقات تعظیمِ معمولی اور مصافحه کرکے لاڑد صاحب نے کھڑے کھڑے جیغه ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا . اور فرمایا «یه هم نے آپ کے واسطے رکھا تھا » . مالایِ مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی . یه پارچے سات مرحمت هوئے . دوشاله ، ۱ . کمخواب کا تھان ، ۱ . بنارسی تھان سنهری بوٹے ، ۱ . بنارسی سیلا ، ۱ . الوان کی چادر کناره کلابتون ، ۱ . کناویز کا تھان ، ۱ . الوان کی چادر بے کناره ، ۱ . مین اس عطیه کو آپ کی بخششِ معنوی سمجھا هون . اور دوسری بخشش ، یعنی اس خط کے جواب کے جلد حاصل هونے ، کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

عرضداشت کے جواب کا طالب غالب . روزِ سه شنبه ۱۸ دسمبر سنه ۱۸۶۶ .

---

(۱) سر ڈانل میکلوڈ صاحب مراد هین . یه لفٹنٹ جنرل ڈنکن میکلوڈ کی هان فورٹ ولیم ، کلکته ، مین ٦ جون سنه ۱۸۱۰ ع کو پیدا هوی . ولایت جاکر تعلیم پائی . سنه ۱۸۲۸ ع مین هندوستان واپس هوی ، اور صوبۂ بنگال مین ملازمت اختیار کی . ۱۸۳۱ ع سی ۱۸٤۹ ع تك اضلاع ساگر و نربدا ، اور بنارس مین رهی . ۱۸۵٤ ع مین پنجاب کی جوڈیشل کمشنر هوی . غدر سنه ۵۷ ع مین لاهور مین تھی . ۱۸٦۵ ع سی ۱۸۷۰ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رهی . اور ۲۸ نومبر سنه ۱۸۷۲ ع کو لندن کی زمین‌دوز ریل کی ایك حادثه سی انتقال کر گئی . یه مشرقی علوم و فنون کی بڑی حامی تھی ، اور چاهتی تھی که دیسی زبانون مین مغربی علوم کی تعلیم دیجای . پنجاب یونیورسٹی انهی نی قائم کی هی .

(۷۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . حضرت کا رونق افزایِ کلکته هونا از رویِ شمارِ رفتارِ ریل یقینی هے . مگر وهان کی آب و هوا کا موافق آنا ، اور جناب لاڑد صاحب بہادر[۱] سے ملاقات کا هونا ، اور اجلاسِ کونسل کا وقوع مین آنا ، یه امور جب تك حضرت رقم نفرمائینگے ، دعا گو کے خیال مین کیون کر آئینگے . ناچار جرات بہم پہنچاکر اس عرضداشت کے جواب مین ان حالات کے انکشاف کا امیدوار هون[۲] .

پیر و مرشد ! حضرت کے تصدق سے قرض ادا هو گیا . تنخواه نے قسط سے ، اور مین نے رنج سے رهائی پائی . هم بدل و هم بزبان ثناخوانِ جود و نوال ، و دعا گویِ دوامِ دولت و اقبال هون . آدها قرض عطیۂ سابق مین ، اور آدها قرض عطیۂ حال مین ادا هوگیا . که نهین سکتا ، اور بن کہے بنتی نهین . اگر دونون لڑکون کا پچاس روپئے مهینا جنوری سنه ۱۸٦۷ یعنی ماهِ حال و سالِ حال سے جاری هوجایگا اور ماه بماه فقیر کے روزینه کے ساتھ پہنچا کریگا تو آپ کا نمکخوار پھر کبھی قرضدار نهوگا . زیاده حدِ ادب[۳] .

(۱) لارڈ لارنس مراد هین ، جو ۱۲ جنوری سنه ۱۸٦٤ع سی ۱۲ جنوری سنه ۱۸٦۹ع تك هندوستان کی وائسرائی اور گورنر جنرل رهی تھی .

(۲) اس سلسله مین نواب خلد آشیان نی ۲۱ جنوری سنه ۱۸٦۷ع کو تحریر فرمایا : « مشفقا ! مخلص بخیریت تمام بتاریخ ٦ جنوری سنه حال فائز مقام کلکته گردید . و ملاقات جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام شوکتهم و دیگر صاحبان عالیشان و نیز اجلاس کونسل بعنوان شایسته و طرز بایسته بپایۂ حصول رسید » .

(۳) دونون لڑکون سی باقر علی خان اور حسین علی خان مراد هین . یه دونون زین العابدین خان عارف ، مرزا غالب کی متبنی بیٹی کی لڑکی تھی . میرزا صاحب چاهتی تھی که ان دونون کو ریاست رامپور کا باقاعده وظیفه خوار بنا دین . لیکن اون کی زندگی مین یه خواهش پوری نهوئی . البته میرزا صاحب کی انتقال کی بعد حسین علیخان بزمرۂ شعرا ملازم هوگئی تھی .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

فیض کا طالب غالب. معروضۂ ۸ جنوری سنہ ۱۸۶۷[1].

(۷۶)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. بہت دن تک متردد رہا، کہ حضرت کلکتے ہیں یا رامپور. چنانچہ ایک عرضداشت اوسی تردد میں بھیجی بھی ہے. ہنوز جواب کے آنے کی مدت منقضی نہیں ہوئی. خیر اوسکے جواب پر کیا موقوف ہے. یہ تو جان لیا کہ حضرت رونق افزایِ رامپور ہیں. مگر یہ کیونکر جانوں[2] کہ اب بہ خجستگی و فرخندگی یہیں رونق افزا رہینگے، یا پھر کلکتے تشریف لیجائینگے. خیر اس بیعلمی کو سہل سمجھ لیا کہ جو کچھ ہوگا معلوم ہو جایگا. مگر یہ کیونکر جانوں کہ مزاجِ اقدس کیسا ہے. اور جب تک یہ نجانوں تو آرام کیونکر آئے. یہاں سے رامپور تک برابر تار برقی بھی نہیں جو خبر منگواؤں. آج ۱۴ فروری کی ہے. یہ خط بھیجتا ہوں. اگر جواب آئے تو ۹ دن میں. مجکو اتنے دن صبر کیونکر آیگا. الہی آج یا کل کوئی نوازشنامہ خداوند کا آجائے! زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

خیر کا طالب غالب. ۱۴ فروری سنہ ۱۸۶۷[3].

(۷۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ عطوفت عزِ ورود لایا. (سو روپیہ

---

(۱) میرزا صاحب نے یہ عریضہ کلکتہ کے پتہ سے لکھا تھا. چنانچہ لفافہ پر «کلکتہ. محلہ کاشی پور. خانہ نمبر ۷ اور نمبر ۵» ایڈریس تحریر ہے.

(۲) اصل خط میں سہواً (جاؤں) رقم ہو گیا ہے.

(۳) لفافہ پر ۱۵ فروری درج ہے. غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تھا.

تنخواہ)[1] فروری سنہ ۱۸۶۷ حال کا معرضِ وصول مین آیا. اس درویش کا حال اب قابلِ گزارش نہین. امراضِ قدیم بڑھگئے. دورانِ سر، اور رعشہ، اور ضعفِ بصر، تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین. قلم نہین بنا سکتا، لڑکون سے بنوا لیتا ہون. برسون کی بات نہین رہی. ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے.

تم سلامت رہو قیامت تک   دولت و عز و جاہ روز افزون

زیادہ حدِ ادب. نجات کا طالب غالب. ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۶۷.

(۷۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل صبح کو دو گھڑی دن چڑھے نوروز ہے. آج یہ قطعہ ہات تمام کر لکھکر حضور کی نذر بھیجتا ہون.

نوروز و دو عید از دو جانب امسال   خوب ست زروی وضع و نیک ست بفال

امید کہ این سہ عید نذرِ نواب   آرند دوامِ عمر، و عز، و اقبال

تم سلامت رہو قیامت تک

دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. چہار شنبہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۸۶۷.

(۷۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم و تعظیم معروض ہے. ہنڈویِ ملفوفۂ نوازشنامہ کے ذریعہ سے سو روپیئے مارچ کی تنخواہ کے وصول ہوئے.

---

(۱) بریکٹ کی عبارت میرزا صاحب سے سہواً چھوٹ گئی تھی. مین نے دیگر عرایض سے ایزاد کردی ہے تاکہ کلام تمام ہوجائے.

ایك رباعی بهیجتا هون، اور یه چاهتا هون، که دبدبهٔ سکندری کے آغاز مین اسکے چهاپنے کا التزام رهے.

آن کیست که جسمِ ملك را جان باشد آن کیست که همسرِ سلیمان باشد
آن کیست که انجمش بفرمان باشد کس نیست مگر کلبِ علی خان باشد

تم سلامت رهو هزار برس
هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. ٦ اپریل سنه ١٨٦٧.

(٨٠)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. نمایشگاهِ سراسر سورِ رامپور کا ذکر اخبار مین دیکهتا هون، اور خونِ جگر کهاتا هون، که هائے مین وهان نهین! بالاخانے پر رهتا هون. اوتر نهین سکتا. مانا که آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا، اور پالکی مین بٹهادیا. کهار چلے. راه مین نه مرا، اور رامپور پهنچ گیا. کهارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکهدی. پالکی قفس، اور مین طائرِ اسیر. وه بهی بے پر و بال. نه چل سکون. نه پهر سکون. جو کچهه اوپر لکهه آیا هون، یه سب بطریقِ فرضِ محال هے. ورنه ان امور کے وقوع کی کهان مجال هے. بارے تین بیت کا قطعهٔ تاریخ بهیجتا هون. اگر پسند آئے، تو مین خوشنودیِ مزاجِ مبارك سے اطلاع پاؤن[1].

(١) انتخاب یادگار (ص ٩٠) اور اخبار الصنادید (ج ٢، ص ١٣٩) سے معلوم هوتا هے، که نواب خلد آشیان نے سنه ١٢٨٢ هجری مطابق سنه ١٨٦٥ع مین باغ بینظیر کی نمایش کا آغاز کیا. موخرالذکر لکهتے دین: «سنه ١٢٨٢ هجری مطابق سنه ١٨٦٥ع سے باغ بینظیر مین ایك میله جاری کیا. آٹهه روز بڑی رونق سے یه میله رهتا تها. مال بکثرت آتا تها. باغ مین بهت سی دوکانین هوتی تهین اور روهیلکهنڈ کے اکثر معزز روسا اس میلے مین شریك هوا کرتے تهے. نوابصاحب خود بهی آٹهه روز برابر وهین مقیم رهتے. اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجاکر اسباب خریدتے. قسم قسم کے جلسے، طرح طرح کے تماشے هوا کرتے تهے. بائیس میلے نوابصاحب نے کئے. تیئیسوان میله قریب تها که رحلت کی».

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش　برآراست نوابِ عالی جناب
به بین چون طرب را نہایت نماند　بود سالِ آن «بخششِ بیحساب»
خدایا! پسندد خداوندگار　که از طبعِ غالب رود پیچ و تاب

«بخششِ بیحساب» کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہین. «طرب» کی نہایت بای موحدہ ہے. جب وہ نرہی، تو دو عدد گھٹے، اور ۱۲۸۳ رہ گئے. فہو المقصود. اگر حضرت کی مرضی ہو، تو دبدبۂ سکندری مین یہ تاریخ چھاپی جائے.

تم سلامت رہو ہزار برس　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب. ۱٤ ماہِ اپریل سنه ۱۸٦۷ عیسوی.

(۸۱)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ وقیع عزِّ ورود لایا. اپریل سنه ۱۸٦۷ کی تنخواہ کا سو روپیہ[۱] معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك　دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. (۱٤ مئی سنه ۱۸٦۷)[۲].

(۸۲)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ ادای مدارجِ تسلیم سونچتا ہون، کہ کیا لکھون. ہے ہے مین کیون جیتا رہا، جو صاحبزادہ محمد حسن خان کے مرنے کی خبر سنون، اور خداوندِ نعمت کو تعزیت کے کلمات لکھون. مین نیم جان نمرون، اور وہ نوجوان مرجائے[۳].

---

(۱) میرزا صاحب نے لفظ (روپیہ) کے اوپر حسابی رقوم مین سو روپیہ کی تعداد لکھی ہے.

(۲) خط مین تاریخ درج نہین تھی. مین نے لفافہ سے یہ تاریخ اضافہ کردی ہے.

(۳) صاحبزادہ محمد حسن خان بہادر نواب سید غلام محمد خان بہادر کے پرپوتے اور نواب خلد آشیان کی صاحبزادی حیات النسا بیگم ملقب به عالیہ سلطان بیگم کے شوہر تھے. انہون نے عین عالم جوانی مین انتقال کیا. نواب خلد آشیان کیلئے یہ واقعہ بہت روح فرسا تھا. اسیلئے میرزا صاحب نے اسقدر پراثر تعزیت نامہ ارسال کیا (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰).

سروِ چمنِ سروری افتاد ز پاهای !!

حضرت کے رنج و اندوہ کا تصور اور مارے ڈالتا ھے۔ دوسری محرم کو علی بخش خان خانسامان مرے[۱]۔ تیسری کو یہ واقعۂ ھوشربا پیش آیا۔ یہ تو آپ کا فرزندِ دلبند تھا۔ جو اسکا غم ھو وہ بجا ھے۔ پر فقیر جانتا ھے کہ علی بخش خان کے مرنے کا بھی حضرت کو بڑا رنج ھوا ھوگا۔ ایسے کار گزار، دیانتدار، ھوشمند، مزاجدان کہان پیدا ھوتے ھین۔ بہرحال «رَضِینَا بِرِضَاءِ اللهِ»۔ حضرت کے سامنے صبر، و ثبات، و تسلیم، و رضا مین کلام کرنا ادریس کو حکمت پڑھانی، اور خضر کو راہ بتانی ھے۔

تم سلامت رھو ھزار برس   ھر برس‌کے ھون دن پچاس ھزار

غالب۔ ١٤ مئی سنہ ١٨٦٧۔

(۸۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ ورودِ توقیعِ وقیع سے فیض پایا۔ سو روپیے[۲] مئی سنہ ١٨٦٧ کی تنخواہ کا معرضِ وصول مین آیا۔

تم سلامت رھو ھزار برس   ھر برس‌کے ھون دن پچاس ھزار

اسد اللهِ بیدستگاہ۔ ١١ جون سنہ ١٨٦٧۔

(۸٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے، کہ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا۔ اوسکی ملفوفہ ھنڈوی سے تنخواہِ جون سنہ ١٨٦٧ کا سو روپیہ مین نے پایا۔

---

(۱) علی بخش خان خانسامان کی سلسلہ مین عریضہ نمبر ٢٤ کا حاشیہ ملاحظہ ھو۔

(۲) میرزا صاحب نی یہان لفظ (روپے) کیساتھ، جو جمع ھی، فعل (آیا) استعمال کیا ھی۔ چونکہ یہ قواعد زبان کی بہت ابتدائی غلطی ھی، اسلئی اسی سہو تصور کرنا چاھئی۔

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ہوا خواہ **اسد اللہ**. ۱۵ جولائی سنہ ۱۸۶۷ .

(۸۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. بموجب تحریرِ میرزا رحیم الدین بہادر حیا[(۱)] کے، فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا .

تم سلامت رہو قیامت تک　　دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہِ بیدستگاہ . ۲۲ جولائی سنہ ۱۸۶۷ .

(۸۶)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. آپ کے غلامِ زر خرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ہوگئی . اور اپنے کنبے مین ہوئی . یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے . اور رجب کا مہینا قرار پایا . اب میرے بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے ہات ہے .

نکہون آپ سے تو کس سے کہون　　مدعایِ ضروری الاظہار

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب** . ۱۹ اگست سنہ ۱۸۶۷ ع[(۲)] .

---

(۱) صاحبعالم میرزا رحیم الدین بہادر حیا بن مرزا کریم الدین رسا دلی کی شاہزادہ اور شاہ نصیر کی شاگرد تھی . سنہ ۱۲۱۲ ھ مین پیدا ہوی . غدر سنہ ۵۷ ع سی قبل نواب فردوس مکان کی طلب پر رامپور تشریف لائی، اور یہین سنہ ۱۳۰٤ ھ مین نواب خلد آشیان کی وفات کی آٹھ دن بعد ۹٤ سال کی عمر مین فوت ہوی . انہین شعر و شطرنج کا بہت شوق تھا . اردوی معلی (صفحہ ۸۲) سی معلوم ہوتا ھی کہ مرزا صاحب نی حیا کی دیوان کا دیباچہ لکھا تھا .

(۲) اس عریضہ کی لفافہ پر سہواً ۲۹ اگست درج ہوگیا ھی . نواب خلد آشیان نی ۲٦ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۸ اگست سنہ ۱۸۶۷ ع کو جواباً تحریر فرمایا : « .... چونکہ مفاوضۂ بہجت طراز سی منشای خاص آپ کا بخوبی منکشف ہوا . اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ھی ، کہ آپ خلاصۂ مکنون خاطر محبت مظاہر سی مطلع کیجی . کہ بمقتضای انضباط روابط موانست قدیمہ جو بات کہ ممکن ہوگی ، وہ ظہور مین آئیگی . خاطر جمع رکھئی » .

(۸۷)

آن کیست که جسمِ ملك را جان باشد   آن کیست که همسرِ سلیمان باشد

آن کیست که انجمش بفرمان باشد   کس نیست، مگر کلبِ علیخان باشد

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامه عزِ ورود لایا. اوس مین یه حکم مندرج پایا، که حسین علیخان کی شادی کے باب مین «خلاصۂ مکنونِ خاطر» عرض کرون. حکم بجا لاتا هون، اور عرض کرتا هون.

مجملاً یه که مین درِ دولت کا گدایِ خاك نشین. اور وه آپ کا غلام. تفصیل یه که میرے پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میرے گھر مین زیورِ زرینه و سیمینه کا نام و نشان نهین. هت اودھار قرض کوئی دیتا نهین. آپ روپیه عنایت فرمائین، تا یه کام سر انجام پائے. اور بوڑھے فقیر کی برادری مین شرم ره جائے.

دوسری بات یه که سو روپئے آپ کی سرکار سے بطریقِ خیرات اور باسٹھ روپئے آٹھ آنے[1] مهینا انگریزی سرکار سے بعوضِ جاگیر پاتا هون. عالم الغیب جانتا ھے، که اس مین میرا بڑی مشکل سے گزارا هوتا ھے. بهو کو کهان سے کھلاؤنگا. حسین علیخان کی کچھ تنخواه مقرر هوجائے. لیکن توقیعِ تنخواه اوس کے نام جاری نهو. بلکه اوس کی زوجه حُسن جهان بیگم بنتِ اکبر علیخان کے نام وه تنخواه مقرر هو. اور اوس کی مُهری رسید سے ملا کرے. زرِ مصرفِ شادی کی مقدار اور تنخواه کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

---

(۱) یهان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقم لکھی هے. مین نے سهولت طباعت کے خیال سے رقم کو الفاظ مین تبدیل کردیا هے.

نجات کا طالب غالب. ۵ ستمبر سنه ۱۸٦۷[۱].

(۸۸)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعـــدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامه عزِ ورود لایا. الله اکبر! حضرت نے غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پهنچـایا، که شاهانِ عجم مین سلطان سنجر[۲] نے اور شاهانِ هند مین شاهجهان[۳] نے ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی. باقر علیخـان[٤] کی شادی نواب

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا تها: «..... چونکه آن مشفق تعداد مصارف شادی مجوزهٔ خود تحریر ننموده اند، لهذا حوالهٔ خامهٔ محبت نگار میشود، که اول از تعداد مصارف شادی مطلع نمایند. بعد دریافت آن درین خصوص تجویز مناسب بعمل خواهد آمد. چراکه بمقتضای موانست و اتحاد قدیمه راقم را خوشنودی آن مهربان درامور مناسبه مد نظر است .... المرقوم ۱۸ جمادی الاول سنه ۱۲۸٤ هجری مطابق ۱۸ ستمبر سنه ۱۸٦۷ع».

(۲) سلطان سنجر بن ملك شاه سلجوقی سنه ۵۱۱ ه (۱۱۱۷ ع) مین بادشاه هوا، یه بڑا اولوالعزم اور صاحب جود وکرم بادشاه تها. اگرچه آخر مین معرکون مین ناکام رها، لیکن اسکی ابتدائی حکومت فتوحات کی وسعت کی بدولت تاریخ کا روشن باب هی. یه علم وهنر اورشعرو سخن کا بهی بڑا قدردان اور مربی تها. رشید وطواط، اور انوری وغیره اسکی درباری شعرا مین شمار هوتی هین. اسنی انوری کی کاشانه کو اپنی قدوم میمنت لزوم سی دو بار شرف بخشا. آخر مین ترکمانون کی هاتهه مین گرفتار هوگیا تها. وهان سی بدقت آزاد هوا، تو ۱۱ ربیع الثانی سنه ۵۵۲ ه (۱۱۵۷ ع) کو دست قضا نی پکڑ لیا.

(۳) شاهجهان هندوستان کی مغل خاندان سلاطین کا پانچوان حکمران تها. ۲۹ ربیع الاول سنه ۱۰۰۲ ه (۱۵۹۳ع) مین رانی بالمتی دختر راجه اودیسنگه والی جودهپور کی بطن سی پیدا هوا. ۳۵سال کی عمر مین سنه ۱۰۳۷ ه (۱٦۲۷ ع) کو اپنی والد جهانگیر کی انتقال کی بعد مسند حکومت پر قدم رکها. اور سنه ۱۰٦۸ ه (۱٦۵۷ ع) مین اپنی لڑکی عالمگیر اورنگ زیب کی حق مین تاج وتخت هند سی دست بردار هوکر آگره کی قلعه مین جا بسا. موجوده دلی اسی کی آباد کی هوئی هی. یه بڑا سخی داتا اور شهرهٔ آفاق قدردان علم و هنر بادشاه گزرا هی. دلی کی مسجد جامع اور لال قلعه، اور آگره کی عدیم النظیر روضه تاج محل کا بانی هی. اسکی قدردانی اور قدر افزائی کا یه عالم تها، که مختلف موقعون پر شاعرون کو روپیه اور اشرفیون مین تلوادیا اورکئی سخن گسترون کی منه هیری اورموتیون سی بهر دئی. اس نی آگره مین سنه ۱۰۷٦ ه (۱٦٦۵ع) کو وفات پائی، اور تاج محل مین اپنی بیوی کی برابر مدفون هوا.

(٤) باقر علی خان میرزا صاحب کی بی‌بی کی حقیقی بهانجی نواب زین العابدین خان عارف کی بڑی لڑکی تهی. میرزا صاحب کی اپنی بچی نه جئی، تو اونکی بی‌بی نی عارف کو بیٹا بنا لیا. وه بڑی لایق اور خوشگو شاعر هوی. مرزا صاحب کو اون سی دو چند محبت تهی، کیونکه وه سعادت مند بیٹی هی نه تهی. (باقی)

ضیاء الدینخان کے هان هوئی. اونهون نے کھانے جوڑے کے دو هزار روپیه دیئے. اور میری زوجه نے پانسو روپئے کا زیور لگا کر پچیس سو روپیے صرف کئے. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنے خاندان کا هے. لیکن امیر نہین. نوکری پیشه هے. اب یه مین کیونکر عرض کرون که مجھے کیا دو. سائل هون. یه رسم نہین که سائل مقدارِ سوال عرض کرے. حالِ مصارفِ شادیِ خاندان لکھدیا هے. دو ڈھائی هزار مین شادی اچھی هو جائےگی. لیکن یه بھی ساتھ عرض کرتا هے، که میرا حقِ خدمت اتنا نہین که اسقدر مانگ سکون. جو کچھ دوگے، اوس مین شادی کر دونگا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب. معروضۀ ۲٤ جمادی الاول سنه ۱۲۳۸ مطابق ۲۳ سنه ۱۸۷٦ فردایِ ورودِ همایون منشور[1].

(۸۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. فرمانِ والا مع هنڈویِ تنخواهِ ستمبر سنه ۱۸٦۷ عزِ ورود لایا. سو روپیه[2] معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

(بقیه) قابل فخر شاگرد بھی تھی. لیکن میرزا صاحب اور اونکی بی‌بی کی بدقسمتی که وه عین جوانی مین فوت هوگئی. مرزا صاحب نی اونکی دو بچون کو پوتون کی طرح پالا. باقر علی خان جو بڑی تھی، جوان هوکر اپنی والد کی خلف الرشید ثابت هوی. یه شعر کہتی تھی، اور کامل تخلص تھا. مرزا صاحب کی ساتھ دونون مرتبه رامپور آئی. جوان هوکر الور مین ملازم هوگئی تھی. اردوی معلی (صفحه ۳۲۱ - ۳۲۳) سی معلوم هوتا هی که انکی ایك لڑکی بھی تھی. انهون نی جوانی مین سنه ۱۲۹۳ ﻫ (۱۸۷٦ع) کو انتقال کیا (تاریخ لطیف، ص ۱۹۱).

(۱) اس عریضه کی تاریخون مین میرزا صاحب سی سہو هوا هی. در اصل اونهین سنه ۱۲۸٤ﻫ اور ۱۸٦۷ع لکھنا چاهئی تھا. اسیطرح انگریزی مهینی کا نام بھی بھول گئی هین. البته لفافه کی تاریخ مین ماه و سنه انگریزی یون لکھا هی (۲۳ ستمبر سنه ۱۸٦۷). لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا نوٹ هی «پیش نموده شد. هنوز حکم تحریر جواب صادر نشده. ۲۸ ستمبر سنه ۱۸٦۷ ع».

(۲) اسکی اوپر حسابی رقم بھی تحریر هی.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

ترحم کا طالب غالب. ۱۰ اکتوبر سنه ۱۸٦۷.

(۹۰)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. دبدبهٔ سکندری مین حضرت کے مزاج کی ناسازی کا ذکر دیکهکر جو مجهه پر گزری، میرا خدا جانتا هے. مگر یه بڑی بات هے که اوسی ذکر کیساتهه افاقت و رفعِ مرض کی بهی نوید مندرج تهی. توقع هے که حضرت! مفصل حال مرض کے پیدا هونے کا اور پهر رفع هونے کا اور فی الحال مزاجِ اقدس کیسا هے، میر منشی کو حکم هوجائے، که حضور کی زبانی خط مین مجهے لکهه بهیجین.

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

غالب. ۱۸ اکتوبر سنه ۱۸٦۷[1].

(۹۱)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. ایك قطعه ۱۵ شعر کا بهیجتا هون. حضور ملاحظه فرمائین. مضامین کی طرز نئی. مدح کا انداز نیا. دعا کا اسلوب نیا. زیاده حدِ ادب[2].

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین لکها گیا تها: «مشفقا! فی الحقیقت مزاج راقم از مرکز اعتدال منحرف شده بود. وحالا هم طبیعت خوب صاف نیست و تجویز استعمال مسهلات در پیش. ۲۹ اکتوبر سنه ۱۸٦۷ع».

(۲) یه قطعه مثل مین موجود نهین هی. لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا ایك نوٹ هی. اوس سی معلوم هوتا هی که نوابصاحب نی قطعه منشی امیر احمد امیر مینائی کو دیدیا تها. میر منشی صاحب کی الفاظ یه هین: «پیش نموده شد. حضور پر نور بعد ملاحظه قصیده حوالهٔ منشی امیر احمد صاحب فرمودند. ۹ نومبر سنه ۱۸٦۷ع». نوابصاحب نی ۱۸ نومبر سنه مذکور کو قطعه کی رسید مین تحریر فرمایا: «... مفاوضه عدیم المعاوضه مع یك قطعه بمضامین نو وطرز نادر رنگ افروز چهرهٔ وصول گردید. و از ملاحظه مضامین نوش انشراح دل بحصول انجامید».

نجات کا طالب غالب. ٥ رجب سنه ۱۲۸٤ هجری[1].

(۹۲)

حضرت آیۂ رحمت ولیِ نعمت سلامت[2].

بعدِ تسلیم معروض هے. کل ۱٦ دسمبر کو نومبر کی تنخواه کی هنڈوی پهنچی. وه بهی سعادت منــد منشی سیلچند کے خط مین ملفوف. دیر مین هنڈوی کا پهنچنا یك طرف. حضرت کے توقیعِ وقیع کے مشاهده سے آنکهون کا روشن نهونا میری سیاه بختی کی دلیل هے. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۷.

(۹۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. آج روزِ شنبه یکم ماهِ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ هے، به اتفاقِ حسابِ دوج و نگارشِ جنتری.

روزِ روزه است و روز ناپیداست غلظتِ ابر و شدتِ سرماست

چونکه دهوپ تو نظر هی نهین آتی، ناچار دن رات آگ تاپتا هون، اور هر وقت کانپتا هون.

ماهِ صیام مین سلاطین و اُمرا خیرات کرتے هین. اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغے مین هوجائے، اور اس بوڑهے اپاهج فقیر کو روپیه ملجائے، تو اس مهینے مین تیاری هو رهے، اور شوال مین رسمِ نکاح عمل مین آئے. اور چونکه اس ماهِ مبارك مین درِ فیض باز، اور سالِ انگریزی کا

---

(۱) عریضه کے لفافه پر تاریخ انگریزی ۳ نومبر سنه ۱۸٦۷ تحریر هی.

(۲) یهان میرزا صاحب نے الفاظ کی قدیم ترتیب کو بدلدیا هی.

بھی آغاز ہے، وہ پچیس[۱] روپئے مہینا جو زبانِ مبارك سے نکلا ہے، جنوری سنہ ۱۸٦۸ سے بنامِ حسین علیخان مذکور جاری ہوجائے، تو مجھے گویا دونون جہان ملگئے.

تم سلامت رھو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

لکھا ہوا یکم رمضان اور بھیجا ہوا دوم رمضان کا. عطا کا طالب غالب[۲].

(۹٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. منشورِ رافت عزّ ورود لایا. ہنڈویِ ملفوفہ سے سو روپیہ بابت تنخواہِ دسمبر سنہ ۱۸٦۷ معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رھو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

توجّہ کا طالب غالب. ١٤ جنوری سنہ ۱۸٦۸ عیسوی.

(۹٥)

داد و دہشِ تو روز افزون بادا　　بر دولتِ تو زمانہ مفتون بادا

این عید و دوصد ہزار عیدِ دیگر　　بر ذاتِ تو فرخ و ہمایون بادا

نجات کا طالب غالب. جمعہ ۲۸ رمضان المبارك سنہ ۱۲۸٤ ہجری[۳].

(۹٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. منشورِ عطوفت ظہور عزِّ ورود لایا. اور

---

(۱) میرزا صاحب نے روپیہ کی تعداد حسابی رقم سے بھی ظاہر کی ہے.

(۲) اس عریضہ کے لفافہ پر میرزا صاحب نے یکشنبہ دوم رمضان و ۲۹ دسمبر لکھا ہے. نواب خلد آشیان نے جواباً ٦ جنوری سنہ ٦۸ ع مطابق ۱۰ رمضان سنہ ۱۲۸٤ ھ کو جو فرمان تحریر فرمایا ہے، اوس مین میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکرہ نہین.

(۳) اس قطعہ کیساتھ مثل مین کوئی عریضہ منسلك نہین. غالباً بلا عریضہ ارسال ہوا. لفافہ پر انگریزی تاریخ ۲٤ جنوری سنہ ۱۸٦۸ ع تحریر ہے. اس قطعہ کی رسید مین نواب خلد آشیان نے ٥ فروری سنہ ۱۸٦۸ ع کو تحریر فرمایا: « قطعۂ مبارکباد عید الفطر بطرز نغز و مضامین شرف افزا موصول گشتہ ساز و برگ فرحت و انبساط افزود ».

اوسکی ملفوفه هنڈوی سے جنوری سنه ۱۸٦۸ حال کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو قیامت تك　دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب . ۱۳ فروری سنه ۱۸٦۸ .

(۹۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

عرضِ مدارجِ عز و نیاز کے بعد نوازشنامه کے پہنچنے کا اور تنخواه فروری سنه ۱۸٦۸ کے پانے کا شکر بجا لاتا ہون . سبحان الله ! کیا برکت ہے اس سو روپیئے مین ، که سو آدمی روٹی کہاتے ہین ، اور اس فقیر کے بہی سو کام نکلجاتے ہین .

مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کے مہینے مین قرار پائی تہی . عطیهٔ حضور کے نه پہنچنے کے سبب ملتوی رہی . آج جو ذیقعده کی ۱۵ ہے ، ۱۵ دن یه اور مہینا ذی الحجه کا . اگر اسی ذیقعده کے مہینے مین کچھ حضرت عطا فرمائینگے ، تو آخرِ ذی الحجه تك نکاح ہوجائیگا . خدا کرے خداوند کے ضمیر مین یه بہی گزرے که غالب جب بہو بیاه لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سے کہلائیگا . غرض اس سے یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری ہوجائے . حضرت ! کوئی ایسا نہین که جو میرے مطالب حضور مین عرض کرتا رہے ، اور مجھے بار بار لکہتے ہوئے شرم آتی ہے .

تم سلامت رہو ہزار برس　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب . ۹ مارچ سنه ۱۸٦۸[1] .

(۱) عریضه کی لفافه پر دوشنبه نہم مارچ سنه ۱۸٦۸ تاریخ درج ہے . چونکه اس سی یوم روانگی متعین ہوتا تہا ، اسلئی یہان نقل کرنا مناسب سمجھا گیا .

(۹۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ عطوفت ظہورِ عزِ ورود لایا . سو روپیہ کا کاغذ خط کے لفافے مین سے پایا . اپریل سنہ ۱۸٦۸ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

(دوشنبہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۸٦۸)(۱) .

(۹۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . شوقِ قدمبوس نے تنگ کیا . جب دیکھا کہ کسیطرح جا نہین سکتا ، ناچار اپنا نقشا اوتروایا ، اور خدمتِ عالی مین روانہ کیا . جب تک کہ مین جیتا ہون ، تب تک اس صورت سے حاضر رہونگا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ۲۷ مئی سنہ ۱۸٦۷(۲) .

---

(۱) عریضہ مین کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونون درج نہین . البتہ لفافہ پر میرزا صاحب نے ۱۱ اپریل سنہ ۱۸٦۸ تحریر کیا ھی . لیکن یہ درست نہین . اولا اسلئی کہ ڈاکخانہ کی انگریزی مہر مین ۱۱ مئی لکہی گئی ھی . ثانیاً اسلئی کہ اس عریضہ مین تنخواہ اپریل کی اطلاع دی ھی . اور یہ مسلم ھی کہ اپریل کی تنخواہ اپریل مین نہین ملتی ، مئی مین ملتی ھی . اسلئی اسکو ۱۱ ماہ مئی سنہ ٦۸ ع کا ہونا چاھئی .

(۲) میرزا صاحب نے سہواً سنہ ٦۷ ع لہکدیا ھی . صحیح تاریخ ۲۷ مئی سنہ ۱۸٦۸ ع ھی . اسلئی کہ اولا تو جون سنہ ٦۸ ع کی نوشتہ عریضہ مین اسکی رسید طلب کی ھی اور اوس مین اس خط کو « سابق کا عریضہ » لکھا ھی . جس سی ظاہر ہوتا ھی کہ دونون عریضون کی درمیان کسی تیسری عریضہ کا فصل نہین تھا . ثانیاً اسی عریضہ کی لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا حسب ذیل نوٹ ھی : « تصویر بعد ملاحظہ سپرد سید مجاور علی صاحب شد . ۲ جون سنہ ۱۸٦۸ ع » . اس سی صاف ظاہر ھی کہ یہ واقعہ سنہ ٦۸ ع کا ھی . اگر سنہ ٦۷ ع کا ہوتا ، تو اوسی سال میرزا صاحب تقاضای رسید کرتی ، اور اوسی وقت سرکار یہ تصویر ملاحظہ فرما کر سید مجاور علی صاحب کو دیتی .

(۱۰۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج چوتها دن هے ، که توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا هے . هنڈوی ملفوفه کی رو سے تنخواهِ مئی سنه ۱۸٦۸ کا سو روپیه معرضِ وصول مین آیا هے . جواب کے جلد نه لکهنے کی وجه یه هے ، که مین گرمی کی شدت کے سبب سے ، اور احتباسِ هوا سے که جو لازمۂ موسمِ برسات هے ، بیکارِ محض هوگیا هون . مطلق کچه لکه نهین سکتا . اور کوئی ایسا شخص ، که جس سے کچه لکهواؤن ، اس چار روز مین میرے پاس نهین آیا . آج اسوقت ایك صاحب آگئے . اون سے مین نے یه عریضه لکهوا لیا .

پیر و مرشد ! سابق کے عریضه کیساته مین نے اپنی تصویر حضور مین بهیجی هے . اوسکی رسید اس نوازشنامه مین مرقوم نتهی . مجکو یه اندیشه هے ، که کهین وه لفافه ڈاك مین تلف نه هوگیا هو . اگر اوسکی رسید سے شرفِ اطلاع پاؤن ، تو دلجمعی هوجائے[۱] .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

۱۵ جون سنه ۱۸٦۸ ع . نجات کا طالب غالب[۲] .

(۱۰۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . کل منشورِ عطوفت عزِ صدور لایا . جولائی سنه ۱۸٦۸ کا سو روپیه[۳] بذریعۂ هنڈوی وصول پایا .

---

(۱) نوابصاحب نے جوابی فرمان مورخه ۷ جولائی سنه ٦۸ ع مین تحریر فرمایا هے : « شبیه آن مشفق وصول شادمانی آورده از فرط محبتها متصور شد » . اس تصویر کے علاوه میرزا صاحب نے جهان جهان اپنی تصویرین بهیجی تهین ، اونکے لئے اردوی معلی ، ص ۲۰ ، ۲۳ ، ۳٤ ، ۱۲٦ ، ۲۳۷ ، ۲٤۷ ملاحظه هو .

(۲) اس عریضه مین صرف (طالب غالب) میرزا صاحب کے قلم کا لکها هوا هے .

(۳) الفاظ کے اوپر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بهی لکهی هین .

تین التماسین سابق پیش هوئی تهین . سو اب پهلے برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سے ، اور پهر جناب مظفر حسین خان بهادر[1] کے خط سے اون خواهشون کے منظور و مقبول هونے کی نوید پائی . انشاء الله الکریم حسبِ ارشادِ حضور اسی برس ٦٨ مین آمدِ زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بهی ادا هوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بهی هوجایگی ، اور اوسکے واسطے اوسکی زندگی تك تنخواه جداگانه مقرر هوجایگی .

با کریمان کارها دشوار نیست

عرضداشتِ هوا خواه أسد الله . معروضۂ ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸٦۸ .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

(۱۰۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تقدیمِ مدارجِ تسلیم معروض هے . توقیعِ رافت عزِ ورود لایا . مین نے هنڈویِ ملفوفه کے ذریعه سے بابت تنخواهِ اگست سنه ۱۸٦۸ سو روپیه وصول پایا .

نکهون آپ سے تو کس سے کهون مدعایِ ضروری الاظهار

(۱) مظفر حسین خان بهادر ابن مسیح الدوله حکیم علی حسین خان بهادر لکهنوی نواب خلد آشیان کی مصاحب تهی . ان کی والد مسیح الدوله شاه اوده کی طبیب خاص تهی . لیکن سلطنت اوده کی بساط اولٹجانی کی بعد یه خاندان بهی ترك وطن پر مجبور هوا . رامپور اوس زمانه مین صاحبان علم و هنر کا ملجا و ماوی تها . مظفر حسین خان اور انکی بهائی احسان حسین خان نی بهی سنه ۱۸٦۷ ع مین اس دربار دُربار کا قصد کیا . نواب خلد آشیان نی ان دونون کی کما حقه قدر و منزلت کی . مظفر حسین خان صاحب علم اور ایك نهایت عمده ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات کی مالك تهی . نواب صاحب نی اون سی یه پورا ذخیره خرید کر سرکاری خزانۂ کتب مین شامل فرما لیا . ان تمام کتابون پر مظفر حسین خان کی دستخط ثبت هین ، اور متعدد نسخون پر جا بجا حواشی بهی پائی جاتی هین . خود ان کی اپنی مصنفه متعدد رسالی بهی کتب خانه مین موجود هین . یه عربی زبان مین لکهی گئی هین ، اور فلسفه و حکمت سی متعلق هین . میرزا غالب سی انکی روابط تهی . اسلئی جب یه رامپور آئی هین ، تو میرزا صاحب نی منشی سیلچند سی انکی درباری قدر و منزلت کی متعلق استفسار کیا تها . ملاحظه هو مکتوب نمبر ۱۱٤ ، مجموعۂ هذا .

پیر و مرشد! حسین علیخان کے سسرال والون کا بڑا تقاضا ھے. زندگی مشکل ھوگئی ھے. بطریقِ « شیئاً للہ » سوالِ مختصر یه ھے، که جو حضرت کے مزاج مین آوے، وہ عطا کیجیے. اور حسین علیخان کے نام جداگانه تنخواہ مقرر کر دیجیے. لیکن یه دونون امر جلد صورت پکڑ جائین.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ دولتخواہ **اسد اللہ**. معروضۂ ۷ ستمبر سنه ۱۸٦۸.

(۱۰۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامه مع سو روپیه کی ھنڈوی کے عزِ ورود لایا. تنخواہِ ستمبر سنه ۱۸٦۸ کا روپیه مین نے پایا.

تم سلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

مشتاقِ مرگِ ناگاہ **اسد اللہ**. ۱۳ ماہِ اکتوبر ۱۸٦۸.

(۱۰٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. توقیعِ رافت شرفِ ورود لایا. سو روپیه[1] بابت تنخواہِ اکتوبر سنه ۱۸٦۸ از رویِ ھنڈویِ ملفوفۂ خط معرضِ وصول مین آیا. خدا حضرت کو سلامت رکھے! مجھ سے اپاھج نکمّے کو بیعوضِ خدمت تنخواہ دیتے ھو.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

عرضداشتِ **اسد اللہ**. مورخۂ ۱٦ نومبر سنه ۱۸٦۸.

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقم لکھی تھی. مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اوسکو الفاظ مین لکھدیا ھے.

(۱۰۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ کل عریضہ مشعرِ رسیدِ تنخواہِ نومبر سنہ ۱۸۶۸ حال ارسال کرچکا ہون ۔ آج ناچار از رویِ اضطرار وافتقار پھر یہ عرضی لکھتا ہون ۔

حال میرا تباہ ہوتے ہوتے اب یہ نوبت پہنچی ، کہ اب کی تنخواہ مین سے ۵٤[1] روپئے بچے۔ ٦۳[1] روپئے کا چٹھا ماہوار کا سُو سہ ماھہ دینا ۔ مجملاً آٹھ سو روپئے ہون ، تو میری آبرو بچتی ہے ۔ ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکے نام کی تنخواہ سے قطعِ نظر کی ۔ اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال ۔ کبھی نہ کہونگا ۔ آٹھ سو روپئے مجکو اور دیجے۔ شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائے ، تو غنیمت ہے۔ برخوردار نواب مرزا خان کے خط مین یہ حال مفصل لکھا ہے ۔ وہ عرض کریگا ۔ مختصر یہ کہ اب میری جان اور آبرو آپ کے ھاتھ ہے۔ مگر حضور جو عطا فرمانا ہے، جلد ارشاد ہو۔ زیادہ حدِ ادب ۔

تم سلامت رہو قیامت تک ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ گدایِ یك در اسد اللہِ مضطر ۔ ١٦ نومبر سنہ ١٨٦٨ ۔

(١٠٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ بہت دن ہوئے ، کہ برخوردار نواب مرزا خان نے مجکو مبارکباد لکھی تھی ، کہ حضور نے تیرے قرض کے ادا کرنے کی نوید دی ہے ، اور مقدارِ قرض پوچھی ہے۔ سو مین نے اونکو لکھ بھیجا تھا ، کہ آٹھ سو روپئے مین میرا قرض تمام ادا ہوجایگا ۔ اس تحریر سے

---

(١) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقوم لکھی تھین ۔ مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اونکو الفاظ مین لکھدیا ہے ۔

یاددهی منظور هے. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

آرام کا طالب غالب. صبحِ پنجشنبه ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۸[۱].

(۱۰۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۀ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. عنایت نامه اوراوس مین تنخواهِ دسمبر سنه ۱۸٦۸ کی هنڈوی ملفوف پهنچی. جلد یاد آوری کا شکر بجا لایا. حضور قرضخواهون نے بهت عاجز کر رکها هے. بس میرا یهی کام هے که یاد دلادون آگے حضرت مالك هین.

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

عرضداشتِ غالبِ گدیه خواه. مرقومۀ روزِ یکشنبه اواخرِ تاریخِ رمضان المقدس سنه ۱۲۸۵ ھ[۲].

---

(۱) اس عریضه کی لفافه پر ۱۵ دسمبر سنه ۱۸٦۸ درج هی اور لفافه کی پشت پر نوٹ هی: « پیش نموده شد حکم صادر نشد. ۲۰ دسمبر سنه ۱۸٦۸ ع ».

(۲) لفافه پر « دهم جنوری سنه ۱۸٦۹ » تحریر هی. یه میرزا صاحب کی آخری تحریر هی. حسین علی خان کی عریضه سی معلوم هوتا هی که جنوری کی تنخواه ۱۵ فروری کو میرزا صاحب کی انتقال سی ایك گهنٹه قبل پهنچی تهی، اسلئی اوسکی رسید اپنی قلم سی نه لکهه سکی. سویم کی روز حسین علی خان نی سرکار کو میرزا صاحب کی انتقال کی اطلاع دیتی هوی لکها: « بتاریخ ۱۵ فروری سنه حال مطابق ۲ ذیقعده روز دوشنبه وقت ظهر جناب دادا جانصاحب قبله نواب اسد الله خان غالب عرف مرزا نوشه صاحب نی اس جهان فانی سی رحلت کی. فدوی کچهه عرض نهین کرسکتا که کسقدر رنج والم اس سانحۀ جانگزا و جگر خراش سی لاحق هوا هی. اور نیز جناب دادی صاحبه معظمه کا حال اس رنج سی عالم پیری مین ایسا هوگیا هی که گذارش نهین کیا جاسکتا هی. حضور کا نوازشنامه مع هنڈوی یکصد روپیه بابت تنخواه جنوری سنه ٦۹ ع کی ۱۵ فروری کو ایك گهنٹه پهلی انتقال دادا جانصاحب سی شرف صدور لایا تها. رسید هنڈوی واسطی اطلاع حضور کی عرض کیگئی ».



«بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہرِ لطف و کرم نواب زین العابدین خانصاحب بہادر عرف کلن میان سلمه الله تعالی مقبول باد»[1]

(صاحبزاده سید زین‌العابدین خان بہادر عرف کلن میان ولد صاحبزاده سید اصغر علیخان بہادر ولد نواب سید عبدالله خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ، نواب فردوس مکان کی همجد تھی ، دلی مین پیدا هوی ، اور وهین نشو و نما پائی۔ اپنی دادا نواب سید عبدالله خانصاحب بہادر کی صدر الصدوری میرٹھ کی زمانه مین اونکی ساتھ رهی . نواب فردوس مکان کی عهد مین رامپور آئی ، اور یہان سی کسی بات پر ناراض هوکر جیپور چلی گئی ، اور وهین توطن اختیار کرلیا . امیر مینائی نی انتخاب یادگار (ص ۲۱۲) مین انکی متعلق لکھا هی :

«عابد . صاحبزاده محمد زین العابدین خان عرف کلن خان ولد صاحبزاده محمد اصغر علیخان اصغر ..... بیالیس برس کا سن هی . تلمذ کسی سی نہین ، بطور خود کہتی هین . یه اونکا کلام هی :

تھا جو اوڑتا هی هوش کو میری　　بوی گیسوی عنبرین هوتا
تھا نه کھلنا جو عقدۂ دلکو　　کاش ابرو کی تیری چین هوتا»

انکی دادا میرزا صاحب کی مخلص دوست تھی . اسلئی یه میرزا صاحب کو اپنا بزرگ اور وه انهین اپنا فرزند خیال کرتی تھی . لیکن نواب فردوس مکان ان سی آخر مین ناخوش هوگئی تھی ، اسلئی میرزا صاحب نی ان کی کلام پر اصلاح دینی سی انکار کردیا تھا . صاحبزاده سید زین‌العابدین خان بہادر نی جیپور میں دسمبر سنه ۱۸۹۲ ع کو انتقال کیا .)

(۱۰۸)

بنـــده پرور !

مہربانی نامه پہنچا . مین تو سمجھا تھا ، آپ مجکو بھول گئے . بارے یاد کیا . جناب نوابصاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امیدگاه هین . مین اگر رامپور نه آؤنگا تو کہاں جاؤنگا . یه جو آپ کہتے هین که تجکو آنے مین تردد کیا هے ، تردد کچھ نہین ، توقف هے . وجه توقف کی یه که مین

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب نی لفافه پر لکھی تھی . مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی .

نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وھان سے صاحب کمشنرِ شہر کے وہ درخواست حوالہ ھوئی. صاحب کمشنرِ دھلی نے صاحب کلکٹرِ شہر سے کیفیّت طلب کی ھے. پس اگر وہ کیفیت پنسن کی ھے. تو یہان کی کلکٹری کا دفتر اگر نہین رہا نہ رھے. زینو بوڑد[1] کے دفتر، اور لفٹنٹ گورنری آگرہ، اور نواب گورنر جنرل کلکتہ کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نہین ھین. اور اگر میری کیفیّت مطلوب ھے، تو میرا بے جرم اور بری اور الگ ھونا فساد سے از روی دفترِ قلعہ و اظہارِ مُخبرین ظاھر ھے. بہرحال صاحب کمشنرِ شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئے ھین. دیکھئیے کب آوین، اور بعدِ ملاحظۂ کیفیّت کیا حکم دین. مگر تا صدورِ حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا. ھان بعد ملنے حکم کے، خواھی دلخواہ ھو خواھی مخالفِ مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤن گا. مگر حیران ھون، کہ جب تك یہان رھون کھاؤن کیا، اور جب چلنے کا قصد ھو تو رامپور کسطرح پہنچون. کیا خوب ھو کہ تم یہ رقعہ اپنے نام کا حضور کو، یعنی حضرت نوابصاحب کو، پڑھواکر اس مدعایِ خاص کا جواب، جو وہ فرمائین، مجکو لکھ بھیجو. لیکن تم سے یہ توقع کیونکر پڑے کسواسطے کہ تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نہ پہنچنے کا حال جنابِ عالی سے دریافت کرکر کب لکھا ھے، جو اس بات کا جواب لکھوگے. زیادہ اس سے کیا لکھون. از غالب. نگاشتۂ و روان داشتۂ پنجشنبہ ۲۵ مارچ ۱۸۵۸ع. ضروری جواب طلب[2].

---

(۱) اس لفظ کو میرزا صاحب نے اسیطرح لکھا ھی. لیکن صحیح «بورڈ» ھی.

(۲) خط کی لفافہ سی معلوم ھوتا ھی کہ میرزا صاحب نے ۲٤ تاریخ کو اسی لکھ لیا تھا، اور یہ ارادہ تھا، کہ ۲۵ کو پوسٹ کرائینگی، اسلئے ۲۵ مارچ تاریخ لکھدی تھی. لیکن بعد ازان از راہ عجلت ۲٤ ھی کو ڈاك مین ڈلوا دیا. اصل عبارت یہ ھی: «در شہر رامپور موصول و بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہر لطف و کرم نواب زین العابدین خانصاحب عرف کلن میان سلمہ اللہ تعالی مقبول باد. از غالب یکرنگ. بیرنگ. مرسلۂ ۲۵ مارچ ۱۸۵۸. ضروری. جواب طلب و شتاب طلب. چون عجلت در ارسال مکتوب می بایست، هم بروز چهار شنبه آخر روز ۲٤ مارچ فرستاده شد».

(۱۰۹)

نوابصاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم الله تعالیے.

بعدِ سلامِ مسنون مشهودِ خاطرِ عاطر هو. سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتایِ روزمره کا آیا تها. اوسکا جواب جو مجهے معلوم تها لکهه بهیجا. اب جو دوسرا خط آیا، اوس مین آپ نے اپنے اشعار بتوقعِ اصلاح بهیجے هین. آپ کو معلوم رهے که مین خاص خدمتِ اصلاحِ اشعار پر جناب نوابصاحب قبله کا نوکر هون، اور آپ حضور کے عزیزون مین اور فرزندون مین هین. پس مین بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نهین لا سکتا. نا چار کاغذِ اشعار مسترد بهیجتا هون. یه امر یقین هے که موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نهوگا. بندگی بیچارگی. زیاده اس سے کیا لکهون، که مدعایِ ضروری الاظهار اسیقدر تها. والسلام. راقم اسد الله خان غالب. ۱٤ مارچ سنه ۱۸٦۵[۱].

(۱) زین العابدینخان کی خط کیلئی بخط نمبر ۱۱۲ کا حاشیه ملاحظه هو.



«بمطالعۀ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلمه الله تعالی مفتوح باد»[1]

(منشی سیلچند راجه کنورسین کی اولاد مین هین. کنورسین قوم کی کایستهه اور نواب سید علی محمد خان بهادر فاتح روهیلکهنڈ کی معتمد سردار تهی. قلعۀ سرهند کی فتح مین اپنی ولی نعمت کی همرکاب خدمات شایسته انجام دیکر بادشاه دهلی کی دربار سی راجه کا خطاب حاصل کیا. روهیله سلطنت کی ٹکڑی هوی، اور نواب سید فیض‌الله خانصاحب بهادر ریاست رامپور کی والی بنکر اس خطه مین تشریف لائی، تو اونکی رکاب مین تمام وفادار سرداران روهیله‌کیساتهه منشی صاحب کا خاندان بهی تها. منشی سیلچند کی تاریخ ولادت اور جای پیدائش کا صحیح حال معلوم نهوسکا. البته ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو انکی عمر اکیاسی سال کی تهی. اس حساب سی سنه ولادت ۱۸۱۳ ع قرار پاتا هی. انکا ابتدائی تقرر نواب سید احمد علیخان بهادر کی عهد حکومت مین بعهدۀ ناظر نظامت هوا. بعد ازان عامل (تحصیلدار) مقرر هوی. ۱۸٤٤ ع مین انکی والد نی وفات پائی تو اونکی اسامی پر محکمۀ عالیۀ دار الانشا مین بدلدی گئی. غدر سنه ۱۸۵۷ ع مین ریاست کیطرف سی خبر رسانی و فراهمی رسد وغیره کا کام انجام دیا، اور نواب گورنر جنرل بهادر سی بصلۀ خدمات دربار فتحگڑه مین دوشاله انعام پایا. نواب فردوس مکان نی بهی انکی خدمات کی تعریف مین روبکار جاری فرمایا، اور ایك تلوار عطا کی. نوابصاحب کی وفات کی بعد نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان نی بهی انکی بهت قدر و منزلت فرمائی. بالآخر پانچ والیان ریاست کی خدمت کرکی ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو اکیاسی سال کی عمر مین رامپور مین انتقال کیا.

منشی سیلچند کو فارسی مین کافی دستگاه حاصل تهی، اور ملا غیاث الدین رامپوری مولف غیاث اللغات فارسی سی شرف تلمذ تها. شعر بهی کہتی تهی. اور منشی تخلص کرتی تهی.)

(۱۱۰)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلّمه الله تعالی.

بعد دعایِ دوامِ حیات وترقیِ درجات معلوم فرمائین. اگرچه از رویِ خطوطِ حضور، صحت وعافیتِ حضور معلوم هوتی هے، لیکن یه کهین سے نهین سنا، که غسلِ صحت کیا، یا کسدن کرینگے. آپ سے یه فقیر کا سوال هے،

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب نی مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ۱۸٦٤ ع کی لفافه پر لکهی تهی. مین نی یهان تبرکاً نقل کردی هی.

که مجکو لکھئیے، که حضرت غسل کسدن فرمائین گے. اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکے ہون، تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجے. خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۵ دسمبر ۱۸٦٤[۱].

(۱۱۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو خدا سلامت رکھے!

مادۂ تاریخ غسلِ صحت کو تم نے غور نہین کیا. ۱۸٦٦ عدد ہوتے ہین. پھر کیا حضور سالِ آینده غسلِ صحت فرمائین گے؟ یه تو جنوری سال ۱۸٦٥ ہین. اس تاریخ کا قطعه کیونکر لکھون[۲]؟

یه جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے، منشا اسکا یه ہے، که شاه کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے، اور اونہون نے کہا، که نواب صاحب جمعه کے دن ساتوین تاریخ شعبان کو نہائین گے. اب تمہاری تحریر سے معلوم ہوا، که ماهِ آینده یعنی رجب[۳] مین نہائین گے. خیر وه کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا. اگر موقع پاؤ تو حضور مین یه ماجرا عرض کردینا که مین نے بموجب

(۱) یه خط نواب فردوس مکان کے غسل صحت کی تاریخ کے متعلق لکھا گیا تھا.

(۲) منشی صاحب نے میرزا غالب کے مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ٦٤ ع کے جواب مین جو خط تحریر کیا تھا، اوس مین ذکر ماه جشن کے بعد درخواست کی تھی که «ایك ماده تاریخ کا فدوی نے نکالا ہے. سو عرض کرتا ہون. امیدوار ہون، که اوسکی دو شعر موزون فرما کر عنایت نامۂ موسومه فدوی کے مین عنایت فرمائیے. بیت: کا شکر سر اعدا عرض کر تو ای منشی * بندگان عالی کا آج غسل صحت ہے». اس شعر کا مصرع ثانی مادۂ تاریخ ہے. چونکه اسکے اعداد ۱۸٦٦ ہوتے ہین، اسلئے ایك عدد کا تخرجه کیا گیا ہے. فقره (کا شکر سر اعدا) بتاتا ہے، که اگر سر اعدا یعنی حرف الف کے عدد کو، جو «ایك» ہے، ماده مین سے کم کر دیا جائے تو اعداد مطلوبه ۱۸٦٥ حاصل ہوجائین گے. چونکه یه قاعدۂ تاریخ گوئی کے عین مطابق ہے اسلئے تعجب ہوتا ہے. که میرزا صاحب نے اسپر کیون اعتراض کیا.

(۳) میرزا صاحب نے سہواً ماه آینده کو رجب لکھدیا ہے. فی الواقع ماه آینده رمضان تھا. اسلئے که خط نمبر (۳۹) سے معلوم ہوتا ہے که اس سال ۱۳ دسمبر کو رجب کی ۱۳ تاریخ تھی. لہذا ۱۹ جنوری کو، جو تاریخ تحریر خط ہے، ۱۹ یا ۲۰ شعبان ہوگی. اور شعبان کے بعد رمضان آتا ہے. رجب نہین آتا.

روایتِ شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ھے[1]. **غالب** ١٩ جنوری سنہ ١٨٦٥ ·

(١١٢)

منشی صاحب! عجب اتفاق ھے، کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاجِ مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ھوا ھے. خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو، کہ کیا عارضہ باقی ھے، اور صورت کیا ھے؟ دربار بدستور ھوتا ھے یا نہین؟ سوار ھوتے ھین یا نہین؟

زین العابدین خان نے جیپور سے اپنے اشعار اصلاح کیواسطے میرے پاس بھیجے. مین نے اصلاح دینے سے انکار کیا، اور اشعار مسترد کردئے. اون کا خط اور اوسکی پشت پر اوسکے جواب کا مسودہ اس خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ھون. پڑھ لو. بلکہ اگر موقع اور محل پاؤ، تو حضور کو بھی پڑھوا دو[2]. والدعا. **اسد اللہ خان غالب**. ١٤ مارچ سنہ ١٨٦٥ ·

(١١٣)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. یہ خط[3] مین نے ایك شبانہ روز کی فکر مین حضور کو لکھا ھے. مگر مسودہ جو ھر بار کچھ کا کچھ ھوتا رھا، اس سبب سے

---

(١) اشعار تہنیت کیلئے عریضہ نمبر ٣٦ کا حاشیہ ملاحظہ ھو.

(٢) زین العابدین خان کا خط حسب ذیل ھی: « نوابصاحب مشفق مہربان، کرمفرمای دوستان، مجموعۂ خوبیہای بیکران سلمہ اللہ تعالی. بعد سلام مسنون، واشتیاق ملاقات مباہجت مشحون، یہ چند خزف ریزی بھیجکر تکلیف دیتا ھون، کہ نگاہ گوھر سنج سی ملاحظہ کرکی اغلاط محاورات وتراکیب، وسستی بندش، وتعقیدات صوری ومعنوی، وتنافر الفاظ، وابتذال مضامین، جس جگہ واقع ھو مطلع فرمائیے. فقط. امر مستفسرۂ سابق مین صدور مہربانی نامۂ نامی نی خلجان رفع کیا. جواب اسکا بھی اگر جلد عنایت ھو بعید ارتباط دیرینہ سی نہوگا. زیادہ شوق و بس. فقط. نگاشتۂ دھم مارچ سنہ ١٨٦٥ع. مقام جیپور. زین العابدینخان ». میرزا صاحب کی جواب کیلئے مکتوب نمبر ١٠٩ ملاحظہ ھو.

(٣) عریضہ نمبر ٤٢ مراد ھی.

میرے پاس نہین رہا۔ اور خدا کی قسم! کہ مین اب بہت ناتوان ہوگیا ہون. یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ہے. اور اس تحریر کو مجموعۂ نثر مین رکھا چاہتا ہون. آپ اس کی نقل کرکے مقرر مجکو بھیجدیجیے گا. بڑا احسان مجھ پر ہوگا[۱].

اسد اللہ.

(۱۱٤)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیلچند کو فقیر غالب کی دعا پہنچے[۲]. کیون صاحب؟ ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھین، اور تمھارا یہ حال کہ مراسمِ فرزندی بجا نہین لاتے. خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کردیا. اور بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین ہے. نہ طاقت باقی ہے، نہ حواس درست ہین[۳]. آج کے نوابصاحب کے خط مین دوجگہ غلطیان ہوئین مجھ سے. لکھا کچھ چاہتا ہون، لکھ کچھ جاتا ہون. بس اب تو یہ نوبت پہنچی ہے[۲]، کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسون مرا. اس خط کا (جواب)[٤] مجکو جلد لکھو. اور اوس مین یہ لکھو، کہ احسان حسین خان (اور اونکے بھائی مظفر حسین خان)[٥] جو لکھنو سے آئے ہین،

---

(۱) یہ عریضہ کلیات نثر فارسی مین شامل نہین. اغلب یہ ہی، کہ یہان سی نقل روانا نہین کیگئی.

(۲) کاتب نی دونون جگہ «پونچی» لکھا ہی. لیکن میرزا صاحب نی اسی متن مین علی حالہ باقی رکھکر پائین خط مین اپنی قلم سی «پہنچی» بنادیا ہی، اسلئی مین نی متن مین صحیح املا لکھنا مناسب خیال کیا.

(۳) حواس کا املا کاتب نی ہای ہوز سی لکھا تھا. مرزا صاحب نی اوسکو قلمزد کرکی حای حطی سی لکھا ہی.

(٤) میرزا صاحب کی خط مین یہ لفظ موجود نہین ہی. لیکن سیاق چاہتا تھا اس لئی مین نی اسکو سہو کاتب و مکتوب لہ خیال کرکی بریکٹ مین اضافہ کردیا ہی.

(٥) احسان حسین خان اور مظفر حسین خان، مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی، طبیب شاہ اودہ کی صاحبزادی تھی. الحاق اودہ کی بعد رفتہ رفتہ روساء شہر و اراکین سلطنت تباہ حال اور پریشان روزگار ہونا شروع ہوئی، تو ان مین سی اکثر اصحاب نی دربار رامپور کی دامن الطاف وکرم مین پناہ لی. یہ دونون بھائی بھی سنہ ٦٧ع مین یہان آگئی. نواب خلد آشیان نی انکی شایان شان قدر و منزلت کا اظہار فرمایا، اور اپنی مصاحبین خاص مین جگہ عطا کی. احسان حسین خان بہادر نی جمعہ کی دن ٥ رجب سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو کربلای معلی مین انتقال کیا. مظفر حسین خان آخر مین بنارس چلی گئی تھی، اور تیرھوین صدی کی آخر تک بقید حیات تھی.

نوابصاحب کی سرکار سے اونکا کیا در ماھہ مقرر ہوا ھے، اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ ھے؟ دربا مین جو آتے ھین، تو بیٹھتے کہان ھین[١]؟ (اس خط کے جواب کا طالب غالبؔ. ١١ جون)[٢].

(١١٥)

برخوردار نورچشم منشی سیلچند میر منشی کو بعد دعا کے یہ معلوم ہو، کہ اگلے مہینے یعنی اگست سنہ.١٨٦٨ (کی)[٣] تنخواہ کی ھنڈوی جو تم نے بھیجی تھی، اوسکا روپیہ ابتک نہین پٹا. مین تو جس دن ھنڈوی آتی ھے، اوسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے ھات، کہ وہ بھی مہاجن ھے، بیچ ڈالتا ہون. مگر اوس مختار کار کو، جسکے ھان ھنڈوی آئی ھے، (اوسنے) روپیہ ابتک نہین دیا. ٨ ستمبر کو وہ ھنڈوی بیچکر روپیہ مین نے لے لیا تھا، اور آج ١٨ ھے. مختار کار کو روپیہ اوسنے ابتک نہین دیا. جس سے تم نے ھنڈوی لکھوائی ھے، اوسکو تم تاکید کرو کہ (یہان کے مہاجن کو روپیہ دینے کی تاکید لکھے تا کہ)[٤] مختار کار کا روپیہ پٹ جاوے (مہر غالب ١٢٧٨)[٥].

---

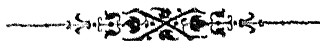
(١) اصل خط مین (ھی) بصیغۂ مفرد تحریر ھو. لیکن اصول زبان کی رو سی (ھین) بصیغۂ جمع ہونا چاھئی. مین نی یہ خیال کرکی کہ اسپر میرزا صاحب کی نظر نہین پڑی. متن مین (ھین) لکھدیا ھو.

(٢) خط کی لفافہ پر میر منشی صاحب کی حسب ذیل تحریر ھی: « خط در جواب نوشتہ شد. ١٦ صفر سنہ ١٢٨٤ ھ مطابق ٢٠ جون سنہ ١٨٦٧ ع ». اس سی معلوم ہوتا ھی کہ میرزا صاحب کی خط کی پوری تاریخ ١١ جون سنہ ١٨٦٧ ع ھی.

(٣) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نی بریکٹ مین اسلئی اضافہ کردیا ھی، کہ جملہ بامحاورہ ہوجائی.

(٤) یہ عریضہ بھی میرزا صاحب کی اپنی قلم کا نوشتہ نہین ھی. البتہ جو عبارت بریکٹ مین درج ھی، وہ اونھون نی خود لکھی ھی.

(٥) اس خط کی لفافہ پر ١٨ ستمبر سنہ ١٨٦٨ تاریخ درج ھی.



بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری

(خلیفه شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص ولد شیخ نادر علی تقریباً سنه ۱۲۱۹ ھ (۱۸۰۵ ع) مین پیدا هوی . فارسی کتابین مولوی عنبر شاه خان عنبر اور کبیر خان تسلیم سی پڑھین ، اور عربی علوم و فنون دیگر علماء شهر سی حاصل کئی . لیکن ادبیات فارسی کی ذوق نی خلیفه صاحب کو عربی علوم کی لطایف کی طرف متوجه نهو نی دیا ، اور انکی ساری عمر شیراز و شروان هی کی مرغزارون کی سیر مین گزر گئی . رامپور کی اکثر فارسی ادب کی علما کا سلسله ان تك منتهی هوتا هی . نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان طاب ثراهما کی استادی کا بهی شرف حاصل تها . خلیفه صاحب نی جمعرات کی دن ۲۹ رمضان سنه ۱۳۰۹ ھ مطابق ۲۸ اپریل سنه ۱۸۹۲ ع کو نوی سال کی عمر مین اپنی مکان واقع محله بنگلهٔ آزاد خان (رامپور) مین انتقال کیا .

مرزا صاحب رامپور تشریف لائی ، اور خلیفه صاحب سی ملاقات هوئی تو موخر الذکر نی اثنای گفتگو مین عرفی کی کلام پر نکته چینی کی ، اور مثالا یه دوشعر پیش کیی :

ساکتم ، این نغمه تا در نیم شب ، همره مرغ سحر خوان می زنم
شاهدی کو که یك نفس گوشی بدل درد پرور اندازد

میرزا صاحب نی عرفی کی حمایت کی . لیکن اوسوقت بحث ناتمام رهی ، اور یه طی پایا که خلیفه صاحب شب کو آکر گفتگو کرینگی . معلوم هوتا هی که یه اوس رات تشریف نه لیجاسکی ، اسائی میرزا صاحب نی اپنی دلائل لکهکر انکی خدمت مین بهیجدیی .

تذکرهٔ کاملان رامپور (ص ۲٤) مین اختلافی شعر یه لکها هی :

منکه باشم عقل کل را ناوك انداز ادب مرغ توصیف تو از اوج بیان انداخته

مگر میرزا صاحب کی آینده تحریر کی روشنی مین اسکی صرف یه تاویل کیجاسکتی هی که مذکورهٔ بالا دو شعرون کی ساتهه یه بهی معرض بحث مین آیا هوگا . ورنه میرزا صاحب خط مین اسیکا ذکر کرتی .)

(۱۱٦)

جناب مولویصاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت مین بعدِ سلامِ مسنون الاسلام عرض یه هے ، که فقیر شب کو آپکا منتظر رها . آپ تشریف نه لائے . ناچار تقریر کو تحریر کا پیرایه دیکر آپ کی جناب مین بهیجتا هون . سنینِ فارسیه کا حال بسبیلِ اجمال ایك دو ورقه پر مندرج هے .

بنظرِ اصلاح مشاهده هو[۱].

بعد اوسکے میری یه عرض هے، که هر چند «سحر» اور «صبح» مرادف بالمعنی هین. اور وه انجامِ لیل اور آغازِ نهار هے. مگر بخلافِ صبح «سحر» بطریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح تك مستعمل هے. طعامِ آخرِ شب کو «سحری» اور «سحرگهی» کهتے هین. اور مرغانِ خوش آواز، که بلبل بهی اون مین هے، اکثر پهر سوا پهر رات سے بولتے هین. نصفِ شب کو مرغِ سحرخوان کا هم آواز هونا محلِ اعتراض نهین هے.

«گوش» کا استعمال «انداختن» کیساتهه اگر شعرایِ هند کے کلام مین آیا هوتا، تو هم اوسکی سند اهلِ زبان کے کلام سے ڈهونڈهتے. جب وه خود عرفی[۲] نے لکها هے، تو هم سند اور کهان سے لائین؟ قواعدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام هے. جب هم انهین کے قول پر اعتراض کرین گے، تو اوس اعتراض کیواسطے قاعده کهان سے لائین گے؟ ان سب باتون کو جانے دیجے. اسکو ملاحظه کیجیے، که عرفی اکبر شاه[۳] کے عهد مین تها.

---

(۱) میرزا صاحب کا یه خط مولوی عبد الحکیم خان صاحب مدرس فارسی مدرسهٔ عالیهٔ رامپور سی مبلغ ۲۵ روپیه مین خریدا گیا تها. فقیر عرشی کا خیال تها که سنین فارسی کی کیفیت پر مشتمل دو ورقه بهی موصوف الذکر بزرگ کی پاس هوگا. لیکن باوجود تلاش دستیاب نهوسکا.

(۲) خواجه جمال الدین محمد عرفی ابن خواجه زین الدین علی شیرازی عهد اکبری کا ممتاز اور بلند پایه فارسی شاعر شمار کیا جاتا هی. حکیم ابوالفتح اور میرزا عبدالرحیم خانخانان کا مصاحب اور مداح تها. اپنی موخر الذکر ممدوح کی توسط سی شاهزادهٔ سلیم کا اتالیق مقرر هوا. سنه ۹۹۹ ه مین خانخانان کی ساتهه ٹهٹهه (سنده) کی مهم مین شریك هونی کی اراده سی روانا هوا. لیکن شوال سنهٔ مذکوره (اگست سنه ۱۵۹۱ ع) کو ۳٦ سال کی مختصر عمر مین بمقام لاهور فوت هوگیا. اسکو کلام مین جوانی کا جوش وخروش اور الوالعزمی اپنی تمام معاصرین سی زائد هی. اگر دست قضا سی کچهه عرصه اور بچگیا هوتا، تو بعض ایسی خامیان، جو نظر ثانی نهونی کی سبب کلام مین پائی جاتی هین، هماری فارسی ادیبون کوکبهی نظر نآتین. تاهم ایران کی جو شاعر هندوستان چلی آئی تهی اون مین سی یه نصیب نیك عرفی هی کی حصه مین آیا، که اوسکی زندگی مین اسکا کلام شیراز مین پڑها جاتا تها.

(۳) جلال الدین اکبر ابن نصیرالدین همایون ابن ظهیرالدین بابر، سلطنت مغلیه کا تیسرا روشن چراغ تها. امر کوٹ (سنده) مین سنه ۹٤۹ ه (۱۵٤۲ ع) کو پیدا هوا. ابهی تیرا سال نو ماه کی عمر تهی که باپ کا سایه سر سی اوٹهگیا. بیرم خان خانخانان نی اسی بادشاه بنا کر خود صدر اعظم کی حیثیت (باقی)

اور اوس عہد مین قطعِ نظر اور اہلِ کمال سے ابو الفضل[(۱)] اور فیضی[(۲)] یه دونو شخص کیسے فاضل تھے . اور پھر عرفی کا ممدوح حکیم ابو الفتح[(۳)] اسکا وہ پایه علم مین تھا ، که فیضی اور ابوالفضل کو بھی خیال مین نه لاتا تھا . اگر یه دونو شعر عرفی کے غلط ہوتے ، تو یه تینون آدمی اوسکی دھجیان اوڑا ڈالتے . حال آنکه فیضی و ابو الفضل اوسکے دشمن تھے . پس جب ان دونون نے باوجودِ عداوت اعتراض نکیا ، تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا ہے ؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وہ سند ہے . ہمارے واسطے وہ ایك قاعدۂ محکم ہے . وہ مطاع ہے ، اور ہم اوسکے مقلد اور مطیع ہین . غالب .

(بقیه) سی کام شروع کردیا . لیکن اپنی خدا داد قابلیت سی اکبر نی بہت جلد انتظام سلطنت کا بار اپنی کاندھون پر اوٹھا لیا ، اور سلطنت مغلیه کی حدود کو گجرات ، بنگال ، کشمیر اور سندھ تك وسیع کردیا . فتح پور سیکری اسی نی آباد کیا تھا . یه بہت معمولی پڑھا لکھا تھا . لیکن ایك دانشمند بادشاہ کیطرح دربار کو اوسوقت کی ممتاز اہل علم سی مزین رکھتا ، اور اونکی علمی مباحثون مین شریك ہوتا رہتا تھا . جس سی اسکی معلومات اور قابلیت مین غیر معمولی وسعت پیدا ہوگئی تھی . اس کی دربار کی نو رتن ابتك مشہور ہین . اسکا سب سی اہم کارنامه دین الہی کی ترویج ہی . یه مذہب سیاست ملکی مین بہت معاون ثابت ہوا . چنانچه ہندوستان کی پر شور فضا اسی مذہب کی بدولت جنت نشان بنی تھی . اکبر نی جمادی الآخرہ سنه ۱۰۱۴ ھ (۱۶۰۵ ع) کو ۶۵ سال کی عمر مین اس دار فانی کو خیرباد کہا ہی .

(۱) ابوالفضل ، شیخ مبارك کا بیٹا ، اور فیضی کا بھائی ہی . یه سنه ۹۵۸ ھ (۱۵۵۱ ع) مین پیدا ہوا . سنه ۱۹ اکبر شاہی مین ملازمت کا شرف حاصل کیا اور بہت تھوڑی عرصه مین وزارت کی درجه تك جا پہنچا . اسکو ربیع الاول سنه ۱۰۱۱ ھ (۱۶۰۲ ع) مین شاہزادۂ سلیم کی ایما سی ۵۳ سال ۲ ماہ کی عمر مین شہید کردیا گیا . یه بڑا مدبر اور زبردست ادیب تھا . آئین اکبری ، اکبرنامه ، اور مکاتبات علامی تصنیفات ہین . شعر بھی کہتا اور علامی تخلص کرتا تھا . یه اکبری دربار کی نورتن مین شمار کیا جاتا ہی . اسکی قتل کی اطلاع سی اکبر کو اسقدر صدمه ہوا تھا که اوس نی کئی وقت کھانا نه کھایا . اور بار بار کہتا تھا که اگر شیخو بابا مجھی قتل کرادیتا تو اس سی بہتر تھا .

(۲) فیضی ، شیخ مبارك کا بڑا بیٹا ، اور اکبری دربار کا ملك الشعرا تھا . حکمت ، فلسفه ، ریاضیات ، تاریخ ، اور سنسکرت کا عالم تھا . سواطع الالہام ، اور مواردالکلم ، عربی مین ، اور کلیات نظم ، اور خمسه ، فارسی مین اسکی مشہور تصنیفات ہین . یه ۱۰ صفر سنه ۱۰۰۴ ھ (۱۵۹۵ ع) کو ۵۰ سال کی عمر مین فوت ہوا .

(۳) حکیم ابوالفتح مسیح الدین ابن حکیم عبد الرزاق گیلانی اکبر کا طبیب خاص اور اوس عہد کا بہت بڑا فاضل تھا . یه اپنی علمی وجاہت وعظمت کی سبب بادشاہ کی دربار مین ممتاز درجه کا مالك اور اکبری دربار کی نورتن مین شامل تھا . اسنی سنه ۹۹۷ ھ (۱۵۸۸ ع) مین وفات پائی .

بنام مولوی محمد حسن خان مالکِ مطبع

(مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان ابن شاہ محمد خان مہمند افغان رامپور کی ایک شریف و با عزت خاندان کی فرد تھی. انکی دادا شاہ محمد خان نواب سید محمد فیض اللہ خان بہادر کی ہمراہ افغانستان سی تشریف لائی، اور فوج مین بعہدۂ جمعداری مقرر ہوئی. مولوی محمد حسن خان نی تیغ نیاگان کو قلم سی تبدیل کرلیا. اور اوس زمانہ کی مروج تعلیم حاصل کرکی نواب فردوس مکان کی حسب ایما سنہ ۱۸۵٦ع مین «مطبع حسنی» قائم کیا. بعد ازان نواب خلد آشیان کی حسب الحکم ۱۲ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ع کو اخبار «دبدبۂ سکندری» کا پہلا پرچہ شائع کیا، جو اسوقت تك اپنی عمر کی ۷٤ سال پوری کرچکا هی، اور هنوز اپنی روایتی وفاداری حکومت هند و رامپور پر قائم هی. سنہ ۱۸۷۷ع کی دربار قیصری مین گورنمنٹ یو-پی نی انهین اپنی صوبہ کی مدیران اخبارات و رسایل کا نمایندہ بناکر بهیجا. نواب خلد آشیان نی ایام ولیعهدی مین اپنا مصاحب منتخب کیا، اور عهد حکومت مین متعدد اهم سفارتی خدمات تفویض فرمائین. انکی بعد نواب سید محمد مشتاق علیخان بهادر عرش آشیان نی آنریری مجسٹریٹ مقرر فرمایا. مولویصاحب نی ۱۷ شوال سنہ ۱۳۱٤ ھ (۱۸۹٦ع) کو ۹۰ سال کی عمر مین انتقال فرمایا. آپکی بعد چند سال تك آپکی خلف الرشید مولانا شاہ فاروق حسن خانصاحب صابری رحمہ اللہ نی اپنی مشاغل طریقت کی ساتھ «دبدبۂ سکندری» کو بهی ایڈٹ کیا. لیکن سنہ ۱۹۰۳ع سی فرائض ادارت اپنی فرزند اکبر مولانا فضل حسن خانصاحب صابری کی سپرد کردئی، جو آجتك اسی انجام دیرهی هین. موخرالذکر بزرگ نی اپنی گرامی نامۂ موسومۂ فقیر عرشی مین تحریر فرمایا هی: «اخبار دبدبۂ سکندری کی هندوستان بهر کی اخبارات مین یہ نمایان خصوصیت هی کہ ۷٤ سال کی مدت مدید مین برٹش گورنمنٹ اور لوکل گورنمنٹ نی کبهی اسکی ایك حرف پر نہ کوئی اعتراض کیا، نہ اس سی کبهی ضمانت طلب هوئی، نہ اسپر کسی نی آجتك کوئی مقدمہ چلایا».)

(۱۱۷)

مشفق اور مکرمی محمد حسن خانصاحب[۱] کو غالبِ آزردہ دل کا سلام پہنچے. آج بهی آپکا ایك خط آیا. کئی اخبار آپکے پهیرے، کئی خط آپکے پهیرے، اور آپ اخبار بهیجے جاتے هین. الهی! آپکا خط خط تها، یا کوئی جهوٹ کی پوٹ. بیشتر مجذوبون کی سی بڑ. اور جو کچھ سمجھ

(۱) میرزا صاحب نی مکتوب الیہ کا نام، القاب اور سرنامہ دونون مقامات پر محمد حسین خان لکها هی. یہ سہو هی. صحیح نام محمد حسن خان هی.

مین آیا، وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ. یہ غلطِ محض ھے کہ مطبع حضور کا ھے، اور تم مہتمم ہو حضور کیطرف سے. اللہ! اللہ! ڈگی جی سنگھ کی تعریف مین کہین سارا ایك صفحه کہین سارا ایك ورق سیاہ کرتے ہو، اور اپنے والیِ ملك اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسلمین نواب کلبِ علیخان بہادر کے نام (کے)[1] آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ہو بس، اور اس قباحت کو نہین سمجھتے کہ اگر یہ اخبار حضور کی طرف سے ھے، تو گویا ڈگی سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ہوگی. ہندستانی علمداری[2] مین وہ ایك زمیندار اور مالگزار تھا. اب گورمنٹِ ہند نے اوسکو جاگیردارِ مستقل کردیا. اور نواب محمد علیخان رئیسِ ٹونك کا ہر اخبار مین ایك مرثیہ لکھتے ہو. اس سے یہ معلوم ہوا کہ تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسون سے بھیك مانگتے ہو. بھائی! «یك در گیر و محکم گیر». اگر حضور کے نوکر بھی نہین ہو تم، تو آخر رعیت تو ہو. یہ کیا ھے کہ اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ہو، کبھی صفحه پر کبھی حاشیہ پر؟ ہم نے ان باتون سے بیزار ہوکر تمھارا اخبار موقوف کیا ھے، اور اب پھر تمھین لکھتے ہین، کہ دوھائی خدا کی! مین یکم جنوری سنه ١٨٦٨ سے «دبدبۂ سکندری» کا خریدار نہین ہون. نہ بھیجا کرو. واسطے خدا کے! نہ بھیجا کرو. اس سے زیادہ کیا لکھون. (مہر غالب ١٢٧٨).[3] (٢٥ فروری سنه ١٨٦٨ ع).

(١) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نے سیاق کلام کی حسب اقتضا بڑھا دیا ھے.

(٢) یہ خط میرزا صاحب کی قلم کا نوشتہ نہین ھے، اسلئی ممکن ھے کہ کاتب نے سہواً «عملداری» کی بجای «علمداری» لکھدیا ہو.

(٣) خط کی آخر مین تاریخ نہین تھی. مین نے لفافه کی تاریخ لکھدی ھے. لفافه کی پشت پر نوٹ ھے: «بموجب خط هذا بعد استدراك از مرزا نوشه صاحب مبلغ دو روپیه هشت آنه بابت بقایا حساب اخبار محمد حسن خان حوالهٔ لاله ٹھنڈی‌رام محافظ دفتر نموده شد». تمت بالخیر. والحمد لله اولاً وآخراً.

١ — فہرست اشخاص و قبائل

(ان فہرستون مین جلی ہندسے متن کیطرف اور خفی ہندسے حاشیہ کی طرف اشارہ کرتے ہین ، اور حاشیہ سے فٹ نوٹس اور وہ تحریرین مراد ہین ، جو مکتوب الیہم کے متعلق اون کے نام کے خطوط کے آغاز مین لکھی گئی ہین ۰)

۲ — فہرست مقامات

۳ — فہرست کتب و اخبارات

تصحیح و استدراك

(پروف کی تصحیح مین انتہائی احتیاط کی باوجود متن اور حواشی مین بعض غلطیان رہ گئین تہین ، نیز مکاتیب کی طباعت کی بعد کچھ نئی چیزین بھی معلوم ہوئین ، اسلئی مجبوراً تصحیح و استدراك کی نامشکور سعی کرنی پڑی . براہ کرم غلطیون کی اصلاح فرما لیجائی ، اور نئی معلومات مناسب مقام پر اضافہ کرلیجائین ، تاکہ کتاب پڑھتی وقت کوئی غلط فہمی پیدا نہو .)

ص ۱۲، سطر ۱ و ٤ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ایضاً ، حاشیہ نمبر ٤ ، سطر ٥ — اضافہ کیجی « (اردوی معلی ، ص ١٦٣) » .

ص ١٤ ، حاشیہ نمبر ٣ ، سطر ٤ — « بھائی کی حویلی » بجائی « بھائی کی حویلی » .

ص ١٦ ، حاشیہ نمبر ١ ، سطر ٨ — « سنہ ١٨٥٨ ع » بجائی « سنہ ١٨٨٨ ع » .

ص ١٧ ، حاشیہ نمبر ٢ ، سطر ٤ — « داروغہ تھی اور سو روپیہ » بجائی « داروغہ تھی سو روپیہ » .

ص ١٩ ، سطر ٦ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ص ٢١ ، حاشیہ، سطر ٦ — « یہان » بجائی « یہاں » .

ص ٢٢ ، حاشیہ نمبر ٣ ، سطر ٩ — « تر » بجائی « ر » .

ایضاً ، حاشیہ ، نمبر ٥ ، سطر ٤ — « ممالك مغربی و شمالی کی گورنر » بجائی « پنجاب کی گورنر » .

ص ٢٤ ، حاشیہ ، سطر ٢٤ — « دعائی » بجائی « دعای » .

ص ٢٦ ، حاشیہ ، سطر ٥ — « کی » بجائی « کیلئی » .

ایضاً ، حاشیہ، سطر ٨ — « جا » بجائی « جاجا » .

ص ٢٧ ، سطر ١٤ — « نوازشنامہ » بجائے « لوازشنامہ » .

ص ٢٩ ، حاشیہ نمبر ١، سطر ١٥ — « کیا » بجائی « کبا » .

ایضاً ، حاشیہ ، سطر ١٧ — « دیدہ‌ور » بجائی « دیدور » .

ص ٣٧ ، حاشیہ ، سطر ١ و ١٥ — « مارچ » بجائی « فروری » . (یہ اردوی معلی کی مطبوعہ ایڈیشن کی غلطی ھی) .

ص ٤٠ ، سطر ٢ — « ھزار » بجائے « ھزاز » .

ایضاً ، حاشیہ نمبر ١ ، سطر ١ — « مرزا » بجائی « مرز » .

ص ٤١ ، سطر ١٠ — « ٹہرتا » بجائے « ٹھرتا » .

ص ٤٤ ، سطر ١٥ — « ناتوانان » بجائے « ناتوان » .

ص ٤٩ ، سطر ١٣ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٥٠ ، حاشیہ نمبر ١ ، سطر ١٩ — « آمر » بجائی « امر » .

ص ٥٩ ، سطر ٩ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٦٠ ، سطر ١ — « دستاری » بجائے « دسناری » .

ص ٦٦ ، حاشیہ نمبر ٢، سطر ٩ — اضافہ کیجی « سعید الدین خانصاحب نی ٢١ ربیع الثانی سنہ ١٣٠٣ ھ مطابق ٢٧ جنوری سنہ ١٨٨٦ ع اور ٨ جمادی الاولی سنہ مذکور مطابق ١٣ فروری سنہ مذکور کی درمیان انتقال کیا . »

ص ٦٦، حاشیه نمبر ٣ — «کچھ معلوم نهوسکا» کی بجائی «اونکی صاحبزاده مولوی محمد نجم الحسن خان کی مکتوب مورخهٔ ٢٦ اپریل سنه ١٨٧٨ع سی معلوم هوتا هی که صدر الصدور صاحب بانس بریلی کی باشندی تهی، اور خط لکهنی سی پانچ سال قبل، تقریباً سنه ١٨٧٣ع مین، انتقال کرگئی. صدر الصدور صاحب کی برادر خورد مولوی حامد حسن خان بهی صدر الصدور تهی. یه فروری سنه ١٨٧٨ع مین فوت هوی».

ص ٦٩، حاشیه، سطر ٥ — «کی» بجائی «کو».

ص ٧٥، حاشیه، سطر ٤ — «١١٠» بجائی «١٠٩».

ص ٧٨، حاشیه، سطر ٢ — «١٢٢١ھ» بجائی «١٢٤٨ھ».

ص ٨٠، سطر ١٨ — «لکھتے» بجائے «لھکتے».

ص ٩٥، حاشیه نمبر ١، سطر ٢ — «رجب سنه ١٢٧٢ھ (١٨٥٥ع) مین» بجائی «غدر سنه ٥٧ع سی قبل».

ص ٩٩، خط ٩١ — (مکاتیب کی ترتیب کی وقت قطعهٔ آینده کی متعلق صرف اسقدر معلوم هوسکا تها، که نواب خلد آشیان نی منشی امیر احمد مینائی مرحوم کی حواله کردیا. لیکن حسن اتفاق سی کتاب کی طباعت ختم نهونی تهی، که منشی عتیق الرحمن خان کلیم رامپوری نی قطعهٔ مذکور پیش کیا اور بتایا که مین نی امیر مینائی مرحوم کی پوتون سی حال مین پرانی ردی خریدی هی، اوس مین سی یه قطعه دستیاب هوا هی. حقیر عرشی نی اسی گنج باد آورد شمار کرتی هوی سر دست آخر مین شامل کردینا مناسب خیال کیا. انشاءالله آینده اشاعت مین اپنی مقام پر درج کیا جائیگا.)

(قطعه)

هند مین اهلِ تسنن کی هین دو سلطنتین
حیدرآبادِ دکن، رشکِ گلستانِ ارم
رامپور اهل نظر کی هے نظر مین وه شهر
که جهان هشت بهشت آکے هوئی هین باهم
حیدرآباد بهت دور هے. اس ملك کے لوگ
اوسطرف کو نهین جاتے هین. جو جاتے هین تو کم
رامپور آج هے وه بقعهٔ معمور، که هے
مرجع و مجمعِ اشرافِ نژادِ آدم
رامپور ایك بڑا باغ هے از روی مثال
دلکش و تازه و شاداب و وسیع و خوّرم

جس طرح باغ مین ساون کی گھٹائین[1] برسین
هے اوسی طور په یان دجله فشان دستِ کرم
ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علیخان سے مدام
دُرِّ شهوار هین، جو گرتے هین قطرے پیهم
صبحدم باغ مین آجائے جسے هو نه یقین
سبزه و برگِ گل و لاله په دیکھے شبنم
حَبَّذَا باغِ همایونِ تقدس آثار
که جهان چرنے کو آتے هین غزالانِ حرم
مسلکِ شرع کے هین راهرو و راه شناس
خضر بهی یان اگر آجائے تو لے انکے قدم
مدح کے بعد دعا چاهیے اور اهلِ سخن
اسکو کرتے هین بہت بڑهکے به اغراق رقم
حق سے کیا مانگیے؟ انکے لئے جب هو موجود
ملك و گنجینه و خیل و سپه و کوس و علم
هم نه تبلیغ کے مایل نه غلو کے قایل
دو دعائین هین که وه دیتے هین نوّاب کو هم
یا خدا! غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
دو وه چیزین که طلبگار هے جنکا عالم
اولاً عمرِ طبیعی به دوامِ اقبال
ثانیاً دولتِ دیدارِ شهنشاهِ امم

ص ۱۰۳، حاشیه نمبر ۲، سط ۱ — «لکھدیا» بجائی «لھکدیا».
ص ۱۰۴، حاشیه نمبر ۱، سط ۱ — «مشفق» بجائی «مشقق».
ص ۱۰۵، حاشیه نمبر ۱، سط ۱۲ — اضافه کیجی «مظفر حسین خان نی سنه ۱۲۹۲ ھ (۱۸۷۵ع) مین انتقال کیا (کلیات منیر، ص ۵٤۷)».

---

(۱) میرزا صاحب نی «گٹھائین» لکھا هی.

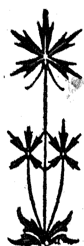
Printed by Abdus-Samad Sharafuddin at The Qayyimah Press, 232 Bhendi Bazar, Bombay 3,
and published by The State Library, Rampur State, U. P.

The Rampur State Library Publication Series. No. 1.

MAKĀTĪB-I-GHĀLIB

A collection of 115 letters of Najm-ud-Dawlah Dabīr-ul-Mulk Mīrzā Asad-ullāh Khān Bahādur *Ghālib* Nizām-Jang Dihlawī addressed to Nawwāb Firdaws-Makān, Nawwāb Khuld-Āshyān and other persons.

Edited by
IMTIYĀZ 'ALĪ 'ARSHĪ
Librarian, The State Library, Rampur State, U.P., India.



QAYYIMAH PRESS
(PROPS.: SHARAFUDDIN & SONS)
BOMBAY
1937